اردو زبان کی پہلی تصنیف

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

(جو ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء اور ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء کے درمیان لکھی گئی)

مصنفہ

فخر دین نظامی

مرتبہ

ڈاکٹر جمیل جالبی

ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ لٹ

اُردو زبان کی پہلی تصنیف

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

مُصنفہ

فخر دین نظامی

(جو ۸۲۵ھ / ۱۴۲۱ء اور ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء کے درمیان لکھی گئی)

مرتبہ

ڈاکٹر جمیل جالبی

ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ لٹ

اشاعت اول ـــــــــــ ۱۹۷۳ء

نیا ایڈیشن ـــــــــــ نظر ثانی کے بعد ۱۹۷۹ء

تعداد ـــــــــــ ۵۰۰

ناشر ـــــــــــ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، گلی عزیز الدین وکیل، مرزا احمد علی مارگ، لال کنواں، دہلی

طابع ـــــــــــ جے۔ کے۔ آفسٹ پریس۔ جامع مسجد، دہلی ۶

قیمت ـــــــــــ ایک سو تیس ۱۳۰ روپے

کتابت ـــــــــــ سید حسن الحسن نقوی

سرورق ـــــــــــ موسیٰ کلیم ٹانڈوی

باباے اردو کے نام

حق بحقدار رسید

فہرست

تعارف	ڈاکٹر جمیل جالبی	٨
مقدمہ	ڈاکٹر جمیل جالبی	٩
متن و عکس	مثنوی کدم راؤ پدم راؤ	٦٣
فرہنگ	از مرتب	٢٣١
ضمیمہ نمبر ١	تعارف سلاطین بہمنی	٢٦٦
ضمیمہ نمبر ٢	شخصیات	٢٧١
فہرست مآخذ		٢٨٧

نظامی کہنہار جس یار ہوے

سُنّنہار سُن نغز گُفتار ہوے

نظامی

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

تعارف

(نیا ایڈیشن)

اُردو زبان کی پہلی تصنیف "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا پہلا اڈیشن ۱۹۷۳ء میں کراچی سے شائع ہوا تھا اور اب اس کا نیا اڈیشن دہلی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس مثنوی کی اشاعت سے نہ صرف اُردو زبان کی تاریخ اور ادبی روایت نویں صدی ہجری تک جا پہنچتی ہے بلکہ زبان کے ارتقار کی گم شدہ کڑیاں بھی مل جاتی ہیں اور اہلِ علم و ماہر لسانیات کے سامنے فکر و تحقیق کے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔ اس نئے ایڈیشن پر میں نے پھر سے مقدور بھر محنت کی ہے اور اپنے تیار کردہ متن کا مخطوطے سے مقابلہ کر کے جہاں جہاں مجھے سقم نظر آیا دور کر دیا ہے۔

یہ سطور لکھتے ہوئے مجھے مولوی عمر یافعی حیدر آبادی یاد آرہے ہیں۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا مخطوطہ جو دنیا بھر میں اس کتاب کا واحد نسخہ ہے، عمر یافعی صاحب کی ملکیت تھا اور ۱۹۴۹ء میں ان کے ذخیرۂ کتب کے ساتھ انجمن ترقی اردو آگیا تھا۔ عمر یافعی مرحوم کو نادر و نایاب ادبی، علمی و تاریخی کتابیں جمع کرنے کا شوق تھا۔ وہ ذخیرۂ کتب جو انھوں نے "انجمن" کو دیا، تقریباً ۱۸ ہزار بیش بہا مطبوعات و مخطوطات پر مشتمل تھا۔ "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا یہ وہی نسخہ تھا جو ایک زمانے میں مرحوم لطیف الدین ادریسی حیدر آبادی کے پاس تھا اور جس کا مطالعہ کر کے مولوی نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے اکتوبر ۱۹۳۲ء کے "معارف اعظم گڈھ" میں ایک تعارفی مضمون "بہمنی عہد کا ایک دکھنی شاعر" قلمبند کیا تھا۔ جس انداز سے اب یہ کتاب شائع ہو رہی ہے کہ مخطوطے کا عکس دائیں طرف ہے اور میرا تیار کردہ متن بائیں طرف سامنے ہے، یہ نادر و نایاب مخطوطہ اب سب کی ملکیت بن جاتا ہے۔ متن کے ساتھ مخطوطے کا عکس شائع کرنے کی یہ روایت یقیناً مستحسن ہے۔

یہ کتاب میری اجازت سے محمد مجتبیٰ خان صاحب اپنے اشاعتی ادارے "ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس" سے شائع کر رہے ہیں جو معیاری علمی و ادبی کتابیں نہایت سلیقے سے شائع کرنے کی وجہ سے سارے ملک میں خاص شہرت رکھتا ہے۔

جمیل جالبی

۱۷ر اگست ۱۹۷۸ء

مقدمہ

"تاریخ ادبِ اُردو" لکھتے ہوئے میں نے اس بات کا التزام خاص طور پر کیا کہ ادب کو معاشرتی، تہذیبی و سیاسی عوامل کے ساتھ دیکھا اور سمجھا جائے اور ادب کی روایت جن جن اثرات اور رنگوں سے مل کر بنی ہے انہیں واضح کیا جائے۔ قدیم اور جدید کی تقسیم ہم نے اپنی سہولت کے لیے کی ہے ورنہ بنیادی طور پر ایک ہی روایت نئے اثرات قبول کرتی اور ازکار رفتہ اثرات کو رد کرتی ہوئی ہر دَور میں نئی شکل بناتی ہے۔ ادب کی روایت معاشرت و تہذیب سے الگ رہ کر پروان نہیں چڑھتی بلکہ زمانے کی روح کو اپنے اندر سمیٹتی اپنے خدوخال بناتی ہے۔ اسی لیے کسی دَور کی تہذیب کی حقیقی روح اس کے ادب میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ کسی زبان کی روایت بھی ایک دریا کی طرح ہے جو صدیوں سے بہ رہا ہے۔ اس میں ماضی بھی موجود ہے اور حال و مستقبل بھی۔ کہیں یہ دریا بھرا پُرا نظر آتا ہے۔ کہیں خشک و بے آب دکھائی دیتا ہے۔ کہیں اس سے شاخ در شاخ پھوٹتے دکھائی دیتے ہیں۔ کہیں اس کا پاٹ چوڑا ہو جاتا ہے۔ کہیں یہ چھوٹا ہو کر ندی نالے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن ہیں یہ ایک ہی دریا کی مختلف شکلیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ادب کی روایت ایک اکائی ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ ادب کی تاریخ کا مطالعہ بھی اسی نقطۂ نظر سے کرنا چاہیے۔ "تاریخِ ادب" لکھتے ہوئے دوسرا التزام میں نے یہ کیا کہ صرف سُنی سنائی باتوں کو قبول نہیں کیا بلکہ ہر کتاب کا خواہ وہ قلمی ہو یا مطبوعہ مطالعہ کیا اور اسے پہلے اس کے اپنے دَور میں اور پھر پوری روایت کے تعلق سے دیکھا اور سمجھا۔ اس میں وقت بہت صرف ہوا اور کام پھیلتا بڑھتا چلا گیا لیکن صاحبو! ایک طالب علم اپنے علم کی پیاس اسی طرح بجھا سکتا ہے۔ اس تمام عرصے میں میری یہ کوشش رہی کہ نویں اور دسویں صدی ہجری کی وہ تمام تصانیف جو خطی شکل میں طاقِ نسیاں پر دھری تھیں ان کا مطالعہ بھی اسی نقطۂ نظر سے کیا جائے اور دیکھا جائے کہ ان تصانیف کی لسانی، تہذیبی و ادبی اہمیت کیا ہے؟ کیا انھوں نے اُردو ادب کی روایت کے دریا کو پاٹ دار بنانے میں مدد دی ہے؟ کیا ان کے مطالعے سے اُردو زبان کے ارتقا کا پتا چلتا ہے؟ کیا ان سے اُردو زبان کی ساخت اور اس میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا سراغ ملتا ہے؟ یہ یقیناً مشکل اور اہم کام تھا۔ لیکن جب پہلی جلد مکمل ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ اس میں ایسا مواد آ گیا ہے جو ادب کی تاریخ اور مطالعے کو ایک نیا رُخ دے گا۔ ساتھ ساتھ بہت سی ایسی چیزیں بھی جمع ہو گئیں جن کی اشاعت اُردو زبان و ادب کے لیے انتہائی مفید ثابت ہو سکتی تھی۔ "دیوانِ حسن شوقی"[1]

---

[1] "دیوانِ حسن شوقی": مطبوعہ انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی سنہ ۱۹۷۱ء

اسی سلسلے کی پہلی کڑی تھی۔ "دیوانِ نصرتی"[1] دوسری کڑی اور مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" اسی سلسلے کی تیسری کڑی ہے۔ اس مثنوی کو زمانی اعتبار سے "دیوانِ حسن شوقی" سے پہلے شائع ہونا چاہیے تھا لیکن یہ ایک ایسا مشکل کام تھا کہ صرف متن کی تیاری میں پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ لگ گیا۔

"مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" کا دنیا میں ایک ہی معلوم نسخہ ہے جو انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانۂ خاص میں محفوظ ہے جس کا سائز ۲ر۷ انچ × ۱۰ر۵ انچ ہے۔ یہ واحد نسخہ بھی ناقص ہے۔ بیچ بیچ میں سے اکثر صفحات غائب ہیں اور آخر میں بھی مثنوی کے کم از کم دو تین صفحات کم معلوم ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے کاتب کے نام اور سنہ کتابت کا بھی پتا نہیں چلتا۔ عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ مصرعوں کے وسط اور دوسرے مصرعوں کے آخر میں یہ نشان (٭) سُرخ روشنائی سے دیا گیا ہے۔ پہلے صفحے پر بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے اپنے ہاتھ سے "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، فخر الدین نظامی" کے الفاظ لکھے ہیں۔ یہ بھی لکھا ہے کہ "۸۲۵ھ (یہ سنہ احمد شاہ ولی کی تخت نشینی کا ہے) وفات ۸۳۸ھ م ۱۴۳۴ء" ان کے نیچے "عبدالحق" لکھا ہے۔ اسی صفحے پر یہ بھی لکھا ہوا ملتا ہے کہ "علاء الدین بن احمد شاہ ۸۳۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۸۶۲ھ میں وفات پائی۔ احمد شاہ ثالث بن علاء الدین ۸۶۵ تا ۸۶۷ھ"۔ صفحہ ۲۷ کے حاشیے میں سرخی سے کاتب نے اس شعر کا اضافہ کیا ہے۔

بجوں ندا دھرے من بہت دہشت بھاؤ ٭ پسارے اگر پیٹ میں ہیں پاؤ

اس نسخے کا رسم الخط نسخ ہے لیکن یہ نسخ اتنا مشکل ہے کہ اسے پڑھنا اتنا ہی دشوار تھا جتنا عہدِ قدیم کے کسی رسم الخط کو پڑھ کر مفید مطلب باتیں اخذ کرنا۔ مولوی عبدالحق مرحوم کی یہ بڑی خواہش تھی کہ یہ مثنوی کسی طرح پڑھ لی جائے اور پھر شائع کر دی جائے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے ماہرینِ فن کے پاس اس کے عکس روانہ کئے۔ مرحوم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو اس کام پر مامور کیا۔ مثنوی کا مخطوطہ بھی کافی عرصے ان کے پاس رہا۔ کوشش کی یہ داستان چالیس سال سے زیادہ پرانی ہے۔ آخر میں انہوں نے یہ طے کیا کہ اس نادر و نایاب مخطوطے کے ہر صفحے کے بلاک بنوا کر اسے اسی طرح شائع کر دیا جائے۔ اس کے کچھ صفحات انہوں نے "قومی زبان" میں شائع بھی کئے لیکن اس عرصے میں کہ ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا، موت نے نقارہ باج دیا اور وہ اس حسرت کو اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ اب اس بات کو بھی تقریباً بارہ سال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں میں پہلی بار اس مخطوطے سے متعارف ہوا۔ مہینوں اس کے مطالعے کی کوشش میں لگ گئے۔ آتشیں شیشے لے گھنٹوں اسے پڑھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک تو رسم الخط اور اس کے اصول جو کاتب کے پیشِ نظر تھے سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ دوسرے زبان اور اس میں استعمال ہونے والے الفاظ موجودہ زبان سے بالکل مختلف تھے۔ ڈیڑھ سال کی محنت و کوشش اور لغات کے ساتھ سر کھپانے کے بعد میں اس قابل ہو گیا کہ کسی حد تک میں اسے پڑھ سکوں۔ مجھے اس کا بھی اندازہ ہوا کہ کاتب مختلف حروف اور ان کے جوڑ کی مختلف شکلیں

---

[1] "دیوانِ نصرتی" مطبوعہ سہ ماہی صحیفہ لاہور شمارہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۳ء۔ الگ کتابی شکل میں "توسین" لاہور نے بھی ۱۹۷۲ء میں دیوانِ نصرتی شائع کیا

کس طرح لکھتا ہے۔ مختلف حروف مثلاً پ، گ، ڑ، ڈ کے لئے وہ کیا عمل کرتا ہے۔ دوسرے حروف وہ کس کس طرح بناتا ہے۔ یہ مشکل بھی ہمیشہ پریشان کرتی رہی کہ لفظ پڑھ لیا تو اس کی تصدیق کے لیے معنی کی تلاش ہوئی۔ یہ کام بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔ پھر دو سال کے اندر اندر مجھ میں یہ حوصلہ پیدا ہو گیا کہ میں اس مخطوطے کی پہلی نقل تیار کروں۔ اس نقل کا مقابلہ جب اصل سے کیا تو اس میں اتنی کاٹ چھانٹ ہوئی کہ میں دوسری نقل تیار کرنے پر مجبور ہوا۔ دوسری نقل کا مقابلہ جب پھر اصل سے کیا اور ہر لفظ پر غور کیا تو یہ دوسری نقل بھی اس قابل نہ رہی کہ اسے صاف کیا جا سکے۔ دوسری نقل اور اصل کو سامنے رکھ کر میں نے تیسری نقل تیار کی جو ۲۱ اگست ۱۹۷۰ء کو مکمل ہوئی۔ یہ تیسری نقل مع بلاک سے چھپے ہوئے نسخے کے میں نے جناب افسر صدیقی صاحب کو بھجوا دی کہ وہ براہ کرم میری تیار کردہ نقل کو اصل کے ساتھ ملا کر دیکھ لیں۔ یہ کام انھوں نے دو ماہ کے عرصے میں انجام دیا اور بہت سے الفاظ کی صحت کی۔ میں ان کی اس عنایتِ بے پایاں کے لئے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا قیمتی وقت، عمر کے اس حصے میں جب وہ ستر سال میں ہیں، صرف کیا۔ اور ایسے قیمتی مشوروں سے مستفیض فرمایا کہ اگر ان کی مدد شامل نہ ہوتی تو شاید میں بہت سی فاحش غلطیاں کرتا۔ خدا انہیں سلامت رکھے اور عمرِ نوح عطا فرمائے۔

اب یہ مثنوی ــــــ "کدم راؤ پدم راؤ" جو اردو زبان کی پہلی معلوم تصنیف اور تقریباً پونے چھے سو سال پہلے لکھی گئی تھی، اس اہتمام کے ساتھ شائع ہو رہی ہے کہ سیدھے ہاتھ کی طرف مخطوطے کے ہر صفحے کا عکس چھاپا گیا ہے اور اس کے سامنے بائیں صفحے پر میرا تیار کردہ متن شائع کیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم و تحقیق دونوں کا مقابلہ کر کے یہ معلوم کر سکیں کہ میں نے کہاں کہاں غلطی کی ہے اور اس طرح متن کی مزید اصلاح ہو سکے۔ اس مخطوطے کو انتہائی دیدہ ریزی و محنت سے پڑھنے کی منزل سر کر کے مجھے وہی خوشی حاصل ہوئی ہے جو سر ایڈمنڈ ہلاری کو دنیا کی سب سے بڑی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے سے ہوئی تھی اور یہی خوشی میری محنت کا ثمر ہے۔

۲

زمانۂ تصنیف

تاریخ شاہد ہے کہ علاء الدین خلجی نے ۱۳۱۰ء تک دکن، گجرات اور مالوہ کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا اور ان علاقوں کا انتظام و انصرام بہتر و موثر بنانے کے لیے اس سارے علاقے کو سو سو گاؤں کے حلقوں میں تقسیم کر کے ہر حلقے پر ایک ترک سردار مقرر کر دیا تھا۔ "شمال" سے آیا ہوا یہ ترک سردار جو "امیرِ صدہ" کہلاتا تھا، صرف مالیات کا ذمہ دار تھا بلکہ اپنے حلقے کے نظم و نسق اور فوجی ضروریات کا بھی ذمہ دار تھا۔ چند ہی سال کے عرصے میں یہ ترک سردار اپنے اپنے حلقوں میں اپنے لواحقین اور متوسلین کے ساتھ ایسے آباد ہو گئے گویا یہیں کے باشندے تھے۔ یہ امیر اور ان کے لواحقین و متوسلین

اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی بولیاں بولتے لیکن جب بازار ہاٹ میں ملتے اور مقامی باشندوں سے معاشرتی سطح پر لین دین کرتے تو وہ اُس زبان میں جو شمال سے وہ اپنے ساتھ لائے تھے مقامی زبانوں کے الفاظ شامل کرکے بات چیت کرتے تیس چالیس سال کے عرصے میں یہ علاقے ان کا وطن بن گئے۔ اور وہ نسل جو یہاں پیدا ہوئی اور پلی بڑھی اس کے لیے "شمال" کا تصور ایک دُور دیس کے تصور سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ خلجیوں کے زوال کے بعد جب تغلقوں کی سلطنت قائم ہوئی اور محمد تغلق (۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء - ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء) کا دورِ حکومت آیا تو اس نے بھی علاء الدین خلجی کے قائم کردہ امیرانِ صدہ کے نظام کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اسے زیادہ مضبوط و موثر بنایا اور ساتھ ساتھ سلطنت میں مزید استحکام پیدا کرنے کے لئے دولت آباد (دیوگری) کو ۷۲۸ھ/۱۳۲۷ء میں اپنا پایۂ تخت بنایا۔ اب غور کیجیے کہ جب علاء الدین خلجی نے شمالی ہند کے بے شمار خاندانوں کو دکن، گجرات اور مالوہ میں حکمران بناکر آباد کیا اور محمد تغلق دلّی کو اٹھا کر دولت آباد لے گیا تو وہاں تہذیبی، معاشرتی اور لسانی سطح پر کیا کیا تبدیلیاں نہ آئی ہوں گی۔

رفتہ رفتہ دکن، گجرات اور مالوہ میں "امیرانِ صدہ" ایک نئی طاقت بن گئے اور ان کی حیثیت ایک بڑے، متحد اور گُتھے ہوئے خاندان کی سی ہو گئی۔ وہ نہ صرف آپس میں شادی بیاہ کرتے بلکہ وقت پڑنے پر ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے۔ محمد تغلق کی سختی مزاج اور جابرانہ روش کے باعث امیرانِ صدہ محمد تغلق سے ناراض ہو کر اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے لگے۔ بغاوتوں کا یہ سلسلہ پھیلتا اور بڑھتا گیا اور یہ سارے علاقے اس کی لپیٹ میں آگئے۔ یہ بغاوت یہاں تک بڑھی کہ جب مُلا نظام الدین، ملک احمد چین اور ملک علی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ امیرانِ صدہ فراہم کریں تو امیرانِ صدہ نے، جن میں اسمٰعیل مخ اور حسن ظفر خاں بھی شامل تھے، ملک احمد و ملک علی کو قتل کر دیا اور مُلا نظام الدین سے قلعہ اور خزانے کی کنجیاں چھین کر قبضہ کر لیا[۱] اور اسمٰعیل مخ کو اپنا بادشاہ بنالیا جو ناصر الدین شاہ کے لقب سے تختِ سلطنت پر متمکن ہو گیا۔ دو سال بعد جب دلی کی فوجیں شکست کھا کر واپس ہو گئیں تو سب امیرانِ صدہ نے اپنے متفقہ فیصلے سے حسن ظفر خاں کو ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء میں اس نئی سلطنت کا تاجدار بنا دیا[۲]۔ حسن ظفر خاں، جو علاء الدین خلجی کے مشہور جنرل ظفر خاں کا بھانجا تھا[۳] اور ملتان سے چل کر دہلی آیا تھا اور ترقی کر کے امیر صدہ بنا کر دکن بھیجا گیا تھا، "علاؤ الدین حسن بہمن شاہ" کا لقب اختیار کر کے تختِ سلطنت پر جلوہ افروز ہو گیا۔ اسی کے ساتھ شہنشاہ بابر کی آمد سے تقریباً پونے دو سو سال پہلے، سرزمینِ دکن پر ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد پڑ گئی[۴]۔ یہ واقعہ محمد تغلق کی زندگی ہی میں اس کی آنکھوں کے سامنے

---

[۱] تاریخ بہمنی سلطنت ـ عبدالمجید صدیقی ص۳۰-۵۰ ـ ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد دکن۔

[۲] ـ ایضاً ص۶۱

[۳] ـ محبوب الوطن تذکرۂ سلاطینِ دکن حصہ اول۔ عبدالجبار خاں۔ مطبع فخر نظامی حیدرآباد ص۵

[۴] برہان مآثر تالیف سید علی طباطبا۔ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدرآباد دکن۔

پیش آیا۔ اس زمانے میں شمالی انتشار کا شکار تھا۔ تغلقوں کے بعد سیدوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس کے بعد لودھی بادشاہ بن بیٹھے۔ ۸۰۱ھ / ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور کے حملے نے شمالی ہند کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اگر اس وقت سارے برصغیر میں کوئی قابلِ ذکر سلطنت باقی رہ گئی تھی تو یہی بہمنی سلطنت تھی۔ ان تمام واقعات نے شمال کے بہت سے خاندانوں کو مجبور کیا کہ وہ ہجرت کر کے ان علاقوں میں چلے آئیں جہاں امن و امان اور معاشی خوشحالی میسر تھی۔ اس عرصے میں لاتعداد خاندان' اہلِ ہنر' علما و فضلا گجرات' دکن اور مالوہ چلے آئے[1] خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بھی دہلی سے گلبرگہ ۸۰۱ھ / ۱۴۰۳ء میں پہنچے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ اس وقت بہمنی سلطنت کا آٹھواں بادشاہ فیروز شاہ بہمنی تختِ سلطنت پر متمکن تھا اور بانیٔ بہمنی سلطنت ــــ "علاء الدین حسن بہمنی شاہ" کی وفات کو صرف ۴۵ سال کا عرصہ گزرا تھا۔

اس تاریخی پس منظر میں اب مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کو دیکھیے۔ اس میں کہیں تاریخ تصنیف درج نہیں ہے لیکن مثنوی میں یہ دو مقامات قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ "نعت رسول" کے بعد "مدح سلطان، علاء الدین بہمنی نور اللہ مرقدہٗ" کے عنوان کے تحت مثنوی میں مدحیہ اشعار آتے ہیں جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

بڑا شاہ وہ شاہ جس شاہ جگ ۔۔۔ رہیں سیو تے جس نوم تس پائے لگ (شعر ص ۵۲)

۲۔ بارہ اشعار کے بعد اسی "مدح" میں یہ شعر ملتے ہیں۔

شہنشہ بڑا شاہ احمد کنوار ۔۔۔ پرت پال سنسار کرتار ادھار ۶۴
دھنیں تاج کا کون راجا ابھنگ ۔۔۔ کنور شاہ کا شاہ احمد ابجنگ ۶۵
لقب شہ علی آل بہمن دلی ۔۔۔ دلی تھی بہت بدھ تدا گلی ۶۶
جہانگیر توں شاہ گڑوا گہیر ۔۔۔ سمندر متوکت سمندر سریر ۶۷

ان اشعار سے نصیر الدین ہاشمی مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "علاء الدین بہمنی کا انتقال ہو چکا تھا اور اشعار ماقبل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ احمد شہزادہ تھا۔"[2] پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "مثنوی علاؤ الدین بہمنی کے انتقال کے بعد لکھی گئی ہے اور اس کا ولی عہد احمد تھا۔ خاندانِ بہمنی کے سلسلے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سوائے گیارھویں حکمران علاء الدین ہمایوں شاہ کے کوئی ایسا حکمران نہیں ہوا جس کا لقب علاء الدین ہو اور احمد شاہ اس کے ولی عہد کا نام ہو۔ یہ احمد شاہ ثالث ۸۶۵ھ ــــ ۸۶۷ھ تک حکمراں رہا ہے۔ اس لئے اس مثنوی کی تصنیف بھی اسی زمانہ میں قرار دینی چاہیے۔"[3] پھر خود ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ "اگرچہ تاریخ فرشتہ میں احمد شاہ ثالث

۱۔ خاتمہ مرآۃ احمدی مصنفہ مرزا محمد حسن علی محمد خان بہادر ص ۳۲ مطبوعہ بیپٹسٹ مشن پریس کلکتہ سنہ ۱۹۲۸ء

۲۔ دکن میں اردو ص ۴۳ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۶۰ء

۳۔ ایضاً ص ۳۵

کا لقب نظام شاہ بہمنی لکھا ہے مگر جو سکے ۸۶۵ھ سے ۸۶۷ھ تک مضروب ہوئے ہیں ان پر بادشاہ کا نام احمد شاہ مسکوک ہے۔[1] مولوی عبدالحق کا بھی یہی خیال ہے۔[2]

سعادت مرزا صاحب کا خیال یہ ہے کہ "بہر حال نظامی کا علاء الدین احمد شاہ ثانی (۸۳۸ھ - ۸۶۲ھ) کا معاصر ہونا قطعی ہے۔ علاء الدین حسن گنگو بہمنی کے دور سے اس کا تعلق نہیں اس لئے کہ حسن گنگو بہمنی کے بیٹوں میں احمد شاہ نامی کوئی شہزادہ نہیں تھا البتہ احمد شاہ ولی البہمنی اس کا پوتا اور اس سلسلہ کا نواں بادشاہ تھا۔[3]"

جناب افسر صدیقی امروہوی کا خیال یہ ہے کہ "نظام شاہ صرف دو سال بادشاہ رہا ..... اور اس دو سال کی مدت میں دو جنگیں ہوئیں ..... بادشاہ اور اس کے حواریوں کو اتنی فرصت کہاں ملی ہوگی کہ علمی و ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ نظام شاہ کی خُرد سالی میں اس کی والدہ مخدومہ جہاں اور خواجہ محمود گاواں تمام امور سلطنت کے منتظم و مہتمم تھے۔ نظامی اگر اس عہد میں ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ کا ذکر تو کرتا اور ان شخصیتوں کو نظر انداز کر دیتا جو در اصل مُہماتِ ملکی کی سربراہ تھیں۔ تاریخ فرشتہ کا آغاز ۹۹۸ھ میں بیجاپور میں ہوا۔ کیا اتنی سی مدت میں بہمنی سلاطین کے سکے اس قدر نایاب ہو گئے تھے کہ فرشتہ کو ایک بھی نہ مل سکا جس کے سہارے وہ نظام شاہ کا نام احمد شاہ تحریر کر کے غلط فہمی کی بنیاد چھوڑ جاتا۔[4] اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "ایک وہ احمد شاہ جیسے بڑا شہنشاہ اور ولی کہا گیا ہے۔ دوسرا یہ وہ احمد شاہ جیسے بادشاہ کا کنور ظاہر کیا گیا ہے۔[5]"

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی کو اس بات سے اختلاف نہیں ہے کہ یہ مثنوی بہمنی دور میں لکھی گئی ہے۔ البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ کس بادشاہ کے دور میں لکھی گئی۔ ہاشمی صاحب اور عبدالحق صاحب اس مثنوی کی تصنیف کا زمانہ ۸۶۵ھ اور ۸۶۷ھ کا درمیانی عرصہ بتاتے ہیں اور افسر صدیقی صاحب ۸۲۵ھ اور ۸۳۸ھ کے درمیان کا زمانہ بتلاتے ہیں۔[6] فرق صرف چالیس سال کا ہے۔ آیئے اب ہم دیکھیں کہ نئی معلومات کی روشنی میں اصل حقیقت کیا ہے ؟

۱۔ افسر صدیقی صاحب کی یہ دلیل کہ نظامی اگر اس عہد میں ہوتا تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ کا ذکر تو کرتا

---

[1] دکن میں اردو ص۳۵ اردو اکیڈیمی سندھ کراچی ۱۹۶۰ء

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد دوم ص۳۳۰ طبع اول ۱۹۶۶ء

[3] سہ ماہی اردو ادب علی گڑھ سنہ ۱۹۶۲ء شمارہ ۲ صفحہ ۴۴

[4] مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول ص۳۶۷ مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی سنہ ۱۹۶۵ء

[5] ایضاً ص۳۶۸

[6] ایضاً ص۳۶۹

اور ان شخصیتوں کو جو منتظم و مہتم تھیں یعنی ملکہ مخدومۂ جہاں اور خواجہ محمود گاواں کو نظر انداز کر دیتا اس لیے زیادہ قابلِ قبول نہیں ہے کہ مثنوی ناقص الاوسط ہے۔ مخطوطہ کے ص[۱] کے بعد ہی جس پر مدحیہ اشعار ملتے ہیں، تسلسل قائم نہیں رہتا۔ اس نامکمل مدح کے پیشِ نظر یہ فیصلہ کرنا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

۲۔ ہاشمی صاحب کا یہ کہنا کہ سوائے گیارھویں حکمران علاء الدین ہمایوں شاہ کے کوئی اور ایسا حکمران نہیں ہوا جس کا لقب علاء الدین اور احمد شاہ اس کے ولی عہد کا نام ہو، اس لیے قابلِ قبول نہیں ہے کہ وہ اپنی تردید بھی یہ کہہ کر خود ہی کر دیتے ہیں کہ "اگرچہ تاریخِ فرشتہ میں احمد شاہ ثالث کا لقب نظام شاہ بہمنی لکھا ہے" اور وہ قریب ترین معاصر تاریخ کو چھوڑ کر صرف سکّوں کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ

۱۔ اس دَور کے قریب ترین مورخ فرشتہ کو صرف سکّوں کی بنیاد پر کیوں اور کیسے رد کر دیا جاتا ہے؟

۲۔ برہانِ مآثر کا مصنف سید علی طباطبائی، جو فرشتہ کا ہم عصر ہے، کہیں نظام شاہ کو احمد شاہ ثالث نہیں لکھتا بلکہ "سلطان نظام شاہ ابن سلطان ہمایوں شاہ"[۱] لکھتا ہے۔ پھر سلطان نظام شاہ کو احمد شاہ ثالث کیسے مان لیا جائے؟

۳۔ بہمنی سلطنت کا پہلا بادشاہ علاء الدین حسن بہمن شاہ (۷۴۸ھ — ۷۵۹ھ) ہے۔ اس کے چار بیٹے تھے — محمد شاہ اول (۷۵۹ — ۷۷۶ھ)، داؤد شاہ (۷۷۹ — ۷۸۰ھ)، احمد خاں اور محمود خان۔ علاء الدین بہمنی کے بعد محمد شاہ اول تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد محمد شاہ کا بیٹا مجاہد شاہ (۷۷۶ھ — ۷۷۹ھ) اور پھر محمد شاہ کا بھائی داؤد شاہ۔ اس کے بعد شمس الدین ۷۹۹ھ پھر غیاث الدین ۷۹۹ھ، پھر آٹھواں بادشاہ فیروز شاہ ہوا جو احمد خاں کا بیٹا تھا اور علاء الدین بہمنی، بانیٔ سلطنت کا پوتا تھا۔ احمد خاں کے دو لڑکے تھے — ایک فیروز شاہ اور دوسرا احمد شاہ ولی بہمنی جو فیروز شاہ سے سلطنت حاصل کر کے بادشاہ بنا اور جس پر خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بہت مہربان تھے۔[۲]

اب ان معلومات کی روشنی میں وہ شعر پڑھیے جو مثنوی میں "مدح سلطان علاء الدین بہمنی"[۳] کے تحت لکھے گئے ہیں اور جو اوپر نقل کیے جا چکے ہیں۔ ان اشعار میں دو احمد بیان ہوئے ہیں۔ ایک وہ احمد شاہ جسے بڑا شہنشاہ ظاہر کیا گیا ہے اور دوسرا وہ احمد جسے بادشاہ کا کنور ظاہر کیا گیا ہے اور جس کا لقب احمد ولی بہمنی بتایا گیا ہے۔[۳] اس لحاظ سے تاریخ کی ورق گردانی کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی احمد شاہ ولی البہمنی ہے جو احمد خاں کا بیٹا اور علاء الدین حسن بہمنی، بانیٔ سلطنت کا پوتا ہے۔ تذکرہ سلاطین دکن[۴] میں مذکور ہے کہ:۔

---

[۱] برہان مآثر۔ ص۴۶ مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن۔

[۲] تاریخ فرشتہ (ترجمہ اردو) ص۴۹۵ و ص۵۰۲ جلد اول۔ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

[۳] مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول ص۳۶۵ مرتبہ افسر صدیقی امروہوی۔

[۴] تذکرہ سلاطین دکن از عبدالجبار خاں ص۵۳۳ مطبوعہ فخر نظامی حیدر آباد۔

"چونکہ احمد شاہ بہمنی ولی مشہور تھا۔ زندگی میں تمام اس کی ولایت کو مانتے تھے۔ مرنے کے بعد زندگی سے زیادہ اس کی ولایت کی قدر کرنے لگے"۔[1]

ان تمام شواہد کی روشنی میں اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسی احمد شاہ ولی البہمنی کے دورِ حکومت (۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء — ۸۳۹ھ/۱۴۳۵ء) میں اردو زبان کی یہ پہلی معلوم مثنوی کدم راؤ پدم راؤ لکھی گئی۔

مخطوطہ کے ص۳ پر بانیٔ سلطنت "سلطان علاء الدین بہمنی نور اللہ مرقدہٗ" کی مدح میں اشعار لکھے گئے ہیں اور ساری انجمن اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ یہ مدح بھی پوری نہیں ہے۔ بیچ کے صفحات مخطوطے سے غائب ہیں لیکن جتنے اشعار موجود ہیں ان میں بھی بانیٔ سلطنت کی تعریف کرتے کرتے احمد شاہ ولی البہمنی اور اس کے والد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ اشعار اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آئندہ اس بادشاہ کی تعریف میں اشعار آئیں گے۔

گمانِ غالب ہے کہ یہ مثنوی بیدر میں لکھی گئی ہو اس لئے کہ احمد شاہ ولی نے ۸۳۴ھ/۱۴۳۰ء میں اپنا دارالسلطنت گلبرگہ کے بجائے بیدر کو بنایا تھا۔ اگر یہ بیدر میں لکھی گئی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ نظامی نے اسے ۸۳۴ھ/۱۴۳۰ء اور ۸۳۹ھ/۱۴۳۵ء کے درمیانی عرصہ میں تصنیف کیا۔ یہ علاقہ کنڑی کا علاقہ ہے لیکن مرہٹی کا اثر بھی اس علاقے کی زبان پر موجود ہے۔

مثنوی کا نام

اس مثنوی کا اصل نام کیا تھا یہ بھی اس وجہ سے معلوم نہیں ہے کہ مثنوی کے ابتدائی اور آخری صفحات غائب ہیں۔ مثنوی کے دو کردار ہیں۔ ایک کدم راؤ جو راجہ ہے۔ دوسرا پدم راؤ جو وزیر ہے۔ مولانا نصیر الدین ہاشمی نے انہی کرداروں کی مناسبت سے اس کا نام مثنوی کدم راؤ پدم راؤ رکھ دیا ہے اور یہ مثنوی اب اسی نام سے مشہور ہے۔ ہاشمی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ایک مثنوی جو کدم راؤ پدم راؤ سے موسوم تھی ہم نے لطیف الدین ادریسی مرحوم تاجر کتب کے پاس دیکھی تھی اور اسی زمانہ میں اسکے نوٹ اخذ کئے تھے۔ ممکن ہے نواب سالار جنگ مرحوم کے مخطوطات میں موجود ہو"۔ لیکن کتب خانہ سالار جنگ کی وضاحتی فہرست کی اشاعت کے بعد اب یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ وہاں بھی اس مثنوی کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ہاشمی صاحب کے اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود تاجر کتب نے اس مثنوی کا نام "کدم راؤ پدم راؤ" رکھ دیا تھا۔ اور یہی نام ہاشمی صاحب نے قبول کر لیا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو پاکستان کا یہ نسخہ وہی ہو جسے نصیر الدین ہاشمی نے لطیف الدین ادریسی کے پاس دیکھا تھا۔

---

[1] دکن میں اردو ص۳۴

نام وحالاتِ مصنف

مخطوطہ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کے مصنف کا نام فخر دین اور تخلص نظامی تھا۔ مثنوی میں کئی جگہ اس نے اپنا نام اور تخلص ساتھ ساتھ استعمال کیا ہے اور التزام یہ رکھا ہے کہ پہلے ایک شعر میں وہ خود کو اپنے پورے نام فخر دیں سے مخاطب کرتا ہے اور ایک یا دو شعر کے بعد وہ اپنا تخلص لاتا ہے۔ کئی جگہ اس نے صرف اپنا نام فخر دین استعمال کیا ہے مثلاً ص۲۲ کا یہ شعر دیکھیے:

کہے فخر دیں ایک ساچا بچن ✦ پہلے پڑ کھنے جے کرے کوئی کن

اسی طرح ص۵۸ پر بھی وہ صرف فخر دیں لاتا ہے۔

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہ سدھ ✦ پدم مکھ باچے کدم کون بدھ

ص۱۱۵ پر پہلے شعر میں فخر دیں اور اس کے فوراً بعد دوسرے شعر میں اپنا تخلص لاتا ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

تہیں فخر دیں دیکھ انیاد راد ✦ کرن دو دس دھن پہ ہری ڈکھ لاؤ

نظامی دھرو دکھ کیوں راودے ✦ کہ پت ورت گن بات دھن سو کئے

ص۵ پر بھی نام اور تخلص دو اشعار میں اوپر نیچے آئے ہیں۔

سنو فخر دیں اب کسی سنو رے ✦ الوالامر اپنا اسی سنو رے

نظامی جبیں اوپر پھیری یک جھک ✦ رتن لال موتی بھرے تس مکھ

ص۳ پر یہ دو شعر ملتے ہیں:

سنوئے فخر دیں توں بسرا نکھیا ✦ محمد نبی خاتم انبیا

نظامی گنہگار جس یار ہوئے ✦ سنبار سن نفز گفار ہوئے

یہ انداز تخاطب آج بھی پنجاب میں رائج ہے اور اکثر قدیم شعرائے پنجاب اپنے کلام میں خود کو اسی طرح مخاطب کرتے ہیں۔ اسی طرح فخر دیں قسم کے نام آج بھی پنجابی مسلمانوں میں عام ہیں۔ پرت نامہ (قبل ۹۰۳ھ) کے مصنف فیروز کا نام بھی قطب دین تھا جیسا کہ خود اس نے ایک شعر میں ظاہر کیا ہے:

مجے ناؤں ہے قطب دیں قادری ✦ تخلص سو فیروز ہے بیدری

ان شواہد کی روشنی میں کہ جب مصنف نے خود اپنا نام بار بار فخر دیں لکھا ہے اسے "فخر الدین" لکھنا صحیح نہیں ہے۔[۱]

---

[۱] بابائے اردو مولوی عبدالحق مرحوم نے خود اپنے قلم سے اس مخطوطہ پر مصنف کا نام فخر الدین لکھا ہے اور اپنے مضمون "اردو" مطبوعہ دائرۂ معارف اسلامیہ ص۲۳ مطبوعہ لاہور میں بھی یہی لکھا ہے کہ "مصنف کا نام فخر الدین نظامی تھا" جو یقیناً صحیح نہیں ہے۔

نظامی کی زندگی کے حالات کسی تذکرہ و تاریخ میں نہیں ملے۔ مثنوی کی داخلی شہادت کے پیشِ نظر صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ احمد شاہ ولی البہمنی کے زمانہ میں بیدر میں تھے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دربار سے وابستہ تھے یا نہیں۔ وہ فارسی داں ضرور تھے اس لئے کہ مثنوی کے سارے عنوانات فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ قدیم شعرا میں بھی کسی اور شاعر کا نام نظامی نہیں ملتا سوائے ایک نظامی کے جس نے "خوفنامہ"[۱] تصنیف کیا تھا جس میں روزِ قیامت اور میدانِ حشر کے حالات کو بیان کر کے درسِ اخلاق دیا گیا ہے۔ "خوفنامہ" کے زبان و بیان کو دیکھتے ہوئے بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ خوفنامہ اس نظامی کا نہیں ہے جس نے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ لکھی ہے۔ "خوفنامہ" اس دَور کی تصنیف ہے جب اُردو نے ہندی روایت کے سارے امکانات جذب کر کے فارسی روایت کے راستے پر چل چکی تھی۔

اشعار کی تعداد

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی اشاعت کے بعد یہ بات اب اختلافی نہیں رہتی کہ مثنوی میں اشعار کی تعداد کتنی ہے؟[۲] جیسا کہ متن سے ظاہر ہے اس مثنوی میں اشعار کی تعداد ۱۰۳۲ ہے اور ۱۰۳۳واں شعر نامکمل ہے۔ اس کے بعد کے اشعار ضائع ہو گئے ہیں۔

مثنوی اور اس کا خلاصہ

مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" اپنی ہیئت کے اعتبار سے فارسی مثنوی کی مقررہ ہیئت اور "فعولن فعولن فعولن فعل" کے وزن میں لکھی گئی ہے۔ آخری رکن کہیں کہیں "فعل" کی جگہ "فعول" ہو گیا ہے۔ یہ تبدیلی قانونِ اوزان و بحور کے مطابق ہے۔ حسبِ قاعدہ پہلے حمد آتی ہے۔ پھر نعت رسول اور اس کے بعد بانیٔ سلطنت بہمنی کی مدح آتی ہے۔ چونکہ مدح کے اشعار بھی مخطوطہ میں پورے نہیں ہیں اور مدح کے بعد کے بھی کئی صفحات کم ہیں اس لیے فوراً قصہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا سوال تھے جو راجہ کدم راؤ نے اپنے وزیر پدم راؤ سے پوچھے تھے۔ مخطوطے کے صفحات بیچ بیچ میں غائب ہونے کی وجہ سے قصہ کا تسلسل بھی بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔

قصہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ کدم راؤ (راجہ) اپنے وزیر (پدم راؤ) سے کہہ رہا ہے کہ بغیر سوچے سمجھے بات کرنا

---

[۱] خوفنامہ (قلمی) مخزونہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

[۲] ہاشمی صاحب نے اشعار کی تعداد ۱۰۲۵ بتائی ہے (دیکھیے مقالاتِ ہاشمی) سخاوت مرزا صاحب نے ۱۰۴۰ بتائی ہے (دیکھیے سہ ماہی اردو ادب علی گڑھ ۱۹۶۰ ص ۳)۔ افسر صدیقی صاحب نے ۱۰۳۹ بتائی ہے (دیکھیے مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول ص ۳۴۳)۔

اچھا نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ تجھ سے کہا ہے (وہ کیا کہا تھا اشعار کے بیچ میں سے ضائع ہو جانے کے باعث معلوم نہیں کیا جاسکتا) اس پر اچھی طرح غور کر کے مجھے جواب دے۔ اگر تو اپنی خطا بخشوانا چاہتا ہے اور بعد میں پچھتانا نہیں چاہتا تو صحیح صحیح جواب دے۔ یہ بات کہہ کر راجہ محل میں چلا گیا۔ وہ اتنا غصہ میں تھا کہ اسنے یہ بھی نہیں دیکھا کس نے سلام کیا اور کس نے سلام نہیں کیا۔ میں بھرا ہوا راجہ محل میں جا کر سنگھاسن پر بیٹھ گیا۔ اس کی اس حالت کو دیکھ کر محل کی رانیاں اور کنیزیں گھبرا گئیں۔ پہر رات گئے تک اس کی یہی حالت رہی۔ کوئی عورت اُسے رام نہ کر سکی۔ جب رانی نے اس کا ہاتھ ڈرتے ڈرتے پکڑا تو راجہ کدم راؤ نے کہا کہ اور باتیں چھوڑ اور یہ بتا کہ ناگن نے کیا چھند کیا تھا۔ کدم راؤ نے رانی سے یہ بھی کہا کہ کسی غیر عورت کے ساتھ برا کام کرنے سے زیادہ برا دنیا میں کوئی اور کام نہیں ہے۔ اُسی کا نام دونوں جہاں میں روشن ہوتا ہے جو پرائی عورت کو اپنی ماں بہن سمجھتا ہے۔

"پھر گفتن کدم راؤ با ناگنی" کی سُرخی آتی ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ قصے کے لحاظ سے گفتن پدم راؤ با ناگنی" ہونا چاہیئے۔ ناگنی سے بات کر کے پدم راؤ کدم راؤ کو ختم کرنے کے لیے دبے پاؤں جاتا ہے۔ اسنے دیکھا کہ اس کے سرھانے پان پھول رکھے ہیں۔ وہ اس خیال سے اس میں جا بیٹھا کہ جیسے ہی راجہ پھول پان کی طرف رُخ کرے گا وہ اُسی وقت اُسے کاٹ کھائے گا۔ پدم راؤ ابھی اسی خیال میں تھا کہ اتنے میں رانی کدم راؤ کے پاس گئی اور اس کے پاؤں دبانے لگی۔ پاؤں دبانے سے راجہ کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ڈری ہوئی تو تھی ہی۔ کہنے لگی کہ ہماری زندگی تمہاری محبت پر قائم ہے۔ اگر راجہ کھل کر بات کرے تو میں اس کا صحیح جواب دوں۔

کدم راؤ نے رانی سے کہا — سُنا تھا کہ عورت بہت فریب جانتی ہے۔ ایسا فریب آج پہلے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں اس وقت سے بہت حیران و پریشان ہوں۔ بھلا کہاں اچھی ذات کی ناگن اور کہاں ادنیٰ ذات کا سانپ۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ناگن کوڑیال سے "میل کھا رہی" ہے۔ خدا نے مجھے حاکم بنایا ہے۔ میں اس بات کو برداشت نہ کر سکا۔ اور تلوار لے کر اسی وقت سانپ کو مار ڈالا لیکن ناگن جان بچا کر بھاگ گئی اور میری تلوار سے اس کی دُم کٹ گئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے عورت پر بھروسا نہیں رہا۔ اس واقعہ کے بعد سے اے رانی! مجھے تیرا اعتبار بھی نہیں رہا۔ سونے کی چھُری بھی پیٹ میں نہیں ماری جاتی۔ سانپ کا ڈسا ہوا رسّی سے بھی ڈرتا ہے۔ اور دودھ کا جلا چھاچ کو بھی پھونک مار مار کر پیتا ہے۔ رانی نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ اگر راجا سُنے تو میں کچھ عرض کروں۔ جو کچھ تو نے کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اگر میرا کوئی قصور ہے تو میں جان دینے کو تیار ہوں۔ لیکن دوسرے کا قصور مجھ پر نہ ڈالا جائے۔ بُرائی بھلائی دنیا میں ساتھ ساتھ ہیں۔ چاند اتنا حسین ہے لیکن اس میں بھی داغ ہے۔ کون سا مرد ہے جس کا پاؤں نہیں ڈگمگاتا اور کون سا درخت ہے جو ہوا سے بچ رہتا ہے۔ تمام پتھر ایک قیمت کے نہیں ہوتے۔ سب عورتوں کو ایک جیسا نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگر تو اُپواس رکھے گا تو رعایا بھی بھوکوں مرے گی اور محل بھی فاقہ کرے گا۔ کیا تو نے نہیں سُنا کہ جان خوش تو جہان خوش۔ نہ تیرا کوئی عقلمند بیٹا ہے اور نہ کوئی دوست ہے۔ آخر تیرا راج کون سنبھالے گا؟

جو کچھ تونے دیکھا وہ گزر چکا اور جو نقش و نام ہیں وہ بھی نہیں رہیں گے۔ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیئے جس کے بدلے میں بھلائی حاصل ہو۔

کدم راؤ نے کہا کہ اے رانی! تونے شوہر پرستی کی جو بات کہی وہ بالکل سچ ہے لیکن ٹوٹے ہوئے دل کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ٹوٹے ہوئے ہاتھ کو کانپ (پتلی سی بانس کی لکڑی) سے باندھا جا سکتا ہے لیکن ٹوٹے ہوئے دل کو کسی چیز سے بھی سہارا نہیں دیا جا سکتا۔ پاپ اگر میرا باپ بھی کرے تو مجھے پسند نہیں۔ مجھے سکھ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کسی کو سچائی پر چلتا ہوا دیکھتا ہوں۔ عورت اسی وقت تک عقلمند رہتی ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد کو نہ دیکھے۔ مرد عورت کے چھل فریب سے واقف نہیں ہے۔ وہ ظاہر میں محبت جتاتی ہے مگر دل میں دشمنی رکھتی ہے۔ اس عورت کا مرجانا بہتر ہے جو اپنے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد کا تختۂ مشق بنے۔ رانی نے کدم راؤ کی بات سُنی ۔۔۔۔۔۔ (یہاں تسلسل ٹوٹ جاتا ہے)

کدم راؤ نے پدم راؤ سے کہا کہ آج میرا تماشا دیکھ۔ اس وقت وہاں کدم راؤ اور پدم راؤ کے سوا دوسرا کوئی نہیں تھا۔
کدم راؤ نے اپنے وزیر سے کہا کہ میں دوست اس شخص کو جانتا ہوں کہ جو لالچ کے بغیر دوستی نبھائے۔ تیرا ایک فقرہ بھی میرے لیے سوا لاکھ کے برابر ہے۔ تو سیانا اور عقلمند ہے اس لیے یہ بات اگر میں تجھ سے نہ کہوں تو پھر کس سے کہوں۔ گنوار آدمی سے بات کہنے کی وہی صورت ہے جیسے پنجرے میں سے ہوا اور چھلنی میں سے پانی نکل جاتا ہے۔

پدم راؤ کدم راؤ کی زبان سے یہ باتیں سُنکر خوش ہوا اور کہا کہ اگر راجہ مجھ پر پورا بھروسا اور اعتماد رکھتا ہے تو میرے ماتھے پر کستوری ملے تاکہ میں اپنے گھرانے میں عزت کے ساتھ واپس جاؤں اور دنیا میں میرا نام روشن ہو۔ کدم راؤ نے اسکی پیشانی پر کستوری ملی اور اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پہلے ناگ کے سر پر پدم نہیں تھا۔ یہ اسی وقت سے پیدا ہوا جب کدم راؤ نے اپنا ہاتھ پدم راؤ کے سر پر رکھا۔

پدم راؤ کھڑا ہوا اور راجہ سے عرض کی کہ سُنا ہے کل سے آپ فاقہ کشی (اُپاس) کرنے والے ہیں۔ اگر آپ ایک دن بھی کسی رنج سے بھوکے رہیں گے تو ملک خراب اور "ہیرا نگر" (کدم راؤ ہیرا نگر کا راجہ تھا) برباد ہو جائے گا۔ اگر آپ بھوجن کریں گے تو مجھے سُکھ ہوگا۔ آج برت رکھنا اچھا نہیں ہے اور جو اس بات کو اچھا کہتا ہے وہ آپ کا دشمن ہے۔ اگر آپ خوشی کے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے تو میں اپنے گھر نہیں جاؤں گا۔

کدم راؤ نے کہا کہ اے پدم راؤ! تو اگر سچ مانے تو کہوں کہ میں اب تک پردیسیوں کی خدمت سے محروم ہوں۔ حالانکہ ہمیشہ سے ہمارا یہی قاعدہ رہا ہے۔ سا سان و جم بھی اسی ریت پر چلتے رہے ہیں۔ کسی پردیسی کو لے کر آؤ کہ میں اس کی خدمت کروں اور دان دوں۔

پدم راؤ نے عاجزی سے کہا کہ دنیا کے چلنے پھرنے والوں کو اپنے پاس مت بلاؤ کہ یہ آس دے کر نراس کر جاتے ہیں ان لوگوں کی عادتیں خراب ہوتی ہیں۔ میں یہ بات ہمدردی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ کدم راؤ یہ بات سُنکر بگڑ گیا اور کہا کہ

تو مسافروں اور پردیسیوں کو بُرا کیوں کہتا ہے۔ اُن سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ میرے سامنے اُن کی کیا حقیقت ہے۔ تو اس کی فکر نہ کر اور ایک مسافر کو بلا کر لا۔

پدم راؤ چھت تک اونچا ہوا اور بہر رات تک عاجزی کرتا رہا۔ اسنے بار بار یہی کہا کہ اے راجہ میری بات مان لے۔ یہ لوگ تیرے سامنے تجھے چاند سورج قرار دیتے ہیں لیکن دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ کسی سادھو کو اپنے پاس نہ بلا۔ جوگی لوگ بغیر شراب اور گوشت کے نہیں رہتے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے بھی اسی راہ پر نہ ڈال دیں۔ اس میں گھڑی بھر کا سکھ ہے لیکن اسکے خمار کا دُکھ زیادہ بھاری ہوتا ہے۔

پدم راؤ نے کہا کہ میں ایک عرض اور کرتا ہوں۔ کدم راؤ نے جواب دیا۔ تیری بات کو اسی طرح چھپاؤں گا جس طرح سمندر میں موتی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ پدم راؤ نے کہا ہمیں دُنیا سے کیا غرض ہے۔ ہمیں تو صرف آپ سے کام ہے۔ آپ کے سوا ہمیں کون پال سکتا ہے۔ کدم راؤ اس بات سے بہت خوش ہوا اور اپنے وزیر کو بڑا قیمتی لباس عطا کیا۔ کدم راؤ نے کہا کہ پورے خاندان کو بلا کر انھیں خلعت دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پدم راؤ نے سارے خاندانِ شاہی کو بلایا اور ہر ایک کو مرتبے کے موافق سرفراز کیا۔ اس کے بعد کدم راؤ نے کہا کہ کسی پردیسی کو بلا کر مہمان داری بھی کرنی چاہیے۔ اہلِ دربار میں سے ایک نے کہا کہ باہر سے مچھندر کا بیٹا اگھور ناتھ آیا ہوا ہے۔ بہت بڑا جوگی ہے اور بہت سے علوم سے واقف ہے۔ وہ یقیناً آپ کے دربار کے لائق ہے۔ راجہ نے یہ سنکر جواب دیا کہ اسے فوراً حاضر کیا جائے۔ وہ آدمی اسی وقت اگھور ناتھ کے پاس گیا اور کہا کہ جلدی چل۔ تجھے راجہ نے طلب کیا ہے۔ اگھور ناتھ راجہ کے دربار میں حاضر ہوا تو راجہ نے پوچھا کہ تو نے کون کون سے ملک دیکھے ہیں۔ اگھور ناتھ نے اس بات کے جواب میں بے حد لاف زنی کی اور راجہ کو ایسا مسحور کیا کہ وہ اس کا گرویدہ ہو گیا۔ چند ہی روز میں راجہ کا یہ حال ہو گیا کہ اسے جوگی کے بغیر چین نہ پڑتا تھا۔ جب جوگی نے راجہ سے کہا کہ میں لوہے کو سونا بنا سکتا ہوں تو کدم راؤ نے لوہے کا ڈھیر جمع کر دیا جسے اگھور ناتھ نے سونا بنا دیا۔ کدم راؤ اس کا اور بھی گرویدہ ہو گیا۔ اب وہ جوگی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ اگھور ناتھ نے اس کے بعد راجہ کو "دھنور بید" کی تعلیم دی جسے کدم راؤ نے ایک مہینے میں سیکھ لیا۔ اُدھر رعایا حیران تھی کہ آخر راجہ نے ایک جوگی کی صحبت کیوں اختیار کر لی ہے۔

ایک دن اگھور ناتھ نے کہا کہ اے راجہ! "دھنور بید" تو معمولی بات ہے۔ میں تو آپ کو "امر بید" بھی سکھا سکتا ہوں مگر مجھے قول دینا ہوگا کہ کسی دوسرے کو آپ نہیں بتائیں گے۔ یہ کہہ کر اگھور ناتھ نے راجہ سے کہا کہ اگر عجائبات دیکھنے ہیں تو ایک جانور لے کر آیئے۔ راجہ محل میں گیا اور وہاں سے ایک طوطا لے کر آیا جسے رانی نے بڑی محبت سے پالا تھا۔ راجہ اُسے کھیل کھلاتا، اپنے ہاتھ میں لیے جوگی کے پاس آیا۔ اگھور ناتھ نے کہا کہ اے راجہ اب اس کا گلا دبا ڈال۔ میں ابھی کرامات دکھاتا ہوں۔ راجہ نے ایسا ہی کیا۔ طوطا مر گیا اور سادھو نے اپنی روح طوطے کے جسم میں داخل کر دی اور اڑ کر راجہ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ طوطے نے کہا کہ راجہ! بتا میں کون ہوں۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر اپنے جسم میں واپس آ گیا اور طوطا بھی زندہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر راجہ

ششدر رہ گیا اور جوگی کا پہلے سے بھی زیادہ قائل اور گردیدہ ہو گیا پھر کہا کہ یہ عمل مجھے بھی سکھاؤ۔

اگھور ناتھ نے پہلے راجہ سے قول لیا اور پھر اسے امر بید سکھا دیا۔ راجہ نے جیسے ہی اس کے منتر سیکھنے شروع کیے محل کا کلس ٹوٹ گیا۔ ؎

اگھر ناتھ منتر سکھایا رہس ✦ یکایک پڑیا ٹوٹ مندر کلس

لوگوں نے راجہ کدم راؤ سے بہت کہا کہ یہ بدشگونی کی بات ہے مگر راجہ نے پرواہ نہ کی اور علم سیکھتا رہا۔ جو لوگ غور و فکر کے بغیر کام کرتے ہیں وہ دھن مال راج پاٹ جس چیز کے بھی مالک ہوں گنوا دیتے ہیں۔ جب راجہ نے امر بید بھی سیکھ لیا تو ایک دن جوگی نے کہا کہ اب اس کا تجربہ کر کے دیکھو۔ چنانچہ جیسے ہی راجہ نے اپنی روح کو طوطے کے جسم میں داخل کیا اگھور ناتھ جوگی نے اپنی روح کو راجہ کدم راؤ کے جسم میں داخل کر دیا۔ اب راجہ طوطا بن گیا اور جوگی راجہ بن گیا۔

لیکن جوگی کدم راؤ کے روپ میں آکر بہت پچھتایا کیونکہ نہ وہ محلات کی تفصیلات سے واقف تھا اور نہ محل کے لوگوں میں سے کسی کو جانتا پہچانتا تھا۔ آخر اسے ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے دربار عام کیا اور اس طرح سب سے متعارف ہونا چاہا۔ ایک دن پدم راؤ نے راجہ (جو دراصل جوگی تھا) سے پوچھا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب تک اگھر ناتھ آپ کے دربار میں نہیں آیا تھا راج پاٹ کا سب کام ٹھیک چل رہا تھا۔ اب یہ سب کام آپ نے چھوڑ رکھا ہے۔ "راجہ" نے کہا کہ جوگی نے میرے ساتھ بڑا دھوکا کیا ہے۔ اور میں نے اُسے مار ڈالا ہے۔ دیکھو یہ اس کی لاش ہے۔ لاش کو دیکھ کر لوگ حیران ہوئے کہ آسمان میں تھگلی لگانے والا جوگی کیسے مر گیا؟

جوگی نے سوچا ہوگا کہ اگر راجہ جو طوطے کے بھیس میں ہے زندہ رہا تو پھر اپنے روپ میں آسکتا ہے اس لئے اسے مروا دینا چاہیے۔ یہ سوچ کر ایک دن "راجہ" نے پدم راؤ سے کہا کہ طوطا مجھے بُرا بھلا کہہ کر گیا ہے۔ منادی کرا دو کہ جو اُسے پکڑ کر لائے گا اُسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا جائے گا۔

ڈھنڈو ڈھیرائے گلیاں کوچیاں ✦ کہ راواں گیا راؤ دے گالیاں

کہ جے پاردی کوئی آنے تسے ✦ ستر نگر دان دیوں اسے

پدم راؤ نے سمجھایا کہ اس طرح بدنامی ہوگی۔ چونکہ کدم راؤ کے روپ میں جوگی نہ محلات کو جانتا تھا اور نہ کسی کنیز باندی کو پہچانتا تھا۔ اُسے صحیح طریقہ سے بات کرنے کی تمیز تھی۔ اس لیے جب وزیر نے بار بار اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ بہت ناراض ہوا اور تلوار لے کر اُسے مارنے کے لیے دوڑا۔ لیکن پدم راؤ اس کا وار بچا گیا اور اسے اپنی گرفت میں

؎ یہی بدشگونی اس وقت ہوئی تھی جب محمد بن قاسم کی فوجیں راجہ داہر کی فوجوں کا محاصرہ کئے پڑی تھیں کہ ایک تیر سے شہر کے سب سے بڑے مندر کا کلس ٹوٹ گیا۔ اسکے بعد شہر کے لوگوں کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ (جمیل جالبی)

لے کر اس کی نگرانی شروع کردی۔ وہ ابھی تک اُسے کدم راؤ ہی سمجھے ہوئے تھا حالانکہ وہ تو کدم راؤ کے بھیس میں اگھورناتھ تھا۔

اب اصلی راجہ کدم راؤ کا حال سنیے۔ وہ طوطا بنا ہوا اُڑتا رہا اور اپنی جان بچاتا اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ کبھی شکاری پرندوں سے اپنی جان بچاتا۔ کبھی دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے ایک پیڑ سے دوسرے پیڑ پر جاتا۔ ایک دن وہ طوطوں کا ایک غول دیکھ کر ان کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نگاہ اپنے محل پر پڑی اور وہاں اُسنے پدم راؤ کو بھی دیکھا۔ یہ دیکھ کر وہ نیچے اترا۔ اور وہاں گیا جہاں اس کا وزیر پدم راؤ تھا۔ کدم راؤ طوطے نے پدم راؤ سے بات کی اور کہا کہ اے پدم راؤ! کیا تونے مجھے پہچانا۔ پدم راؤ نے انکار کیا۔ بڑے لیت ولعل اور باہمی گفتگو کے بعد کدم راؤ نے جو طوطے کے روپ میں تھا پدم راؤ کو وہ واقعہ یاد دلایا جب ان دونوں کے سوا وہاں کوئی تیسرا نہیں تھا۔ اس پر پدم راؤ نے پوچھا۔

کدم راؤ توں کیوں ہوا، کھول کہہ ؏

اسکے بعد طوطے نے سارا واقعہ جوگی کے دھوکا دینے اور اپنے طوطا بن جانے کا سنایا۔ یہ سُنکر پدم راؤ نے کہا۔

تو ئیں ساچ میرا گسائیں کدم • پدم راؤ تج پاؤ کیرا پدم

کہ تو سچ مچ میرا آقا کدم راؤ ہے اور میں پدم راؤ تیرے پیر کی خاک ہوں۔ اور کہا کہ اے پنکھ راؤ! مجھے زبان دے کہ یہ بات جو میرے تیرے درمیان ہوئی ہے اُسے تو ویسے ہی چھپا کر رکھے گا جیسے سیپی موتی کو چھپا کر رکھتی ہے۔ کدم راؤ نے زبان دی۔ پھر پدم راؤ نے جوگی کی ساری باتیں بتائیں۔ اسکے بعد رات کے وقت پدم راؤ چپکے سے سیدھا اس جگہ گیا جہاں جوگی کدم راؤ کے روپ میں سو رہا تھا۔

چلیا ساندھرے ساندھرے ناگ راؤ • کہ جیوں نیر سوں دھن چلے اپ بھاؤ

اور سوتے میں اس کے پاؤں کی انگلی میں کاٹ لیا۔ کاٹتے ہی زہر اس کے جسم میں چڑھنے لگا۔ اور اگھورناتھ کی روح کدم راؤ کے جسم کو چھوڑ کر پرواز کر گئی۔ اسکے بعد وہ دوڑ کر طوطے کے پاس آیا۔ طوطا اُڑ کر وہاں آیا اور پھر امر بید کی مدد سے وہ دوبارہ اپنے جسم میں داخل ہو گیا۔ پدم راؤ نے راجہ کو یہ بھی بتایا کہ جوگی ایک دن بھی چین سے نہیں بیٹھا۔ نہ محل میں گیا اور نہ رانی سے ملا۔ یہ بات سنکر کدم راؤ بہت خوش ہوا۔ خوش ہو کر اُسنے پردھان پدم راؤ کی عزت افزائی کی اور حکم دیا کہ ساری دُنیا کو دان اور خیرات دو۔ ہر طرف خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔

طبل ڈھول برغوں نفیراں اُٹھے ؏

جشن منانے کا یہ سلسلہ چھ مہینے تک جاری رہا۔ پھر راجہ اپنے محل میں گیا اور سنگھاسن پر بیٹھا۔ اس کے بعد کا حصہ مخطوطے میں نہیں ہے۔ ضائع ہو گیا۔

یہ خلاصہ ہے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا۔ کدم راؤ انسان ہے۔ اور بیدر نگر کا راجہ ہے جیسا کہ مثنوی کے شعر ۲۸۲ اور ۲۸۳ سے ظاہر ہوتا ہے۔

رہیا بھوک ڈن کیں توں گھنٹ ٹھیر ◆ تل اوپر ہوا لوک بیراگر
ا کا ایک بوں کیوں لیں نا نوہوں ◆ کدم راؤ بیراگر کا سو ہوں

پدم راؤ اس کا وزیر ہے جو "ناگ راجہ" ہے۔ یہ بات بار بار مثنوی میں آئی ہے۔ پدم راد ارادہ کرتا ہے کہ کدم راد کو مار ڈالے تو یہ شعر آتے ہیں۔

چلیا سانڈیے سانڈیے ناگ وات ◆ سلادن کدم راؤ تب ناگ جات
بچارن کیا جیو سوں ناگ راد ◆ کہ جب بھول لے راؤ تب دیوں گھاؤ

ایک اور جگہ جب کدم راؤ خوش ہوتا ہے تو پدم راؤ کہتا ہے کہ اے راجہ میرے سر پر کستوری مل تاکہ میں عزت سے گھر جاؤں اور میرے سر پر ہاتھ پھیر۔ جیسے ہی کدم راؤ نے ہاتھ پھیرا پدم راؤ کے سر پر پدم ظاہر ہوگیا۔ اس سے پہلے ناگ کے سر پر پدم نہیں تھا

نہتا آد تھیں ناگ کے سر پدم ◆ تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم

پدم راؤ بہت لمبا ناگ تھا۔ جب کدم راؤ اصرار کرتا ہے کہ وہ مسافروں اور جوگیوں کی خدمت کرے گا تو پدم راؤ اتنا اونچا اٹھتا ہے کہ چھت سے لگ جاتا ہے۔

پدم راؤ اوبھا ہوا چھات لگ ◆ بناتی گئی تن میں پھیر رات لگ
کہیا راؤ دھر ناگ رادہ ڈروں ◆ کہ جے راؤ انگھیں بیناتی کروں

ایک اور جگہ جب پدم راد کو معلوم ہوا کہ طوطا تو اصل میں کدم راؤ ہے تو اسے پھن زمین پر بچھا دیا۔

سنیا راؤ یہ بول اکھوڑ کر ◆ بچھا دیا پدم راؤ پھن کیہہ پر

" عذر خواہی کردن پدم با کدم" کے عنوان کے تحت یہ شعر پڑھیے:

پدم راؤ اٹھیا جبا کر دَیَن ◆ گنڈل پھیر اوبھا ہوا سر دھن
کھڑا تیر ہو جیوں رہیا تھا اڈھل ◆ کماں ہو پڑیا چکھ کے پانے تل

غرض کہ یہ بات مثنوی سے بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پدم راؤ ناگ راجہ تھا اور کدم راؤ کا وزیر تھا۔ ایسی کہانیاں جن میں انسان کے وزیر یا مشیر جانور یا چرند پرند جیتے تھے ہم نے آپ نے سب نے سنی اور پڑھی ہیں۔ اور یہ بھی ایسی ہی کہانیوں میں سے ایک ہے۔

مماثلات

حضرت سلیمانؑ نہ صرف جن و انس کے بادشاہ تھے بلکہ چرند پرند بھی اُن کے مطیع تھے۔ الف لیلہ میں بھی جانوروں کے قصے اس انداز سے آتے ہیں کہ وہ انسان معلوم ہوتے ہیں۔ انوار سہیلی میں بھی جانور انسان کی طرح چلتے پھرتے، بولتے چالتے

نظر آتے ہیں۔ تمثیلی کہانیاں عام طور پر اسی انداز میں مشرق و مغرب میں ملتی ہیں۔ خارجی روح کا قصہ مختلف صورتوں میں برصغیر سے لے کر میبریڈیز تک آریائی نسل کی تمام قوموں میں ملتا ہے[1] عقلی مذاہب کے آنے سے پہلے جادو اور سحر ہی انسان کے لئے مذہب کا درجہ رکھتے تھے۔ جادو یا سحر کے اثرات ساری مقدس کتابوں میں نظر آتے ہیں۔ سحر سامری، معجزات اور عصائے موسوی سب ذہنِ انسانی کے اسی اندازِ فکر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جادو، مذہب اور پھر سائنس۔ ان تین درجوں سے انسان نے اب تک سفرِ ارتقاء طے کیا ہے۔

روح کی تبدیلی اور ایک روپ سے دوسرے روپ میں منتقل ہو جانے کے قصے اُس دور سے تعلق رکھتے ہیں جب انسان طلسم، سحر اور جادو پر ایمان رکھتا تھا اور اس معاشرے میں جادوگر کا وہی درجہ ہوتا تھا جو آج ایک عالم یا ڈاکٹر کا ہوتا ہے۔ سر جیمس فریزر نے اس موضوع پر جو مواد جمع کیا ہے وہ قابلِ توجہ ہے۔ ہیڈا کے طلسم گر کے اوزاروں میں ایک ہڈی شامل ہوتی ہے جس میں وہ رخصت ہونے والی روحوں کو بند کر لیتا ہے۔ اور جن لوگوں کے جسموں سے وہ نکلی ہوں ان میں واپس ڈال کر انہیں دوبارہ زندہ کر دیتا ہے[2] روحوں سے متعلق ان تصورات نے جب قصہ کہانیوں کے روپ دھارے تو وہاں بھی یہی طلسم نظر آنے لگے۔ قصہ کہانیاں کسی قوم کے عقیدہ اور فکر کا اظہار ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں سر جیمس فریزر نے چند مثالیں دی ہیں۔[3] ایک ہندوستانی قصہ میں ایک راجہ اپنی روح کو ایک برہمن کی لاش میں منتقل کر دیتا ہے اور خود اس کے خالی جسم میں ایک کبڑا اپنی روح کو داخل کر دیتا ہے۔ اس طرح کبڑا راجہ اور راجہ برہمن بن جاتا ہے۔ تاہم کبڑے کو اس بات پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرے ہوئے طوطے میں اپنی روح ڈال کر اپنی مہارت کا ثبوت دے۔ ادھر راجہ جو موقع کی تاک میں رہتا ہے اپنے جسم پر دوبارہ قبضہ کر لیتا ہے۔ اسی قسم کی ایک کہانی فروعی اختلاف کے ساتھ ملایا والوں کے ہاں بھی ملتی ہے۔ کسی بادشاہ نے کسی وجہ سے اپنی روح ایک بندر میں منتقل کر دی۔ اس پر چالاک وزیر نے جھٹ اپنی روح بادشاہ کے جسم میں پہنچا دی اور اس طرح سلطنت اور ملکہ پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران میں اصلی بادشاہ بندر کے روپ میں پڑا غم کھاتا رہا۔ لیکن ایک دن نقلی بادشاہ، جو جوا کھیلا کرتا تھا، مینڈھے لڑا رہا تھا کہ وہ مینڈھا جس پر اس نے بازی لگائی تھی مارا گیا۔ اس میں جان ڈالنے کی بہتیری کوششیں کی گئیں لیکن ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔ تا آنکہ بنے ہوئے بادشاہ نے ایک سچے کھلاڑی کی طرح اپنی جان مینڈھے میں ڈال دی اور وہ جی اٹھا۔ اتنے میں اصل بادشاہ جو موقع کی تلاش میں تھا بڑی ہوشیاری سے اپنے پرانے جسم میں منتقل ہو گیا جسے وزیر بے سوچے سمجھے چھوڑ گیا تھا۔ اس طرح بادشاہ تو اپنے اصلی روپ میں آگیا اور غاصب وزیر مینڈھا بنا کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ ایسا ہی،

---

[1] شاخِ زرین مصنفہ سر جیمس فریزر ترجمہ سید ذاکر اعجاز جلد دوم ص ۴۵۹ مجلسِ ترقی ادب لاہور۔

[2] ایضاً جلد اول ص ۳۶۵

[3] ایضاً ص ۳۴۳-۳۴۴

ہرموٹمس کلے زومنے نامی ایک شخص کا یونانی قصہ ہے جس کی روح اپنے جسم کو چھوڑ کر دُور دُور کی خبریں لاتی تھی جنھیں وہ اپنے دوستوں کو سُنایا کرتا۔ ایک دن اتفاق سے جب اس کی روح گھومتی پھر رہی تھی دشمنوں نے اس کے جسم پر قبضہ کرلیا۔ اور اُسے جلا ڈالا۔ مثنوی گلزارِ نسیم میں بھی تبدیلیِ جسم کی مثال موجود ہے۔ اپی لی ئیس (APELIUS) کا زریں گدھا (GOLDEN ASS) یورپ کا پہلا طویل قصہ کہا جاتا ہے۔ یہ قصہ یونان کے آخری دَور سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں بھی ایک لڑکے کی روح ایک گدھے میں ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس روپ میں مارا مارا پھرتا ہے۔

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا قصہ بھی تبدیلیِ زندگی کے ساتھ ہندوستان اور ملایا کے اِن ہی قصوں سے مماثل ہے اور مزاجاً اسی دَور کے تصورات کا حامل ہے جب انسان جادو اور سحر پر ایمان رکھتا تھا۔ "دھنور بید" اور "امر بید" جو جوگی نے کدم راؤ کو سکھائے ہیں جادو کے انتہائی مدارج ہیں اور نقلِ روح اسی کا ایک حصّہ ہے۔ اسی وجہ سے پردیسیوں کے ساتھ میل جول سے گریز کی احتیاط بھی کی جاتی تھی۔ اس دَور کے انسان کا خیال تھا کہ پردیسی عام طور پر جادوگر ہوتے ہیں۔ اسی لیے بادشاہوں کو پردیسیوں سے دُور رکھا جاتا تھا۔ بادشاہ چونکہ اپنی قوم کا محافظ ہوتا تھا اس لیے اُس کی حفاظت ساری قوم سے زیادہ ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس دَور کے تصورات میں جو چیز سب سے زیادہ خطرناک ہو سکتی تھی وہ جادو یا سفلی علم تھا۔ کدم راؤ پردیسیوں سے ملنے پر اصرار کرتا ہے۔ پدم راؤ اسے منع کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ پردیسی اچھے نہیں ہوتے۔ یہ سامنے تجھے چاند سورج قرار دیتے ہیں لیکن ان کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ اور آخر میں ہوا بھی یہی کہ بادشاہ منع کرنے کے باوجود جوگی سے ملا اور جوگی نے اُسے اپنا گردیدہ بنا کر طوطا بنا دیا اور خود بادشاہ بن کر تخت پر بیٹھ گیا۔ اجنبیوں کے مضر اثرات کے خلاف پیش بندی اس زمانہ میں اسی لیے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ جب وہ سفیر جنھیں مشرقی روما کے شہنشاہ جسٹن دوم نے ترکوں کے ساتھ صلح کے شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا تھا، اپنی منزلِ مقصود پر پہنچے تو انھیں لینے کے لیے شامن (آ تمہ مذہب) وہاں موجود تھے جنھوں نے ان سفیروں کے مضر اثرات دُور کرنے کے لیے باضابطہ ایک رسمِ تزکیہ ادا کی۔[1] جیمس فریزر نے لکھا ہے کہ ایک سیاح جس نے وسطی بورنیو کا سفر کیا تھا بیان کیا کہ آس پاس بسنے والی خبیث روحوں سے زیادہ لوگ ان روحوں سے ڈرتے ہیں جو دُور دراز ملکوں سے سازوں کے ہمراہ آتی ہیں۔[2] یہ جادو کے دَور کے انسان کا ایک عام رویہ اور طرزِ فکر تھا اور وہ واقعی ان پر اسی طرح ایمان رکھتا تھا جیسا آج کا انسان اپنے عقلی مذہبی عقائد پر رکھتا ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ کے قصے کی بنیاد بھی انسان کے اسی فکری و تہذیبی مزاج پر قائم ہے۔

املا اور کاتب

ترقیمہ نہ ہونے کی وجہ سے کاتب کے نام کا پتا نہیں چلتا۔ انجمن ترقی اردو میں اسی کاتب کے قلم سے لکھا ہوا ایک اور

---

[1] شاخِ زریں ص۲۹۲ جلد اول
[2] ایضاً ص۲۹۳

نسخہ "سیف الملوک بدیع الجمال" ہے لیکن ترقیمہ اس کے آخر میں بھی نہیں ہے۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا رسم الخط اور املا اصل میں ساری مشکلات کا ذمہ دار ہے۔ دکن میں نسخ کو ایران کی پیروی میں اختیار کیا گیا تھا اور کم و بیش سارے قدیم دکنی مخطوطات اسی رسم الخط میں ہیں لیکن مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کا نسخ کچھ اتنا عجیب اور مسخ ہے کہ بس ظاہراً مشابہت میں اسے نسخ کہا جاسکتا ہے۔ املا کے سلسلے میں یہ چند باتیں قابلِ ذکر ہیں۔

۱۔ املا کا کوئی معیار کاتب کے پیشِ نظر نہیں ہے وہ ایک ہی حرف کو مختلف طریقے سے لکھتا ہے۔ کاتب بدخط ہے اُسے اپنے فن پر قدرت حاصل نہیں ہے۔

۲۔ وہ آوازیں جو عربی و فارسی کے علاوہ صرف اردو زبان سے مخصوص ہیں ان کے لئے بھی کوئی اصول وضع نہیں ہوئے ہیں۔ کاتب نے اپنی مخصوص علامتوں سے ان آوازوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ طُرفہ یہ کہ کہیں ان علامتوں کو ظاہر کر دیا ہے اور کہیں انھیں پڑھنے والے کی عقل و ذہانت کے امتحان کے لئے چھوڑ دیا ہے۔

۳۔ اعراب کا استعمال بڑی کثرت سے کیا گیا ہے اور اس میں بھی احتیاط نہیں برتی گئی جس کی وجہ سے پڑھنے والا غلط فہیوں کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

۴۔ جزم کے لیے "ہ" کا نشان ہے اور ایسے سہ حرفی الفاظ کے تیسرے حرف کو جن کا صرف پہلا حرف متحرک ہو زیر کے ساتھ ظاہر کیا گیا ہے۔ مثلاً "درد" اس طریقے کے مطابق "دَرْدِ" لکھا جانا چاہیے۔ یہ طریقہ اس وقت بھی سندھی زبان کے رسم الخط میں موجود ہے۔ یائے معروف و مجہول میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ اکثر ہائے دوچشمی کو الفاظ کے شروع میں استعمال کیا ہے اور ہائے ہوز کو درمیانِ ابیات ہائے مخلوط کی جگہ لکھا ہے۔[۱]

۵۔ قدیم مخطوطات میں اکثر "ٹ" "تؔ" کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ اسی طرح گ کے لئے ک لکھ کر اس کے نیچے تین نقطے لگا دیتے تھے۔[۲] یہی اصول اکثر الفاظ میں کدم راؤ پدم راؤ میں بھی برتا گیا ہے۔ مثلاً "ناکینی" (ناگنی)۔ لیکن یہ اصول بھی یکسانیت کے ساتھ نہیں برتا گیا۔ سارا کام پڑھنے والے پہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اس مخطوطے میں عیسیٰ لکھ کر موسیٰ پڑھنے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ انہی نقائص کی وجہ سے اسے پڑھنا جوئے شیر لانے کے مترادف بن گیا۔

۶۔ اب ہم ذیل میں کچھ الفاظ کی فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ اس سے اندازہ ہو سکے کہ مخطوطے کا املا کس طرح ظاہر کیا گیا ہے۔

---

[۱] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اوّل ص۲۰۳

[۲] مخطوطات انجمن ترقی اردو حصہ اوّل ص۲۶۳

[۳] علمی نقوش، غلام مصطفیٰ خان ص۱۳، اکیڈمی کتب خانہ ناظم آباد کراچی ۱۹۵۷ء

نمبر شعر	املائے مخطوطہ	املائے متن
۱	کُپساَ ئینَ	گُسا میں
	حانۂ	
۱	مَنۂ	مَنۂ۔ میں
۱۰	تھار تھار	ٹھار ٹھار
۱۱	نَجگ مگا	جگمگا
۱۳	نہ	ن
۱۵	کر	کرے
۲۸	آنِ کیٔ یا	آکھیا آنکھیاں میں کہا
۳۴	دِیتیٔ	دیتا
۴۰	پُتھاَ وَنۂ	پتھاویں
۴۲	تھَاَ	تہا
۴۴	نیہ	ہے
۸۳	جَگمنہ	جگمیں
۸۴	کُھوریٔ	کھورا
۱۰۰	دُنیٔ	دُنیا
۱۹۶	کاتنۂ	کانٹھا کاٹھ، لکڑی
۱۸۹	تھاسں	تھاسنا
۲۰۹	کاسں نہ	کاسنا
۲۶۳	تھوٗیٔ	تھوے
۲۹۳	حمت	ہمت
۲۸۸	جھرڑیٔ	جھُڑی
۳۲۳	کھریٔ تھےٗ	کھڑا تھا
۳۲۸	جاںٔ	جان

۴۴۸	آنڈھلا بتر	آدھلا بشیر
۴۵۵	اکھوڑ راتی	آگھور راتے
۴۵۶	پوچتن	پوچتاں
۵۷۸	سَو	سواد
۵۸۲	مجکوں	مجکوں
۶۳۱	ڈِرِ	ڈرے
۶۳۹	مرُ	مرد
۶۵۸	پگڑریا	کڑریا
۶۶۹	آن نا	آننا

اسی طرح شعر ۴۱۴ لیجئے۔ اس میں "گن" کو ایک مرکز سے لکھا ہے۔ "نہ بولے" کو لیتے معروف و مجہول کا فرق کئے بغیر "مہوں" لکھا ہے۔ "کسی سوں" کو ملا کر لکھا ہے۔ "پن" میں پ کے نیچے صرف ایک نقطہ لگایا ہے جو بن پڑھا جاتا ہے۔
شعر ۴۰۹ کے پہلے مصرع میں اکمر کو کاف سے لکھا ہے دوسرے مصرع میں اکمر کے کاف کے نیچے تین نقطے لگا کر گاف بتایا ہے۔

شعر ۴۲۸ کے پہلے مصرع میں "جب" کی جگہ "جن" لکھا ہے اور "سکی" کو "سکی" کی صورت میں تحریر کیا ہے۔
اسی طرح کاتب نے لکھتے ہوئے بھی بہت سی غلطیاں کی ہیں مثلاً
شعر ۳۵۹ کے پہلے مصرع میں لفظ "بجا" دوبار لکھ دیا ہے۔
شعر ۳۸۸ میں یہ مصرع یوں لکھا ہے ــ کہ جی جاجانے آ جیسے کسی بینک پاس۔ اس میں بھی ایک "جا" زیادہ ہے۔
میں نے اپنے متن میں مصرع یوں لکھا ہے۔ کہ جی جانے جیسے کسی بنجھ پاس۔
شعر ۳۰۷ کے دوسرے مصرع میں "پیچھے" کے لفظ کو دوبار لکھ دیا ہے۔ جب کہ ایک بار لکھنا چاہیئے تھا۔
شعر ۴۳۴ کے دوسرے مصرع میں "جے" کو مصرع کے آخر میں لکھ دیا ہے جب کہ قافیہ کے لحاظ سے بھی اور وزن کے اعتبار سے بھی "جے" کو "کہ" کے بعد آنا چاہیئے تھا۔ آد کا قافیہ واد درست ہے نہ کہ "جے"۔ مخطوطہ میں شعر یوں ہے۔

کیا راذ کوں دھات جنیاد آد ٭ کہ زور کس نہ کیے دھات واد جے

میں نے اپنے متن میں اس طرح کر دیا ہے۔

کیا راذ کوں دھات جنیاد آد ٭ کہ جے زور کس نہ کیے دھات واد

پدم راؤ میں کہیں "کے" کو "کہ" کے معنی میں استعمال کیا ہے اور کہیں اسکے برعکس "کہ" کو "کے" کے معنی میں استعمال

کیا ہے۔ یہ دو مثالیں دیکھئے:

سنیا تھا کے ناری دھرے بہت چھند
سو میں آج دیٹھا تری چھند بند ۱۵۵

یہاں "کے" "کہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے اب دوسری مثال دیکھیے:

جو کرتار مجکوں کیا ہوئے راؤ
اسنگت کر کیوں دیکھ سکوں انیاؤ ۱۵۶

غرض کہ اس قسم کی الجھنوں اور تضاد سے اس مخطوطہ میں قدم قدم پر واسطہ پڑتا ہے اور پڑھنے والا رسم الخط کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتا ہے۔ میں نے جتنی کوشش اور محنت اس مخطوطہ کو پڑھنے میں کی ہے اس کا اندازہ اہلِ علم اس مخطوطہ کے عکس پر ایک نظر ڈالنے سے لگا سکتے ہیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مجھے ماؤنٹ ایورسٹ سر کرنے کی خوشی حاصل ہو گئی اور اُردو زبان کی تاریخ گیارھویں صدی ہجری سے نکل کر نویں صدی ہجری تک پھیل گئی۔ اور اب اُردو زبان کے ارتقا، اس کی ساخت اور اس کی لسانی تبدیلیوں کا مطالعہ بھی آسان ہو گیا۔

اُردو زبان کی پہلی تصنیف

اس سوال کے جواب کے لیے کہ مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کو اُردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کیسے کہا جا سکتا ہے اس مثنوی سے پہلے کی تحریروں کا جائزہ لینا ہوگا۔ یہ مثنوی، جیسا کہ میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں، ۸۲۵ھ اور ۸۳۹ھ کے درمیانی زمانے میں لکھی گئی۔ اس سے فوراً پہلے کی جو تصانیف ہمارے سامنے آتی ہیں اُن میں ایک مختصر "رسالہ" ہے جسے سید محمد اکبر حسینی (م ۸۱۲ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے اور دوسری تصنیف "معراج العاشقین" ہے جس کے مصنف خواجہ بندہ نواز گیسو دراز بتائے جاتے ہیں۔ نویں صدی ہجری میں ہمیں شیخ باجن کی "جکریاں" ملتی ہیں اور اُن سے پہلے امیر خسرو کی "خالق باری" کے علاوہ دوہرے، کہ مکرنیاں اور پہیلیاں بھی ملتی ہیں۔ امیر خسرو سے پہلے ہماری نظر بابا فرید گنج شکر کے کلام پر پڑتی ہے اور اُن سے پہلے کتبِ تواریخ میں مسعود سعد سلمان (م ۵۱۵ھ) کے "دیوان ہندوی" کا ذکر ملتا ہے۔ آیئے اب ایک ایک کر کے "ان تحریروں" کا جائزہ لیں۔

مسعود سعد سلمان (۴۳۸ھ — ۵۱۵ھ) کے دیوانِ ہندوی کے وجود کا پتہ دو ذرائع سے چلتا ہے۔ ایک

امیر خسرو کے "دیباچہ غرۃ الکمال"[1] سے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"پیش ازیں شاہانِ سخن کسے راسہ دیوان نبودہ مگر مرا کہ خسرو ممالک کلامے مسعود سعد سلمان را اگر ہست اما آں سہ دیوان در عبارتِ عربی و فارسی و ہندوی است در پارسی مجرد کسے سخن را سہ قسم نکردہ جز من"[1]

اور دوسرے عوفی کی "لباب الالباب" سے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"اورا سہ دیوان ست۔ یکے بتازی و یکے بپارسی و یکے بہندوی"[2]

لیکن ان مستند حوالوں کے باوجود یہ "دیوانِ ہندوی" اب ناپید ہے اور جب تک یہ دستیاب نہ ہو جائے اس وقت تک اظہارِ افسوس کے ساتھ اس کا ذکر تو کیا جا سکتا ہے لیکن اولیت کا سہرا اس کے سر نہیں باندھا جا سکتا۔

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (۵۶۹ھ — ۶۶۴ھ) کے کلام کا کچھ حصہ سکھوں کی مقدس کتاب "گرو گرنتھ" میں محفوظ[3] ہے۔ ان کے دو چار دوہرے اور اقوال "خزائن رحمت اللہ"[4] میں بھی ملتے ہیں۔ لیکن ان متفرق اور بکھرے ہوئے تبرکات کو باقاعدہ تصنیف کے ذیل میں نہیں لایا جا سکتا۔

اس بات کا پورا ثبوت موجود ہے کہ امیر خسرو (۶۵۱ھ — ۷۲۵ھ) نے ہندوی میں بھی طبع آزمائی کی تھی خود غرۃ الکمال کے دیباچہ میں امیر خسرو نے لکھا کہ "جزوے چند نظم ہندی نذر دوستاں کردہ شدہ است"[5] لیکن اس زمانے کی ہوا اور تھی۔ فارسی منہ چڑھی تھی اور اردو گری پڑی۔ لکھنے والے نے تفننِ طبع کے لئے لکھا اور پڑھنے والوں نے وقتی طور پر اس سے لطف اٹھایا۔ پھر لکھنے والا بھی بھول گیا اور لطف اٹھانے والے بھی۔ لیکن عوام نے جن کی زبان میں یہ لکھا گیا تھا، اسے سینے سے لگایا اور سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل کرتے رہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ ہوا کہ اس کلام کی نہ صرف شکل بدل گئی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو گیا۔ اور پھر جب اردو کے بھاگ پھرے تو یہ بتانا مشکل ہو گیا کہ اس میں امیر خسرو کا کلام کتنا ہے اور الحاقی عنصر کتنا ہے۔ "خالق باری" امیر خسرو کی تصنیف ضرور ہے لیکن اولاً تو یہ لغت کی کتاب ہے۔ ثانیاً ان کے دوسرے ہندوی کلام کی

---

[1] دیباچہ غرۃ الکمال: امیر خسرو، ص۲۲ مطبع قیصریہ۔ دہلی

[2] لباب الالباب، جلد دوم ص۲۴۶ مطبوعہ کیمبرج ۱۹۰۳ء

[3] اورینٹل کالج میگزین میں موہن سنگھ دیوانہ کے مضمون کی پہلی قسط فروری ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی اور آخری قسط فروری ۱۹۳۶ء میں۔

[4] خزائن رحمت اللہ (فارسی) قلمی مخزونہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی۔

[5] دیباچہ غرۃ الکمال

طرح اس میں بھی الحاقی عنصر اتنا شامل ہو گیا ہے کہ اب یہ کہنا مشکل ہے کہ اس میں خود امیر خسرو کا کلام کتنا ہے اور الحاقی کلام کتنا ہے۔

شیخ بہاؤالدین باجن (۹۰۰ھ — ۹۱۲ھ) سے ایک فارسی تصنیف "خزائن رحمت اللہ" یادگار ہے جس میں صوفیائے کرام کے اقوال کے علاوہ اُن کے اپنے پیرو مرشد شیخ رحمت اللہ کے ملفوظات و اقوال جمع کئے گئے ہیں۔ ساتھ ساتھ شاہ باجن نے اس کے باب ہفتم میں اپنے دوہرے اور جکریاں[1] بھی جمع کر دیئے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ فارسی کی کتاب ہے۔ اس سے اُردو زبان کے قدیم ترین نمونے تو اخذ کئے جاسکتے ہیں لیکن اسے اُردو زبان کی پہلی باقاعدہ تصنیف کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔

سید محمد اکبر حسینی (م ۸۱۲ھ) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے بڑے صاحبزادے تھے جو اُن کی زندگی ہی میں وفات پاگئے تھے۔ عمر یافعی مرحوم نے تین صفحات پر مشتمل ایک رسالہ دریافت کیا تھا جس میں پندرہ سطریں نثر میں اور اڑتیس ابیات ہیں۔ رسالے کے شروع میں یہ الفاظ[2] ملتے ہیں۔

"ہذا رسالہ بندہ نواز گیسو دراز"

اور خاتمے پر

"من تصنیف سید محمد اکبر حسینی بندہ نواز"

کے الفاظ ملتے ہیں۔ عمر یافعی نے لکھا کہ اگر حضرت سید محمد بندہ نواز گیسو دراز کو اُردو کا مصنف تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر یہ تصنیف ان کی یا اُن کے بڑے صاحبزادے سید محمد اکبر حسینی کی تسلیم کرنی پڑے گی۔ لیکن بندہ نواز گیسو دراز کے نام سے جو معراج العاشقین شائع کی گئی ہے اس سے اس کی زبان صاف معلوم ہوتی ہے۔[3] رسالے پر نہ سالِ تصنیف درج ہے اور نہ سالِ کتابت۔

---

[1] "خزائن رحمت اللہ (قلمی) خزینۂ ہفتم" میں شیخ بہاء الدین باجن نے "جکری" کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"در ذکر اشعار کہ مقولۂ ایں فقیر است بزبان ہندوی جکری خوانند و قوالان ہند آں را در پردہائے سرودی نوازندگی سرایند۔ بعضے در مدح پیر دستگیر و در صفت روضۂ ایشاں و در صفت وطن خود کہ گجرات است و بعضے در ذکر مقصود و مقصود واحد مریدان و طالبان و بعضے در ذکر عشق و محبت۔"

[2] ۔ مجلۂ مکتبہ جلد ۱ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۲۳۔ حیدرآباد دکن

[3] مجلۂ مکتبہ جلد ۱ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۲۳ حیدرآباد دکن

آغاز اور خاتمے کی عبارتوں میں بھی تضاد ہے۔ پھر اس امر کا اعتراف سب نے کیا ہے کہ اکثر مریدانِ گرامی اپنی تصنیف کو اپنے پیرِ مرشد کے نام نامی سے منسوب کرتے رہے ہیں۔ اہلِ دکن نے دکنی ادب کی تلاش و جستجو کے جوش میں بلا تحقیق تین صفحول کے اس مختصر رسالے کو نویں صدی ہجری کے دکنی ادب کے دامن میں ٹانک کر یقیناً "تحقیقی ستم ظریفی" کا ثبوت دیا ہے۔
یہی صورت معراج العاشقین کے ساتھ پیش آئی۔

"معراج العاشقین" کو پہلی بار مولوی عبدالحق مرحوم نے ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔ اس کے بعد اہلِ علم و ادب نے لے اُڑے اور کاہ کو "کوہ" بنا دیا۔ پھر کسی نے یہ زحمت گوارا نہ کی کہ یہ تصنیف جسے گیسو دراز سے منسوب کیا گیا ہے دراصل ان کی ہے بھی یا نہیں۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ اب تو ایم۔اے کے طالب علموں کو بھی، اساتذۂ کرام یہی بتاتے ہیں کہ یہ اُردو زبان کی پہلی تصنیف ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ معراج العاشقین کو مرتب کرتے وقت خود مولوی عبدالحق مرحوم بھی تذبذب کا شکار تھے۔ ان کی تحریر میں ایک طرف قیاس آرائی ہے اور دوسری طرف بے یقینی۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں۔

"چونکہ حضرت (خواجہ بندہ نواز گیسو دراز) کو تصنیف و تالیف کا خاص شوق تھا اور آپ کے قلم سے ایک سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں نکلی ہیں اس لئے یہ قیاس کچھ بے جا نہیں کہ عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے آپ نے بعض رسالے دکھنی اردو میں بھی تصنیف کئے ہوں۔"[1]

آگے چل کر لکھتے ہیں؛

"میرے پاس حضرت کے متعدد رسالے اس زبان میں تصنیف کئے ہوئے موجود ہیں لیکن مجھے ان کے شائع کرنے کی جرأت نہیں ہوتی اس لئے کہ ہمارے یہاں قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ لوگ اپنی تصنیف کو بعض مشاہیر اور نامور بزرگانِ دین سے منسوب کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری، غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی کے نام سے فارسی دیوان شائع اور رائج ہیں۔۔۔۔ اس بنا پر مجھے ہمیشہ یہ شبہ رہا کہ جو رسالے میرے پاس موجود ہیں وہ حقیقت میں حضرت بندہ نواز کی تصنیف ہیں یا نہیں کیونکہ بعض رسالے جن کی نسبت متعدد ذرائع سے اور متواتر روایتوں سے یہ معلوم ہوا تھا کہ حضرت نے دکھنی میں لکھے تھے تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ اصل فارسی میں موجود ہیں اور یہ اُن کا ترجمہ ہیں۔"[2]

اسی لئے انہوں نے ڈرتے ڈرتے "معراج العاشقین" کو خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے نام سے شائع تو کر دیا لیکن زندگی بھر

---

[1] معراج العاشقین مرتبہ مولوی عبدالحق ص۳ (بمبئی باہتمام غلام محمد انصاری وفا مدیر تاج) ۱۳۴۳ھ

[2] معراج العاشقین مرتبہ مولوی عبدالحق ص۵ (بمبئی باہتمام غلام محمد انصاری وفا مدیر تاج) ۱۳۴۳ھ

اصرار نہیں کیا۔ آیئے اب دیکھیں کہ "معراج العاشقین" خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ہے یا نہیں؟ اس امر کی تلاش و تحقیق میں جب ہم نکلتے ہیں تو ہماری نظر "سیرِ محمدی" نامی ایک تصنیف پر پڑتی ہے جسے شاہ محمد علی سامانی نے، جو خواجہ بندہ نواز کے مرید و خادم تھے، ۸۳۱ھ میں تالیف کیا تھا۔ گویا یہ کتاب خواجہ بندہ نواز کی وفات کے چھ سال بعد تالیف ہوئی۔ اس تالیف کے باب پنجم میں خواجہ بندہ نواز کی ۳۶ چھوٹی بڑی، اہم و غیر اہم تصانیف کا ذکر ملتا ہے جن میں ایک بھی کتاب دکنی اردو میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ معراج العاشقین نام کی بھی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اب اس کے بعد یہ کہنا کہ خواجہ صاحب کی عمر ۱۰۵ سال تھی اور ان کی تصانیف کی تعداد بھی ۱۰۵ ہے یا ان کے "قلم سے ایک سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں نکلی ہیں" یقیناً نیازمندانہ خوش فہمی ہے۔ شاہ محمد علی سامانی نے حضرت گیسو دراز کی جن "تصانیف" کا ذکر کیا ہے ان کی تفصیل[1] یہ ہے۔

"در تصانیف حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ بدانکہ تصانیف حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ بسیار است۔ ملتقط تفسیر[1] در قالب سلوک و تفسیرے[2] دیگر آغاز کردہ بودند بطریق کشاف۔ موازنہ پنج سپارہ شدہ بود، بیشتر تمام نشدہ بود۔ حواشی[3] کشاف، شرح[4] مشارق در قالب سلوک، ترجمہ[5] مشارق، معارف[6] شرح عوارف[7]، ترجمہ عوارف، شرح[8] تعرف، شرح[9] آداب المریدین، عربی و پارسی شرح[10] فصوص، شرح[11] تمہیدات قاضی عین القضاۃ[12]، ترجمہ[13] رسالہ قشیری، و آں کتابے براسہ است۔ خطائر[14] القدس و آں را عشقنامہ[15] ہم میگویند، رسالہ[16] استقامت الشریعۃ بطریقۃ الحقیقۃ۔ ترجمہ[17] رسالہ شیخ محی الدین ابن عربی، رسالہ سیر النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، شرح[18] فقہ اکبر دو عدد یکے عربی، دوم[19] فارسی، حواشی[20] قوت القلوب، اسمار[21] الاسرار، حدائق[22] الانس۔ ضرب[23] الامثال، شرح[24] قصیدہ امالی، شرح[25] عقیدۂ حافظیہ، عقیدۂ[26] چند ورق، رسالہ[27] در بیان آداب سلوک، رسالہ[28] در بیان اشارت بحان، رسالہ[29] در بیان ذکر، رسالہ[30] در بیان معرفت، رسالہ[31] در بیان رؤیت ربی فی احسن صورۃ، رسالہ[32] در بیان بود و بست و باشد، و خلافت[33] نامہ مخصوص برائے خدمت مولنا علاء الدین گوالیری نویسانیدہ بودند، و خلافت نامہ برائے قاضی اسحاق چتیرہ خلافت نامہ برائے خدمت قاضی سلیمان برادر قاضی اسحاق، و خلافت[35] نامہ مخصوص بجہت شیخ صدر الدین خواندمیر، و خلافت[34] نامہ بجہت خدمت مولانا ابو الفتح علاء الدین گوالیری نویسانیدہ بودند۔ کاتب ایں سیرِ محمدی راجی برحمت ربانی محمد علی سامانی در فترت مثل برابر حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ در گوالیری بود۔"

خواجہ بندہ نواز کی یہ تصانیف سب کی سب فارسی، عربی میں ہیں۔ ربط و تعلق اور زمانی اعتبار دونوں سے شاہ محمد علی سامانی سے زیادہ مستند ماخذ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اب جب کہ یہ بات واضح ہو گئی کہ

---

[1] سیرِ محمدی مولفہ شاہ محمد علی سامانی مطبوعہ یونانی دواخانہ پریس سبزی منڈی الہ آباد ۱۳۴۷ھ ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳

معراج العاشقین خواجہ بندہ نواز کی تصنیف نہیں ہے بلکہ آپ کے پروانوں نے جوشِ عقیدت میں آپ سے منسوب کردی ہے تو سوال سامنے آتا ہے کہ آخر پھر یہ تصنیف کس کی ہے اور کس زمانے میں لکھی گئی؟

"معراج العاشقین" دراصل "تلاوۃ الوجود" کا خلاصہ[1] ہے اور یہ رسالہ اور اس کا خلاصہ دونوں مخدوم شاہ حسینی بیجاپوری کی تصنیف ہیں۔ مخدوم شاہ حسینی پیر اللہ حسینی کے مرید و خلیفہ تھے جو میراں جی خدانما کے مرید و خلیفہ تھے۔ میراں جی خدانما کا سالِ وفات ۱۰۷۰ھ ہے۔ یہ حضرت امین الدین اعلیٰ کا سلسلہ ہے اور "تلاوۃ الوجود" میں، جس کا خلاصہ "معراج العاشقین" ہے، "سلسلۂ امینیہ" کے مخصوص تصوف کو بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ تصنیف گیارھویں صدی ہجری کے اواخر اور بارھویں صدی ہجری کے اوائل کی تصنیف ہے جبکہ حضرت گیسو دراز کا سالِ وفات ۸۲۵ھ یعنی تقریباً پونے تین سو سال پہلے کا ہے۔

اس جائزہ کے بعد اب لے دے کر "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" رہ جاتی ہے جسے اردو زبان کی پہلی تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے اور جب تک کوئی اور تصنیف سامنے نہ آجائے اولیت کے "تختِ سلطنت" پر کدم راؤ پدم راؤ کی حکمرانی رہے گی۔

۳

لسانی مطالعہ

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کی اولین اہمیت یہ ہے کہ یہ اردو زبان کا قدیم ترین ادبی و لسانی نمونہ ہے جسے ۱۴۲۱ء اور ۱۴۳۵ء کے درمیانی عرصے میں، آج سے تقریباً پونے چھ سو سال پہلے، بہمنی دورِ حکومت میں فخر دین نظامی نے تصنیف کیا۔ اس وقت شمال سے دکن پہنچے ہوئے اردو کو تقریباً سوا سو سال ہو چکے تھے اور مغل شہنشاہ بابر کے ہندوستان آنے میں ابھی سوا سو سال کا عرصہ باقی تھا۔ یہ مثنوی اس زبان کا نمونہ ہے جو شمال سے دکن گئی اور وہاں بازار ہاٹ کی عام زبان بن کر پھلی پھولی۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ شمال سے کوئی ایک بولی دکن نہیں پہنچی بلکہ علاء الدین خلجی کی فوجوں کے ساتھ، پھر امیرانِ صدہ اور ان کے لواحقین و متوسلین کے ساتھ اور اس کے بعد محمد تغلق کے زمانے میں، جب دار الحکومت دِلّی سے دولت آباد منتقل ہوا اور دِلّی خالی ہو گئی، جو لوگ دکن پہنچے وہ مختلف بولیاں بولتے تھے۔ بھانت بھانت کی بولیوں کے درمیان یہ زبان ہی ایک ایسی زبان تھی جو ان کے اور مقامی آبادی کے درمیان ربط، اشتراک، اتحاد اور ابلاغ کا ذریعہ تھی۔ اسی لیے وہ زبان جو کدم راؤ پدم راؤ میں ملتی ہے اس میں نہ صرف ضمائر اور افعال کی شکلوں میں تنوع پایا جاتا ہے بلکہ ایک ہی اسم کے لیے مختلف الفاظ اور مختلف املا بھی ملتے ہیں۔ یہ اثرات اس مثنوی میں خصوصیت کے ساتھ اس لیے زیادہ اور واضح ہیں کہ ابھی تک دکنی، جو اردو کے ایک علاقائی روپ کا نام ہے، اپنا معیاری رنگ قائم نہیں کر سکی تھی۔ اس مثنوی میں بیک وقت کھڑی، پنجابی، راجستھانی، برجی، گجری، سندھی، سرائیکی اور مرہٹی کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ میں نے جب پنجابی، سندھی، کھڑی، راجستھانی، برجی

---

[1] معراج العاشقین کا مصنف از ڈاکٹر حفیظ قتیل، نیشنل پرنٹنگ پریس چار کمان حیدر آباد ۱۹۶۳ء

اور گجراتی بولنے والوں کو الگ الگ اس مثنوی کے اشعار پڑھ کر سنائے تو انھوں نے جہاں اور دکنی باتیں کہیں وہاں یہ بات مشترک تھی کہ یہ زبان ان کی اپنی زبان سے قریب ہے اور آج بھی اس کے بہت سے الفاظ ان کے گھروں میں بولے جاتے ہیں اس تجربے سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ قدیم زبان، جو اس مثنوی میں استعمال ہوئی ہے، اس میں صدیوں کے میل جول سے متعدد زبانوں کا خون شامل ہے اور ایسی خاندانی مشابہت کی وجہ سے مختلف زبانیں بولنے والے اسے اپنی زبان سے قریب تر پاتے ہیں۔ معاشرتی، تہذیبی اور سیاسی حالات کے ساتھ اردو کا ذخیرۂ الفاظ، لہجے اور اسالیب تو بدلتے رہے لیکن یہ ہمیشہ سب ہند آریائی زبانوں کی ایک زبان بن کر پروان چڑھتی رہی۔ اسی لیے میں اس زبان کو برصغیر کی ساری ہند آریائی زبانوں کا عادِ اعظم مشترک کہتا ہوں۔

دوسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ اس مثنوی میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس میں روزمرہ اور محاورے کی ایسی رچاوٹ ہے کہ اسے دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مثنوی اس زبان کا پہلا نمونہ نہیں ہے بلکہ اس سے قدیم تر نمونے بھی ہوں گے جو یا تو ضائع ہو گئے یا ابھی تک ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ پروفیسر محمود شیرانی نے احمد دکنی (گجراتی) کی "لیلیٰ مجنوں" کا تعارف کراتے ہوئے لکھا تھا کہ "احمد کے ہاں جو نظم کی حالت دیکھی جاتی ہے اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ مثنوی کا ابتدائی نمونہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسے وقت کی یادگار ہے جب کہ نظم نے معتد بہ حد تک ترقی کر لی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ سلاطین بہمنیہ کے دور میں بھی اردو شعرا موجود ہوں[1]" یہی بات کدم راؤ پدم راؤ کی زبان کی حالت دیکھ کر کہی جا سکتی ہے۔ "کدم راؤ پدم راؤ" میں فارسی عربی کے اثرات بہت ہیں، اسلوب میں، ذخیرۂ الفاظ میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ اس مثنوی میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے صرف سوا سو کے قریب الفاظ عربی و فارسی کے ہیں۔ ان میں بھی بہت سے الفاظ بگڑی ہوئی شکل میں آئے ہیں۔ مثلاً یہ چند مثالیں دیکھیے۔

شعر ۶	۶	مشالا ادک سُو را اُجایا سرشت	(مشالا = مشعل)
شعر ۹۵	۶	کہ جو زاد ھرے بہت دُر باشش کر	(دُرباش = دُورباش)
شعر ۶۳۵	۶	ہری بیکھ کا ذن جگ تھیں اُچپاؤ	(کانون = قانون)
شعر ۲۶۳	۶	کہ بہت بن بنوے اور جنت بن ہوے	(جنت = جنت)
شعر ۹۲۲	۶	پڑیا یوں دِسے جیوں طبیلا ترنگ	(طبیلا = طویلہ)

ان کے علاوہ عربی و فارسی کے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

قلم، سرشت، ملک، فرشتے، توحید، نغز گفتار، نور، بنیاد، شرع، کسری وکے، درویش، خدا باصفا، اولاًامر

---

[1] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول ص ۲۰۹۔ مجلس ترقی ادب۔ لاہور۔

نعت، مدح، سلطان، شاد، شاد، عطارد، مُسخر، علم، یغول، طَبق، جوزا، بارگ، شہ، گنج، دُر، گُل، تاج، شہنشہ، آل، دل، لقب، جہانگیر، سبق، دُوں، تفنگ، گشتہ سر (یعنی سرگشتہ)، وے، برائے، سلام، دُنیا، ذکر، ردکان، زنب، راہ رو، دل، بد، نابات، نقش، قضا، خر، فاختا (فاختہ)، جفت، عدل، تیا، وزارت، شہر، نقش باز، پائے بند، بادنی، اُمت، انشاءاللہ تعالیٰ، فراش، سقا، مطبخ، سخی، حلال، جلال، میزبانی۔

ایک آدھ جگہ پورا کا پورا مصرع فارسی کا آگیا ہے۔ مثلاً

شعر ۴۲۱ م مُرصّع مُکلّل قبا سر کلاہ

لفظ "برائے" (کے لیے) کا یہ استعمال بھی دیکھیے:

۴۹۲ م ہمارے رب راتے ترقی برائے

اُردو زبان اپنے ارتقا کے دوران، اسلوب، لہجہ اور ذخیرۂ الفاظ کے لحاظ سے دو منزلوں سے گزری ہے۔ اس کی پہلی منزل خالص ہندوی روایت ہے۔ اس دور میں، اور یہ دور مسلمانوں کی آمد اور ان کے تہذیبی اثرات کے ساتھ شروع ہوتا ہے، اس نے اپنے اظہار کے لیے پراکرت و سنسکرت کے علاوہ شورسینی اپ بھرنش کی بولیوں سے فیض حاصل کیا اور عربی و فارسی کے الفاظ خال خال استعمال کیے۔ اس دور کی زبان، فکر اور تصوف پر ہندوی اسطور کا رنگ گہرا ہے۔ امیر خسرو کا کلام ہو، بابا فرید یا شاہ باجن کا وہاں ہمیں یہی رنگ دکھائی دیتا ہے۔ وہ اہلِ علم و ادب جو اُردو ادب و شاعری کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس نے صرف فارسی و عربی ادب اور اسلامی اثرات کو اپنایا اور ہندوی روایت و فکر کو نظر انداز کیا یہ بھول جاتے ہیں کہ اُردو شاعری کی پہلی روایت خالص ہندوی اسطور، اصناف اور اوزان پر قائم ہوئی۔ اور ہندوی تصوف کے اسی رنگ کو قبول کیا جو برِصغیر میں ناتھ پنتھیوں، بھگتی کال اور نرگن واد کی شکل میں رائج تھا۔ اس دور کی شاعری کی اصناف وہی ہیں جو برِصغیر میں بھی، گیت اور دوہروں کی شکل میں زمانۂ قدیم سے چلی آرہی تھیں۔ لیکن جب اس روایت کو استعمال میں آتے آتے تقریباً پانچ صدیاں گزر گئیں اور اس روایت میں نئی نسلوں کے نئے ذہنوں کی تخلیقی پیاس بجھانے کی صلاحیت باقی نہیں رہی اور اس روایت سے تخلیقی سطح پر جو کچھ لیا جاسکتا تھا لیا جاچکا تو نئے ذہن نے نئے راستوں کی تلاش شروع کی۔ بدلے ہوئے معاشرتی و تہذیبی حالات کے پیشِ نظر انہوں نے اب اُس ادب کی طرف دیکھا جو دربار سرکار میں پسندیدہ نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ اور جو نہ صرف اُن سے قریب تھا بلکہ ادب و شعر کی پختہ قدیم روایت کا بھی حامل تھا۔ اسی کے ساتھ فارسی ادب کی طرف رجحان بڑھنے اور پھیلنے لگا۔ ہمارے زمانے میں جو حیثیت نئے تخلیقی راستوں کی تلاش میں انگریزی و مغربی ادبیات کو حاصل ہے وہی حیثیت پہلے ہندوی روایت، اصناف و فکر کو حاصل رہی۔ اور پھر پانچسو سال بعد یہ حیثیت فارسی ادب، اصناف کو حاصل ہوگئی۔ رد و قبول کا یہ فطری عمل ہے۔ امیر خسرو سے لے کر شاہ باجن اور نظامی تک اور نظامی سے لے کر میراجی، شمس العشاق برہان الدین جانم بلکہ ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو تک ہندوی روایت ہی کا دور دورہ رہتا ہے۔ نویں صدی ہجری میں فارسی

اثرات بہت دبے دبے داخل ہونا شروع ہوتے ہیں اور فارسی بحور و اصناف بھی خال خال استعمال میں آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن اسلوب لہجہ اور ذخیرۂ الفاظ پر اب بھی ہندوی چھاپ گہری بلکہ غالب رہتی ہے۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ فارسی مثنوی کی ہئیت میں لکھی گئی ہے۔ اس کی بحر بھی "فعولن فعولن فعولن فعول" فارسی ہے لیکن بحیثیت مجموعی اسلوب و ذخیرۂ الفاظ پر ہندوی رنگ اتنا غالب ہے کہ فارسی بحر اور فارسی وعربی الفاظ کے وجود کا احساس مشکل سے ہوتا ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اواخر اور گیارھویں صدی ہجری کے ابتدائی پچیس سال فارسی اثرات کے پھیلنے بڑھنے اور مقبول ہونے کے سال ہیں۔ اس وقت فارسی ادب سے خوشہ چینی کرنے کا رجحان اتنا بڑھا کہ گیارھویں صدی ہجری کے ختم ہونے تک یہ واحد ادبی رجحان بن گیا۔ اور اسی کے ساتھ یہ طے ہو گیا کہ اردو زبان کا نیا اسلوب اب اسی اسلوب و روایت سے مل کر پیدا ہوگا۔ اسی رجحان کے ارتقا نے آگے چل کر اُردو زبان کے اس عالمگیر معیار کو جنم دیا جسے آج ہم "ریختہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جس کا سب سے بڑا نمائندہ "ولی دکنی" ہے۔ اسی کے ساتھ اردو زبان کا یہ نیا اسلوب برِصغیر کے سارے علاقوں میں یکساں طور پر مقبول ہو گیا اور اُردو زبان کے علاقائی روپ مثلاً گجری و دکنی وغیرہ اسی کے ساتھ تاریخ کی جھولی میں جا گرے۔ کدم راؤ پدم راؤ میں یہ رجحان اپنی ابتدائی شکل میں نظر آتا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس مثنوی میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اس کا بنیادی ڈھانچہ، فاعل، فعل، مفعول کی ترتیب، مصرعوں کی ساخت، ضمائر اور افعال کا استعمال وہی ہے جو آج بھی اردو زبان کا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ مثنوی اردو زبان کی پہلی روایت کی نمائندہ ہے جس کا ذخیرۂ الفاظ، اسلوب، لہجہ آج کی زندہ اور بولی جانے والی زبان سے مختلف ہے۔ لیکن اگر اس کا مقابلہ آج کی اس زبان سے کریں جو ہندوستان کی ادبی کتابوں میں نظر آتی ہے اور جسے "ہندی"[1] کا نام دیا جاتا ہے اور جس میں سنسکرت کے تت سم الفاظ دوبارہ زندہ کئے جا رہے ہیں تو اس کا اسلوب جدید ہندی اسلوب سے مشابہ نظر آتا ہے۔ لیکن سوائے اس کے اس کی زبان وہی ہے جو آج ہم بولتے ہیں اور جسے اُردو کے نام سے پکارتے ہیں مثلاً جب ہم یہ شعر پڑھتے ہیں تو ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ ہم کسی بالکل مختلف زبان کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

جو کچھ کال کرنا سو توں آج کر ✦ نہ کھال آج کا کام توں کال پر
بھلے کوں بھلائی کرے کچھ نہ ہوئے ✦ بُرے کوں بھلائی کرے ہوئے توئے
نہنے کی نہنی بُدھ جانے نہ کوئے ✦ نہناں سو نہناں جے تبی پوت ہوئے

---

[1] ڈاکٹر مشری رام شرما نے لکھا ہے کہ "حالیہ زمانے میں انقلابی تغیر یہ ہوا کہ تمام آریائی زبانوں میں پھر سے قدیم ہند آریائی الفاظ (سنسکرت کے تت سم الفاظ سے مراد ہے) کا چلن ہوا۔" دکنی زبان کا آغاز اور ارتقا ترجمہ غلام رسول ص۹ مطبوعہ آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی، حیدر آباد۔

کدم راؤ کہیا پدم راؤ سُن • کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گُن
نہ اگلا سنبھالے کہ پچھلا کہاں • نہ پچھلا سنبھالے کہ اگلا کہاں
کہ جے بول میرا سُنے تیس کہوں • کہ جے نہ سُنے تیں گھڑی نہ رہوں
کہیا راؤ سُن دشت پردھان ایول • اٹھیا گرج یوں جیوں اُٹھے گرج ڈھول
جے جیبے کا جو ہوئے سو کر سکے • نہ پڑھی کیسرا کام باندر سکے
دھریں دھر بھیرے لوک کہتا پکار • دو دنا ہوا راؤ آکھو رمار
نہ رووے کدھیں چور کی ماں پکار • رووے گھال کر منہ کو کہٹی منجھار
کدم راؤ جب بھول راداں ہوا • ہوا ڈر ہوا ہو گیا باد ہوا
بچاریا ہری پنکھ کہتا اڑوں • کہاں لگ اڑوں جانے کیدھر پڑوں
ہری پنکھ دیٹھا پدم راؤ ہوئے • پدم راؤ جانے نہ یو کون کوئے
اکایک کہوں کیوں اپس ناتو ہوں • کدم راؤ ہیرا نگر کا سو ننوں
جو جس گلے کا دُود ہونے سو گئے • ہوئی دیکھ باکمر اسے کاٹ کھائے
نہ فراش سقا نہ توں مطبخی • کی ناتو دھر کیوں کہا تے کی
دو چتا نگر ساچ یک بول کہہ • کدم راؤ توں کیوں ہوا کول کہہ
سبھی کھیل اس کے کرن ہار وہ • کرنہار جوگی نہ کرتار وہ
پدم راؤ من میں دھریا ایک بات • کہ جس بات جیچے چرھیا ناگ ذات
جو نیت کرے کام جے کچھ کوئے • اُسی کا بھلا بھی اُسی سات ہوئے

اس زبان میں اتنی خلیج بھی حائل نہیں ہے جتنی انگلش اور اولڈ انگلش میں حائل ہے۔
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں روزمرہ اور محاورہ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے جس سے زبان کے ارتقا اور حادث کا اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ٹھکائی کرنا ـــــ کہیں ہیں ہمچے دیوں بار جگ • ٹھکائیں کروں جو کرے جگ ٹھگ ۵۰۹
گانٹھ باندھنا ـــــ ستم ایکسے گانٹھ باندھے جو کوئے • کہ اس بدھ تیں کیوں ..... ہوئے ۵۰۳
کان پر انگلی دھرنا (دینا) ـــ جو آکھو کیرے بھوں کھول گُن • تہیں کان انگل دھرے بات سُن ۵۵۲
پھول پھل ہونا ـــــ بھلا دیکھ سنبھل پرا دیکھ جھانٹ • کہ پھر پھول پھل ہوئے گی کانٹ کانٹ ۹۰
باد ہونا ـــــ گیا باد ہوا جیو تن چھوڑ بوجھ • کھوندا چلیا کرن لاگا اسو جھ ۲۳۶

ہوا ہونا ——— کدم راؤ جب بھول راواں ہوا ٭ ہوا ڈر ہوا ہو گیا باد ہوا ۷۳۵

آنکھ بھر دیکھنا ——— جو پونٹ اس دکھاوے ..... ٭ جو بھر آنکھ دیکھے کیوں آنکھ پھوڑ ۸۴۴

میاں میں منھ ڈالکر دیکھنا ——— نہ پڑ آج تھیں توں اس بھان منھ ٭ تبیں دیکھ مکھ گھال کر میاں منھ ۸۶۰

بول اٹھنا ——— گیا راج تج جب اٹھیا بول یہ ٭ جو سیوٹ اٹھیا ڈگ یہ بول کہہ ۹۹۰

جوگ پڑنا ——— بجا نوں کہ تجہ جوگ یہ کیوں پڑے ٭ کہ یہ جوگ تج راؤ راجن اڑے ۹۹۶

باسی تواسی ——— سو جوگی نہ ہوں ہوں جو باسی دھروں ٭ نہ باسی دھروں نہ تواسی دھروں ۳۹۴

کل کل ہونا ——— جہاں سو لیں پرکھ کل کل نہ ہوئے ٭ تہاں ہوئے کل کل جہاں نار دوئے ۲۴۳

سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا ——— نہ سر بار کر دو د کوں ہین تاک ٭ سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک ۲۰۶

آسمان کے تارے توڑ لانا ——— گھر ابھی بہت جھونٹ نہ بول جوڑ ٭ جنگل دھرت آکاس تارے نہ توڑ ۸۵۸

آنکھ پھوڑنا ——— 〃 جو بھر آنکھ دیکھے کیوں آنکھ پھوڑ ۸۵۴

کھول کر کہنا ——— 〃 کدم راؤ توں کیوں ہوا کھول کہہ ۸۹۴

ناک کاٹنا ——— 〃 جتول دیا پو تجھتے کاٹ ناک ۸۷۰

سر چڑھنا ——— 〃 سو کہیں آج منج سر چڑھیا پائے دھر ۸۷۴

ناک اونچی کرنا ——— 〃 جناں ناک اونچی کرے باؤ بل ۷۶۱

یہ صرف چند مثالیں نمونے کے طور پر میں نے پیش کی ہیں۔ ورنہ اس قسم کے سینکڑوں روزمرہ محاورات کے موتی پوری مثنوی میں بکھرے پڑے ہیں۔ یہی صورت ضرب الامثال اور کہاوتوں کی ہے۔ کچھ کہاوتیں ایسی ہیں جو فارسی سے ترجمہ ہو کر عام ہو گئی ہیں اور کچھ کہاوتیں ایسی ہیں جو صدیوں سے سینہ بسینہ چل کر ہم تک پہنچی ہیں۔ ذیل میں جو مثالیں میں دوں گا وہ آج بھی کم و بیش اسی طرح بولی جاتی ہیں۔

۱۔ آج کا کام کل پر مت چھوڑ

جو کچھ کال کرناں سو توں آج کر ٭ نہ گھال آج کا کام توں کال پر ۱۲۲

۲۔ چھری سونے کی بھی ہو تو کوئی پیٹ میں نہیں مار لیتا

چھری ات کندن سی کہ جے ہوئے ٭ اسنگت نہ تس گھال لے پیٹ کوئے ۱۷۰

۳۔ سانپ کا کاٹا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔

دودھا سانپ کا ہوئے جے کا ڈری ٭ ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی ۱۷۱

۴۔ دودھ کا جلا چھاچھ کو بھی پھونک مار مار کر پیتا ہے

بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک ✦ دودھا دودھ کا چھاچھا پیوے پھوک ۱۷۴

۵۔ چور کی ماں کوٹھی میں منہ ڈال کر روتی ہے۔

نہ رووے کدھیں چور کی ماں پکار ✦ رووے گھال کر مکھ کوٹھی منجھار ۲۱۸

۶۔ کُتّے کی دُم کبھی سیدھی نہیں ہوتی۔

جنتر گھال چھاچھ کسّ کھینچے جو کوئے ✦ نہ سیدھی کدھیں کوتری پُوچھ ہوئے ۱۹۸

۷۔ پانچوں انگلیاں کبھی ایک سی نہیں ہوتیں۔

مہو سی کدھیں پانچ انگل سمان ✦ ۲۰۴

۸۔ بِلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

جیسا او چھا دیہہ دے پیٹ بھر ✦ لے بِلّی پھل چھینکا پڑیا ٹوٹ کر ۳۴۹

۹۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پستا ہے۔

بڑے ساچ کر گئے گُن سگُن ✦ گیہوں پیتے پیسیا جائے گھن ۳۷۵

۱۰۔ سانپ بھی اپنے بِل میں سیدھا چلتا ہے۔

سبھی ٹھاؤ جے سانپ کوڑھا چلے ✦ اپس ٹھاؤ وہ بھی سو سیدھا چلے ۵۶۴

۱۱۔ بغل میں چھری منہ پہ رام رام

مردوہ دو لنگی جو ہیتے دھرستیں ✦ شکر در دہاں استرہ آستیں ۶۲۵

۱۲۔ (۱) چھوٹا منہ بڑی بات (۲) چادر دیکھ کر پیر پھیلانا

نھیں منہ بڑا نہ نوالا اُچھاؤ ✦ پسار آپنا اوڑنا دیکھ پاؤ ۸۳۶

۱۳۔ تلوار کا گھاؤ بھر جاتا ہے زبان کا گھاؤ نہیں بھرتا

کھڑگ ماریا اوپری کے مرے ✦ سبد ماریا جیسرم تپیا کرے ۸۶۶

۱۴۔ ایک دَر بند ہزار دَر کھلے

سنیا ہے کہ کرتار جس دیہہ جس ✦ تسے دوار بند ایک دے کھول دس ۸۹۴

۱۵۔ اپنا ہی سِکّہ کھوٹا تو پرکھنے والے کو کیا دوش

جب اپنا ہوا دام کھوٹا کپٹنگ ✦ کہیا پارکھی دوس دیتا کا ھنگ ۹۰۶

۱۶۔ جن کا منھ نہ دیکھا تھا اُن کے پاؤں دیکھنے پڑے۔

جنھیں مُکھ دیٹھا تھا باب راج + تنھن پلئے دیکھن پڑے منجھ آج ۸۷۳

۱۷۔ سب کھیل اُس (اللہ) کے ہیں۔

سبھی کھیل اُس کے کرنہار وہ + کرنہار جوگی نہ، کرتار وہ ۸۷۵

۱۸۔ دُور کے ڈھول سہانے

کھلی جاسنے دور تھیں ڈھول ناد + براوہ جو نیڑے کرے ڈھول ساد ۸۹۹

۱۹۔ مٹی میں ہاتھ ڈالے تو سونا بن جائے

جسے دیہہ سربھاگ تو تس سرے + جو ماٹی پکڑ ہت سُنا کرے ۷۷۲

۲۰۔ بھاری پتھر تھا چوم کر چھوڑ دیا

جو پاتھر اپس تی اُٹھے تس اُٹھائے + اپس جو اُٹھے نا، تسے چوم جائے ۶۷۹

ضرب الامثال اور کہاوتوں کی ایسی چند مثالیں جو فارسی سے جوں کی توں یا ذرا سی تبدیلی کے ساتھ اردو زبان کا حصہ بن گئی ہیں اور مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملتی ہیں۔

(۱) خشتِ اول گر نہد معمار کج + تا ثریا می رود دیوار کج

جو نیکا اُٹھے ترن بن رُکھ کوئے + سو سیدھا نہ تھیں رُکھ یہ ڈھن نہ ہوئے ۱۹۷

(۲) جان خوش تو جہان خوش

نہ سینا لونگ کر اس در مناں + سُکھی آپنا جیو تو سب جہان ۲۱۴

(۳) کند ہم جنس باہم جنس پرواز + کبوتر با کبوتر باز با باز

ینکھیرو نہ دیکھ کر آپ دِس + چڑی مل چڑی را ور مل، ہنس ہنس ۲۳۱

(۴) خلق خدا تنگ نیست + پائے مرا لنگ نیست

نکل جاؤں سر ناند منج تنگ نہ + جہاں جاؤں سینار تو تنگ نہ ۶۵۵

(۵) نیکوئی با بداں کردن چناں است + کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

بھلے کوں بھلائی کرے کچھ نہ ہوئے + برے کوں بھلائی کرے بُرے ہوئے ۸۳۹

(۶) چاہ کندن را چاہ درپیش۔

کرے جو کوئی کس تا پکھوڑے جے کود + بی پڑھرے کود تس کردر وہ ۸۶۸

تلمیحات

جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ہندو اسطور کا رنگ غالب ہے لیکن تلمیحات میں جہاں ہندو اسطور سے فیض اٹھایا گیا ہے وہاں اسلامی تلمیحات بھی موجود ہیں۔ ذیل کی یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کھلے تیں کہیا آج راماں منجہ ✦ کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ ۱۴۲

براہیم ادہم کر جیوں چھوڑ راج ✦ گیا راج تھل دے سنور آپ کاج ۲۱۵

کرے جے رام کے یار ہنونت تھا ✦ نہ تجہ سار کا اوہ ہنونت تھا ۵۸۰

نہ منجہ دھیر ایوب نہ نوح ناؤ ✦ نہ منجہ دورب قارون رکھوں کت پڑاؤ ۶۸۵

دھرم بھیم سہدیو ارجن چپگل ✦ اکسل کردں پانچ پانڈو کھکل ۹۶۱

کردن بن کتک توں سوچ تجہ کام ✦ نہ ہنونت سے نہ لچھمن نہ رام ۹۹۸

مرہٹی زبان کے اثرات

"چ" تاکیدی اور حرف انکار "نکو"

شمال سے جب اردو زبان اپنی قدیم شکل میں دکن پہنچی اور وہاں کی مقامی زبانوں سے اس کا واسطہ پڑا تو اس میں ان زبانوں کے الفاظ اور لسانی خصوصیات بھی در آئیں۔ اس پر سب سے زیادہ اثر مرہٹی کا پڑا اس کی بنیادی وجہ یہی کہ مرہٹی ہند آریائی زبان تھی اور اس کے الفاظ اس میں آسانی سے گھل مل کر ایک ہو سکتے تھے۔ "چ" کا لاحقہ (ہی کے معنوں میں) مرہٹی میں استعمال ہوتا ہے۔ وہاں سے اردو میں آگیا اور دکنی اردو کی پہچان بن گیا۔ کدم راؤ پدم راؤ میں مجھے دو شعروں میں یہ لاحقہ (چ تاکیدی) نظر آیا۔

گھرے کوئی اپچار نا چار پاپ ✦ نہ جانے مجھے وہ جو میراچ باپ ۲۲۸

اکایک کہیا تو تجہ میراچ سیکھ ✦ دھنور بدیا میں دیا تد دبھیک ۵۵۴

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دکن میں قدیم اردو نے "چ" کے لاحقے کو اپنے ابتدائی دور ہی میں قبول کر لیا تھا۔

اسی طرح لفظ "نکو" جو حرفِ انکار ہے، مرہٹی سے اردوئے قدیم میں آیا اور آگے چل کر "چ" تاکیدی کی طرح دکنی اردو کا کلیدی لفظ بن گیا۔ نظامی کے ہاں بھی یہ ایک جگہ ملتا ہے۔

ڈھٹائی نکو کر..... جیو دھیٹ ✦ نہ جیتے ہیں ڈر نیٹ جتے ایٹ ۸۲۵

مرہٹی کے اور بھی بہت سے الفاظ اس مثنوی میں موجود ہیں۔ ایک جگہ نظامی نے مرہٹی سبد کا حوالہ بھی دیا ہے۔ دد

سنِ عیسوی۔

سید محمد جے گیت ایک چت ؛ کر جے آپ سے داس داداں گت ۴۳۰

پنجابی کا اثر

اُردو اور پنجاب کا تعلق ابتدا سے نہایت گہرا رہا ہے بلکہ پنجاب اردو کا پہلا گہوارہ ہے۔ اسی لئے پنجابی کا اثر قدیم اُردو پر بہت نمایاں ہے۔ نہ صرف اسما، افعال وغیرہ پر یہ اثر واضح ہے بلکہ اردو کے پہلے بنیادی لہجہ کی تشکیل میں بھی پنجابی نے سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ میں بھی یہ اثرات گہرے اور نمایاں ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں جن سے اردو، پنجاب اور پنجابی کے قدیم رشتے پر روشنی پڑتی ہے۔

آنیں ۔ آنا، لانا	۶	ہتیں ساکھ ہو کر نہ آنیں دوتی	۴
	۶	بڑا دُکھ آنیا شرع کی اران	۳۴
دِیسے ۔ دکھائی دے	۶	جو مجہ ایک دِیسے سو مندان تجہ	۹
سنوئے ۔ پنجابی طرزِ تخاطب	۶	سنوئے فرزدیں تو بسرا آنکھیا	۳۸
کیتا ۔ ماضی مطلق کی شکل	۶	بنی بیر منہ وند کیتا ہنار	۳۸
لوڑے ۔ ڈھونڈنا، ضرورت ہونا، تلاش کرنا	۶	فلک بیچ لوڑے جے سر سبجری	۱۰۴
	۶	بھلا لوڑیے کوئی جے دے ادھار	۲۲۳
نیکا ۔ چھوٹا	۶	جو نیکا اُٹھے تن بن دُکھ کرے	۱۹۷
چھوڑسی	۶	نہ تھک تھک پنا چھوڑسی جگ لنگ	۲۰۰
ہنوسی	۶	ہنوسی کدھیں پانڈر پنگ لگ	۲۰۰
کدھیں	۶	ہنوسی کدھیں پانچ انگل سمان	۲۰۲
رہسی ۔	۶	نہ رہسی جو دیسے کچھو نقش نانو	۲۱۷
اگ ۔ آگ	۶	کپٹ بھاؤ تیں مجہ اُٹھے سیس اگ	۲۲۹
دوجا ۔ دوسرا	۶	جو دوجا نہ دیکھے پرکھ تب لگ	۲۳۰
آکھے	۶	کدم راؤ آکھے سنی بت دھن	۲۵۱
آن	۶	کوئی جے سبے بھوک گر آن رس	۲۸۱
سول ۔ قسم	۶	نہ دھند کی سول اُدھر کہ کھول	۳۳۷

بھر = باہر	=	نہ آؤں بھر سکہ تجہ سکہ بول	۳۳۷
آرسی	=	نہ پرگور میں توں رہن آرسی	۳۹۷
بدل = بادل	=	پڑے کیوں نہ بجلی بدل سیر ٹوٹ	۵۲۱
نکرسوں	=	نکرسوں تمدر دان دیوں اتال	۵۹۰
جاسوں	=	ترے پاسے تجوں چھوڑ جاسوں کہیں	۶۲۸
بارسی	=	رہے راج توں دیکھ کیوں بارسی	۶۹۲
پچھیں	=	اُچاسیں پچھیں سر یا دوسے پلٹے	۸۰۹
گراس	=	جو اتاس لاگے دیپ منجہ گراس	۸۲۵
اکھیاں = آنکھیں	=	جو اکھیاں تجے ہوئے آکھوں تجے	۸۴۹
ویل = وقت	=	سبا روں تسی ویل کے سب بجن	۹۱۵

یہ میں نے یہاں چند مثالیں دی ہیں ورنہ مثنوی کے مطالعے سے ان اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ اثرات شاعری کے مزاج میں، لہجے میں، ذخیرۂ الفاظ میں کثرت سے نظر آتے ہیں۔

گجراتی اثرات

اسی طرح اس مثنوی کے زبان و بیان پر، افعال و ضمائر، واحد جمع کے طریقوں پر مختلف زبانوں مثلاً کھڑی بولی، برج بھاشا، ہریانی، راجستھانی وغیرہ کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں جن پر ماہرین لسانیات کو کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اردو زبان پر مختلف زبانوں کے اثرات اور ارتقا کی تصویر سامنے آ سکے لیکن یہاں میں صرف گجراتی، سرائیکی اور سندھی کے اثرات کی نشاندہی کروں گا۔ ذیل میں گجراتی اثرات کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

جے	=	تری ایک میں جے تکھوں ہوتی	۲۳۹
سہدیس نا		جو کچھ میں کہیا بھید سہدیس نا	۳۱۸
پردیس نا		کیوں اب پچھ بھید پردیس نا	
انے	=	بجرانگ انجن انے بندھ ھار	۳۸۴
مانہہ	=	کھلیں جانیا داؤ تس ویل مانہہ	۹۱۷
باپڑا = غریب بیچارہ	=	کہیں باپڑا آ تارہوں میں کال	۹۵۰
[illegible]		نہ کچھ کہا بیسر جگر دھروں	۶۳

پونگڑا = لڑکا، بچہ ع بچھو پونگڑا کھاتے جن بیچ جائے ۹۵۰

اسی طرح "تڑت" "ددجے" "پچھو اور بہت سے دوسرے الفاظ اس مثنوی میں ملتے ہیں۔

سرائیکی، سندھی اثرات

اس مثنوی میں آخری حرف پر "زبر" عام طور پر لگایا گیا ہے یعنی آخری حرف متحرک آواز دیتا ہے۔ اردو زبان نے اس قاعدہ کو بعد کے دور میں ترک کر دیا اور اب "ہندی" میں بھی اسے تیزی سے ترک کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے لیکن سندھی میں یہ قاعدہ آج بھی رائج ہے۔ سندھی اثرات کی یہ چند مثالیں دیکھئے :

کے (سندھی کھے) بمعنی کو =	ع	تلن کے کیا اوچ تل بھر تھیں	۲۱۰
گھرے بمعنی مانگے، چاہے =	ع	گھرے کوئی اُچھار ناچار پاپ	۲۲۸
	ع	دھنی راج کوں بیچناں تد گھرے	۳۲۵
کے بمعنی سے	ع	اگھرنات پرمان سے راو کے	۴۷۴
اچہ بمعنی ہو، آؤ	ع	سکھی راج توں آچہ ستر راج کر	۶۰۷
منجھار = میں، درمیان میں	ع	رودسے کمال کر منکھ کوسٹی منجھار	۶۱۷
زلی	ع	زلی کیوں کرے وہ دوانا کنہال	۸۴۰
تلہار = نیچے	ع	نہ منجہ سدھ اوپر نہ تلہار سدھ	۹۴۰
منجھار	ع	ندھال تھیں رہیا راؤ بیچے منجھار	۱۰۱۷
باہ = آگ	ع	کہ منکھ بھول دے جیئے باہ ہول	۲۹۵
گال = بات، گالی	ع	کہ راواں گیا آج منجہ دیہہ گال	۵۱۱
ہیّن = دل	ع	نہ میرے ہئین سدھ نہ سیس بدھ	۹۴۰
اوبھا = سندھی میں اُبھا	ع	کنڈل بیر اوبھا ہوا سرو بن	۹۳۳
اُچاپہ اوچو، اونچا کیا	ع	اُچاسیس باہر کئی یک نہ بات	۹۳۵

کدم راؤ پدم راؤ کا ایک "مصرعہ" ہے

ع نہ چنتا کریں ناگ اس بھاؤ توں

"کریں" یہاں صیغۂ امر ہے اور "کر" کے معنی دے رہا ہے۔ کریں بمعنی کر آج بھی سندھی میں مستعمل ہے۔

جس طرح ان زبانوں سے، جن کی مثالیں ہم نے اوپر دی ہیں، اردو کا تعلق قدیم رہا ہے اسی طرح برج بھاشا

کھڑی بولی، ہریانی، راجستھانی اور دوسری بہت سی زبانوں کے اثرات بھی اس مثنوی میں ملتے ہیں۔ اب جب کہ یہ مثنوی شائع ہو رہی ہے اور آسانی کے ساتھ سب تک پہنچ سکتی ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلِ علم اور ماہرِ لسانیات اردو زبان و ادب کے اس قدیم ترین نمونے کا تجزیہ کرکے اردو زبان کے ارتقا کی داستان سنائیں۔ اس کے تجزیہ اور مطالعہ سے زبان کے ارتقا کی بہت سی گم شدہ کڑیاں مل سکیں گی۔

اسم فاعل

قدیم اردو میں مصدر پر "ہار" یا "ہارا" لگانے سے اسم فاعل بناتے ہیں۔ اس کی سب سے پہلی شکل کدم راؤ پدم راؤ میں ملتی ہے۔ سندھی و پنجابی میں اب بھی یہ صورت رائج ہے جیسے منگہارو یا منگہار، دینہارو یا دینہار۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

دینہار = دینے والا	۶	برو بر دنہ جگ تہیں دینہار	۱
رچنہار = بنانے والا، خالق	۶	رچنہار انجھے چنہار توں	۳
رہنہار = رہنے والا	۶	رہنہار بچھیں رہنہار توں	۳
کہنہار = کہنے والا	۶	نظامی کہنہار جس یار ہوئے	۲۸
سنن ہار = سننے والا	۶	سنن ہار سُن نغز گفتار ہوئے	
کرنہار = کرنے والا	۶	کرنہار توں، آج تجہ کس کہوں	۷۸۳
		سبھی کھیل اُس کے کرنہار دو	
		کرنہار جوگی نہ کرتار دو	۸۷۵

لاحقے

اردو نے سابقوں اور لاحقوں کے سلسلے میں فارسی کے علاوہ برصغیر کی بہت سی زبانوں سے فیض حاصل کرکے اپنے دامن کو وسیع کیا ہے۔ اس مثنوی میں "پن" لگا کر بہت سے لاحقے بنائے گئے ہیں۔ بعض علما کا خیال ہے کہ پن سنسکرت سے آیا ہے لیکن اردو میں یہ سنسکرت سے نہیں بلکہ اپ بھرنش کے ذریعہ داخل ہوا ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ میں اس کی یہ شکلیں ملتی ہیں۔

بھاؤپن	۶	کہیا ناگ دھرتن گپت بھاؤ پن	۱۰۷
دھنورت پنی	۶	کرے گھات کا کام دھنورت پنی	۳۱۱
ترن پن	۶	ترن پن بھلا کہ جگ چت ہوئے	۳۹۳

ٹھک ٹھک پنا	ء	نہ ٹھک ٹھک پنا چھوڑسی جگت بھگ	۲۰۰
سنگت پنی	ء	ملاوے سمجاوک سنگت پنی	۳۱۲
میتر پنا (دوستی)	ء	سروپ تول میتر پنا جد گھرے	۳۲۵
جان پن	ء	جو اجان کوں دیبہ توں جان پن	۱۰۰۳
بال پن	ء	سو کوئی جان جانے نہ بجھہ بال پن	۱۰۰۳

سابقے

قدیم اردو میں "سابقوں" کی کئی شکلیں ملتی ہیں۔ بعض الفاظ پر "پر" لگاکر، بعض پر "نر" لگاکر، بعض پر صرف "ن" لگاکر، بعض پر "ک" لگاکر بامعنی لفظ بنائے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ سنسکرت میں بھی رائج رہا ہے اور پراکرتوں اور اپ بھرنشوں میں بھی۔ ان کی چند شکلیں جو مجھے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں ملیں، یہ ہیں:

"پر" لگاکر

پرنار	ء	دُنیا میں بُرا کام پرنار سنگ	۱۰۰
پروار	ء	کہوں آن پروار کہلا کروں	۸۹
پرمکھ	ء	نہ پرمکھ کھائیں کوئی تن اگلنے	۵۹۴
پرچال	ء	جو چال آپنی چھوڑ پرچال جائے	۷۴۳
پردیس	ء	کہوں اب پکے بھید پردیس نا	۳۱۸

"ک" لگاکر

کڈھنگ	ء	کر اس تھیں بُرا کچھ ناہیں کڈھنگ[1]	۱۰۰

"ن" لگاکر

نروپ	ء	نروپ یوں دیا راے پردھان کوں	۷۴
نرس	ء	سوا جتر کھیلا کد نہ دیسیں نرس	۶۱۴
نسنگ	ء	بناتی کئی پنکھہ طوطے نسنگ	۸۴۰
نکھنڈ	ء	پرن دیبہ مُکھ آج نکھنڈ رات	۱۳۲

"نر" لگاکر

نردھار	ء	جسے ایسا گوسائیں نردھار ہوئے	۸۹۵

[1] مزید مثالوں کے لیے دیکھیے فرہنگ حرف "ک"۔

نراسی ،	سو یہ باؤ آندھی نراسی کب ان	۸۸۴
نرجیو ،	گھڑی کھانڈ تگ دیکھ نرجیو کر	۹۹۳
نرملا ،	سدا..... ہتا بول تج نرملا	۶۳۹

"کو" لگا کر

کوہنگ ،	جب اپنا ہوا دام کھوٹا کوہنگ	۹۰۶
کوبھیس ،	کر دیس آپنا دیکھ ہنڈوں کوبھیس	۸۹۶

"الف" لگا کر (نفی کے لئے)

اوگھڑ بغیر گھڑا ہوا، ناتراش	،	پرا وگھڑ سدیہ نرشی کیوں رہوں	۶۴۷
اچل ، نہ چلنے والا	،	اچل ہے..... رائے تج رائے پہ	۶۹۹
ابھاگ ، بدقسمتی	،	تہیں دیہہ ابھاگ توں دیہہ بھاگ	۷۷۱
اکھاناں ، نہ کھانا	،	اکھاناں رہے تیوں نہ تج سنورکر	۷۷۰

اسی طرح اوچتا، اچپت، اپار، اچوک، اڈھل، اسنگت، اکاذ، ادشکن وغیرہ الفاظ بھی مثنوی میں آئے ہیں۔

نون غنہ کا استعمال

اس مثنوی میں فعل، حرف، اسم وغیرہ کے آخر میں ن کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ زبان کے ارتقا کے ساتھ ساتھ یہ استعمال کم ہوتا گیا نہ صرف ولی دکنی اور سراج اورنگ آبادی کے ہاں نون غنہ کا استعمال (گو دورِ قدیم کے مقابلہ میں بہت کم) ملتا ہے بلکہ محبت خان کی مثنوی "اسرار محبت" تک یہ استعمال نظر آتا ہے۔ جدید اردو میں اسے ترک کر دیا گیا ہے اس سے الفاظ کی ادائیگی نسبتہً آسان ہو گئی اور بولنے میں روانی پیدا ہو گئی۔ کدم راؤ پدم راؤ سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

،	سوں توں شاہ گمبھیر گردو اگھیر	۹۸
،	اچھنتیں ذنی بولساں بُدھ نہ	۹۹

سو بولیا بچے جو نہ تھا بولناں	،	اناں ایک سنجری رہیا کھولناں	۱۲۹
کہی بات رانیں کر تج چھاؤ بل	،	ہیں جیوناں جسرم تج چاؤ تل	۱۵۲
نہ اب بھئیں کسی نار چھپاؤ ناں	،	نہ چھپاؤ ناں نہ تسے راؤ ناں	۱۹۵
گھڑی کھانڈ کا سکھ مدھ پیوناں	،	کھاری کیرا دکھ لے جیوناں	۳۲۳
اگر ہیں تن راؤ چھپاؤ ناں	،	کرکت ڈھنگ اپ راج چلاؤ ناں	۱۸۵

نال ایک اپکار کرتاں لگے ۔ کہ جس تھیں سنبھال آپ رہتاں لگے

اسی طرح انفی آوازیں بھی تلفظ کا حصہ بن کر استعمال میں آئی ہیں۔ کھڑی بولی، برج بھاشا، اودھی میں عوام کی زبان پر یہ آج بھی چڑھی ہوئی ہیں لیکن جدید اردو نے انفی آواز کو ترک کر کے تلفظ کو سہل کر لیا ہے۔ یہ چند مثالیں مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" سے ملاحظہ ہوں:

گھانس ۔ گھاس	؎	روئی گھانس تھیں اگ جھانپی نہ جائے	۱۸۳
اُڑنتا ۔ اُڑتا	؎	اُڑنتا بھیرو دھرے دل اودس	۲۳۱
جھونٹ ۔ جھوٹ	؎	اُڑائے گئے دھر جری جھونٹ کر	۵۷۲
شنک ۔ شک	؎	نہ اس بھاؤ شنکا دھرو‌ں ہوں نہ شنک	۱۸۴
پونچھتے ۔ پوچھتے	؎	تو لی دیا پونچھتے کاٹ ناک	۸۷۰
ڈھانک ۔ ڈھاک	؎	نہ پرچیاک کا چند کوں آڈ ڈھانک	۲۰۷
منجہ ۔ مجہ، مجھ	؎	کہ اب مجھیں تھیں منت منجہ لیپ بھاگ	۲۵۶
پُونٹی ۔ پوٹی	؎	نہ جھاڑی نہ پونٹی ڈرے باؤ کوں	۳۱۶

جمع کی شکلیں

نظامی کے ہاں جمع بنانے کی ایک شکل تو وہی ہے جو قدیم اردو میں عام طور پر ملتی ہے یعنی آں لگا کر جمع بنائی جاتی ہے۔ اس کی چند مثالیں اس مثنوی سے درج کی جاتی ہیں۔

؎	جو اپڑے کچھو دیس چیلاں اکھائیں	۱۲۹
ڈھنڈورا پھرادے گلیاں کوچیاں ۔	کرواں گیا راؤ دے گالیاں	۵۸۷
پڑی کھیلی سندریاں رانیاں ۔	تل اوپر ہویاں داسریاں چیریاں	۹۵

اس کے علاوہ چند شکلیں یہ بھی ملتی ہیں۔

کھیلتیں	؎	اسنگت دیٹھے کھیلتیں لانپ جھانپ	۱۵۸

قدیم اردو کے لحاظ سے یہاں جمع "کھیلتیاں" کے بجائے بالکل اسی انداز سے ملتی ہے جیسے آج بھی اردو میں رائج ہے۔

ایک اور شکل یہ ہے کہ "گنوار" (جاہل، گاؤدی) کی جمع "گنواریں" بنائی گئی ہے۔

؎	گنواریں کرے کن میں بدھ کوں	۲۶۵

اس کے علاوہ ایک شکل یہ ہے کہ "ن" لگا کر جمع بنائی گئی ہے۔ مثلاً پردیسی کی جمع پردیسین :۔

جو پردیسین کی ڈرے وہ نڈان	۶	۳۰۱

اسی طرح "اکھر" (لفظ) کی جمع "اکھرن" ملتی ہے۔

ایک اور جگہ "کاندھا" (کندھا، شانہ) کی جمع "کاندھے" ملتی ہے :

چلیا پالکی جائے کھاندے کہار	۶	

زبان کا یہ وہ دور ہے جب مختلف زبانوں کے اثرات ایک ساتھ کام کر رہے تھے اور سب کے سب زبان میں رائج تھے۔ اسی لیے یہاں بھی پنجابی، راجستھانی، کھڑی اور برج بھاشا وغیرہ کے اثرات ساتھ ساتھ نظر آ رہے ہیں۔

ضمیر، اسم ضمیر اور دوسری شکلیں

یہی صورت ضمیر اور اسم ضمیر پر منطبق ہے یہاں بھی مختلف اثرات ساتھ ساتھ کام کر رہے ہیں۔ کدم راؤ پدم راؤ سے متاثر کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

سوں (سو) = وہ	۶	سوں توں شاہ گنبھیر گڑھوا کبیر	۶۸
تیں، توں = تو	۶	تلم گیان سوں تیں لکھیا جگ جگ	۵
تجھن = تجھ	۶	تجھن ہت دے پان ہت آپ کر	۴۱۱
ہنوں، میں = میں	۶	نہ نایک ڈروں ہوں نہ پایک ڈروں	۸۶
	۶	جو میں پائے دھریا تھا ہمیں اُپر	۸۶۴
ہمیں = ہم	۶	ہمیں کون مانس جو کارن ہمی	۳۴۴

چند اور مثالیں

تس	۶	نہ گھٹیں پڑے پائے تس کا پتال	۲۶
تجھن	۶	جو میں نہ کہیا تو تجھن دور کر	۸۰
ہمن	۶	ہمن بل نہ ہے گا نبی بل سوا	۳۸
تمنوں	۶	کہ تجوں نہ تمنوں میں تجے لیکھیا	۸۹
ایہہ	۶	ہرا کر ذکر ایہہ کدم راے تنے	۱۰۸
ہمن۔ تمن	۶	کہ کارن ہمن بھوگ رہنا ہاں تمن	۳۴۴

لفظ		مثال	صفحہ
تن	ع	جناتی کیٔ تن پیسر بات مٹ	٣٠٢
تہاں	ع	تہاں باج ہم پال سگے سوکوں	٢٢٥
جے	ع	کہ جے ولساں جتے نہ یوں دوں	٤٦

حرف کی چند مثالیں

حرف		مثال	صفحہ
لگ = تک	و	سکا یا قلم بھاگ لکھ جرم لگ	۵
تھیں = سے / تھی، تی = سے	ع	کیا جگ منگا تا اُدھک سور تھیں	١١
تے = سے	و	نہ پورن لکھن تد توحید تے	٢٣
منہ / مانہ / ماں = میں	ع	نبی ہیر منہ دند گیتا جنار	٣٩
تے = پر	و	نبی یار ستے یار تے جھار جھار	٤٣

اسی طرح حرف کی اور بھی مختلف شکلیں ملتی ہیں۔

حرف		مثال	صفحہ
سیتی = سے	ع	چلو پیار سیتی جو پر کور دشٹ	١٦٩
ستیں = سے	ع	مرد وہ دو دسنگی جو ہتے دھر ستیں	٤٢٥
لگوں = تک	و	رہیا یا لگوں کال ہو کر بجار	١١۵
تد = تب بھی، پھر بھی	ع	نہ پورن لکھن تد توحید تے	٢٣
جد = جب	ع	تنرب نول میتر پنا جد گھرے	٣٢۵
جدکد = جب کبھی	ع	کہ جنکار سی راؤ منجھ جد کد	٢٦٩
جدھاں = جب کہ	ع	جدھاں سمند سر جیانہ کتا تد تھیں	٣٨١
سے = سے	و	سنور فرزدیں اب کسی سنور سے	۵٠
کیرا = کا (مذکر)	و	مچھندر کیرا پوت۔ آکھور نات	٣٦٦
کیری = کی (مؤنث)	ع	ڈھنڈورے کیری شدھ چندگا وجائے	٤٠٦

جنے = جو، جن   جو ایک سیت پاکر کھانے جتنے ۰ نہ کچا نہ پکا بچھانے جتنے   ۴۰۷

صفتِ عددی (گنتی) کی یہ شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر معمولی تغیر کے ساتھ آج بھی رائج ہیں :

یکس = ایک   ع   یکس بہت کھنڈا یکس بہت دال   ۳۷

یکس کے علاوہ ایک اور یک بھی ملتے ہیں۔

دسّں   ع   تپے دوار بند یک تے دسّں کھول   ۸۹۳

سنتر = ستّر   ع   جو سنتر جگا لیہ اسی جگ بس   ۸۸۳

سسنتر = ستّتر   ع   سسنتر تگر دان دیوں اِ سے   ۵۹۹

سَو = سّو   ع   جو جوبن گئے پہ لیے سو برس   ۶۱۴

سہس = ہزار   ع   تون جیو سا گر سہس رائے دے   ۳۴۳

دس لاکھ   کبوں ایک نہ جے سوں دسّں لاکھ   ۷۰۰

دس لک = دس لاکھ   ع   جہاں دسّں لک دھر...... کھتری   ۹۴۵

سہسر = ہزار   ع   سہسر پائے منہ جائے جے ایک پائے   ۸۴

ایک اور جگہ لاکھوں کے لئے لکھاکوں آیا ہے :

ع   تری ایک میں جے لکھاکوں ہوئی   ۲۳۹

فعل و متعلقاتِ فعل

جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کدم راؤ پدم راؤ کی زبان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ زبان شمال سے گئی اور دکن میں پھیل کر عام زبان بن گئی۔ اور تقریباً سوا سو سال کے عرصے میں وہاں کی زبانوں کے اثرات کو اس طرح جذب کر لیا کہ وہ خود اس کا حصہ بن گئے۔ دوسرے یہ کہ یہ اثرات کدم راؤ پدم راؤ میں ایک ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔ یہ صورت اسمار میں بھی نظر آتی ہے، حروف، ضمائر میں بھی اور یہی صورت فعل و متعلقاتِ فعل کے ساتھ ہے۔ اب اُردو مصدر کی عام پہچان یہ ہے کہ مادّے سے مصدر بنانے کے لئے "نا" لگا دیتے ہیں جیسے کرنا، کھانا، پینا وغیرہ۔ کدم راؤ پدم راؤ میں مصدر "ناں" کے ساتھ ملتے ہیں۔ یہ شکل آج بھی پنجابی میں رائج ہے۔ چند مثالیں "کدم راؤ" سے دیکھئے :

بولناں = بولنا   ع   سو بولیا تجے جو نہ تھا بولناں   ۱۲۶

کھولناں = کھولنا   ع   اتال ایک سنجری دیا کھولناں   ۱۲۶

کرناں = کرنا   ع   اتال ایک اپکار کرناں لگے   ۵۰۷

رہناں = رہنا ۶ کر جس متیں سنبھال آپ رہناں لگے ۵۰۷

دوسری صورت مصدر کی یہ ملتی ہے کہ مادہ کے ساتھ حرف "ن" کا اضافہ ہوتا ہے۔ یہ شکل برج بھاشا میں بھی ملتی ہے۔ اور پنجابی وغیرہ میں بھی۔ مصادر کی یہ شکل مثنوی کدم راؤ میں کثرت سے نظر آتی ہے۔ اس صورت سے مصدر بھی بنائے جاتے ہیں اور مضارع و امر بھی۔ ملی جلی مثالیں یہ ہیں:۔

پڑھاون = پڑھانا ۶ کوا کھیب راواں پڑھاون کہائے ۵۸۵

مرن = مرنا ۶ ہری بنگھ کا ہوئے کت گو مرن ۵۹۳

اُڑن = اُڑنا ۶ نکل آج ہوں توں کر سُدھیں اُڑن ۵۹۳

کرن = کرنا ۶ نہ مرباد توں چھوڑ ادگن کرن ۵۹۶

دھرن = دھرنا ۶ کنک لے چلیا سات رداں دھرن ۵۹۷

گمن = جانا ۶ نہ ہوں چھوڑ تجہ پائے کرسول گمن ۶۲۴

بچارن = سوچنا ۶ بچارن بنے رائے ایسا بچار ۵۹۸

ترن = تیرنا ۶ کدم کون گنداجو سکے ترن ۷۸۱

اسی طرح "امر" و مضارع کے صیغہ کی یہ شکلیں ملتی ہیں:۔

ساکھ = قیاس کر ۶ سیوا ساکھ اُس بول جو سچ کہیا ۲۹۶

دھرے ۶ کھوندا دھرے من بہت دِشٹ بھاؤ ۲۹۳

کریں بمعنی کر ۶ نہ چنتا کریں ناگ اُس بھاؤ توں ۳۰۵

پچھاویں = حاصل کریں ۶ پچھاویں نبی مال دھر ردم دے ۴۰

پہیریں
کھائیں ۶ ہیں کیا جو اس کا نہ پہیریں نہ کھائیں ۱۱۴

کر ۶ گساتیں ہیں جیب تجہ سنوار کر ۲۵

دیہہ = دے ۶ چلے جگت اس متیں اپے دیہہ دھیر ۳۵

دیوں = دے ۶ کہوں بول کا بول دیوں اُتر ۱۵۳

دِکھلاؤ ۶ کسی اوپچ دکھلاؤ تل کھینچ لے ۱۸۰

* کدم راؤ پدم راؤ " میں سی کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ یہ استعمال بعد کے دور میں کم ہو گیا۔ پروفیسر

محمود شیرانی کو سب رس میں "سی" مستقبل کا استعمال باوجود تلاش کے صرف چار جگہ مل سکا۔[1] ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے لکھا ہے کہ لاہور کی پنجابی میں آج بھی "سی" بجائے مستقبل کے ماضی مطلق کے امدادی فعل "تھا" کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔[2]
مثنوی کدم راؤ پدم راؤ میں "سی اور سوں" کی چند یہ شکلیں ملتی ہیں۔ اس میں امر و مضارع کے صیغے بھی شامل ہیں اور فعل مستقبل بھی۔

چھوڑسی = چھوڑتا ہے، چھوڑے گا	ع	نہ تھک تھک بنا چھوڑسی جگ تھک	۲۰۰
رہسی = رہے گا	ع	نہ رہسی جو دلیسے کچھو نقش ناؤ	۲۱۰
دھکسی = بھڑکتا ہے، غصہ کرتا ہے۔	ع	کہ جے دھکسی راے دھن منجہ پہ	۲۶۶
ساچسی = سچ سمجھے	ع	نہ مُد بھیَد کر کوئی دھن ساچسی	۳۲۹
کرسوں = کروں، کرسکتا ہوں۔	ع	نہ ہوں چھوڑ تجہ پاے کرسوں گمن	۶۲۴
نکرسوں = نہ کروں گا۔	ع	نکرسوں تدر دان دیوں امال۔	۵۹۰
نہوسی = نہ ہوگا، نہیں ہوتا۔	ع	نہوسی کدھیں .... پنک لگ	۲۰۰
ہنکارسی = بلائے، بلاوے گا، بلاتا ہے	ع	کہ ہنکارسی راؤ منجہ جدّ کد	۲۶۹
ہارسی = ہارتا ہے، ہارے۔	ع	رہے راج توں دیکھ کیوں ہارسی	۶۹۳

مضارع و امر کی دوسری شکلیں

نکمن = نکھیں		نہ پورن نکمن تد توحید تے	۲۳
سنن = اگر سنیں، اگر سنیں گے	ع	سنیں راے ڈھنڈ تجہ راے پن	۵۹۷
جلو = جلے (جلنا سے)	ع	جلو جیب منجہ جو بُرا تجہ کہوں	۶۳۷

فعل حال کی یہ شکل بھی عام طور سے ملتی ہے۔

کہوں = میں کہوں	ع	کہوں جے سنے راؤ اُن کا بچار	۱۷۷
کہوں = کہتا ہوں	ع	دلے ہوں کہوں دیکھ اُس کا بیاؤ	۱۷۸

فعل کی ایک اور شکل یہ ہے:

---

[1] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول ص ۲۳۳ مجلس ترقی ادب لاہور

[2] جامع القواعد (حصہ صرف) ص ۲۹۶ مرکزی اردو بورڈ۔ لاہور

کہن نہ سکے	؏	کہوں ... کبھی کہن نہ سکے	۷۰۵
رہن نہ سکے	؏	اپس بھاؤتے تیں رہن نہ سکے	۷۰۵
بولن سکے۔	؏	نہ بولیا جو ہے بول بولن سکے	۷۸

فعل جمع

اچھیں = اچھی کی جمع (بمعنی تھی)	؏	جو جو ہیں اچھیں پرت	۱۹۴
اہیں = اہے کی جمع (بمعنی ہے)	؏	جہاں تجھ پسیا انکھ بھتے اہیں	۹۳۸

مرکب افعال

کدم راؤ پدم راؤ میں اس کی عام شکل یہ ہے کہ دیسی زبانوں کے الفاظ ـــ اسم، حاصل مصدر وغیرہ کے ساتھ فعلِ امدادی لگا کر مرکب فعل بنایا گیا ہے۔ مثلاً

دکھاون سکوں	؏	دکھاون سکوں بول دیہ منہ جند	۴۵۹
کرن لاگا۔	؏	بھوندا چلیا کرن لاگا اسو جھ	۷۳۶
بنتی کرن۔	؏	ہن انکھیں ہنکاریں نہ بنتی کرن	۶۱۰
بلنداکرن (دو منزلہ بنانا)	؏	بلنداکرن گھر کہن تس کٹاؤں	۸۴۰
دیکھن پڑے۔	؏	تھن پائے دیکھن پڑے تجہ آج	۸۷۴
ہنکارن کرول۔	؏	برس پانچ (لگ) نا ہنکارن کرُں	۵۱۴
چکن لگے۔	؏	چکن لگے جب کتک بہت پہ	۵۶
اردگن کرن۔	؏	کہوں لوڑنے تھی اردگن کرن	۱۰۷
دیکھ سکوں۔	؏	اسنگت کرکیوں دیکھ سکوں اپناؤ	۱۵۹

لیکن ساتھ ساتھ ایسے مرکب افعال کی مثالیں بھی ملتی ہیں جن میں "اردو" فعل کو فارسی عربی الفاظ کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ یہ رجحان آئندہ دور میں بہت عام ہوا۔ سب رس میں ایسے مرکب افعال کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ اس عمل نے اردو زبان کی قوتِ اظہار کو بہت آگے بڑھایا ہے۔ اس سلسلے میں بھی کدم راؤ پدم راؤ کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔

مُسخّر ہوا۔		عطارد مُسخّر ہوا ہے قلم	۵۴
مُسخّر کیا۔		مُسخّر کیا سُور ہے ہت علم	۵۴

ماضی مطلق

ماضی مطلق بنانے کے لئے مصدر کا "نان" گرا کر "یا" لگایا گیا ہے۔ یہ صورت بعد تک قدیم اُردو میں رائج رہی۔ پنجابی میں آج بھی رائج ہے۔ کدم راؤ پدم راؤ سے چند مثالیں دیکھیے:

سِرِیا = پیدا کیا	؎	تبیں اُنچ انبر سریا باج اُدھار	۱۰
سرجیا = پیدا کیا	؎	رتن سرجیا تیں جیلا جوڑ تھیں	۱۱
کہیا = کہا	؎	کہیا ناگ دھرتن گپت بھاؤ پن	۱۰۷
ماریا = مارا	؎	کرن دوس سچ کہہ کہ ماریا جاتے	۱۰۸
رہیا = رہا	؎	رہیا پانگوں کال سو کر بچار	۱۱۵
اُٹھیا = اُٹھا	؎	گیا راجہ تجہ جب اُٹھیا بول یو	۶۹۰

"کر" فعل کا استعمال

محمود شیرانی[1] نے لکھا ہے کہ "کر" دو فعلوں میں عطف کے لئے آتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ فاعل نے پہلا فعل کرکے دوسرے فعل پر عمل کیا۔ اس کا دائرہ عمل بہت وسیع رہا ہے۔" اس کی چند مثالیں "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" سے ملاحظہ فرمائیے:

	؎	نبے کوئی بُدھ میں کر بچار	۱۸
	؎	سپت سندھ پانی جو تس کر بھرے	۲۳
	؎	سرے دوئے تیں جگ توڑ آدکر	۳۰
	؎	کرتے دل بلگت کرن راج کر	۳۱
	؎	تنھی دود کر کر کچے دے اُتر	۶۰
لے دے کر	؎	گئی نماس ناگن پران آپ لے	۱۶۱

چند اور دلچسپ خصوصیات

۱۔ ایک جگہ "کر" بمعنی "یا" استعمال ہوا ہے جو اردو کا جدید استعمال ہے لیکن اس جدید کا قدیم ترین استعمال کدم راؤ

---

[1] مقالات حافظ محمود شیرانی جلد اول صفحہ ۲۳

پدم راؤ میں اس طرح ملتا ہے:

۶	کدم راؤ ہے کہ پدم راؤ ہے	۳۴۳

اسی طرح کئی مصرعوں میں "کہ" اور "کے" ساتھ ساتھ استعمال ہوئے ہیں مثلاً

۶	کہ کے یوں ہوا توں دوئی بھاؤ سوں	۶۱۸
۶	نکل بیگ چپل توں کہ کے راج کر	۶۳۷
۶	بھیتن کہ راؤن کہ کے کنبھ کرن	۶۷۰

۲ ۔ دکنی اردو میں عام طور پر جب ایک ہی لفظ کو دوبار استعمال کیا جائے تو بیچ میں "ے" کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ جیسے گھرے گھر، ردے ردم، چھنے چھن، ٹھارے ٹھار۔ لیکن نظامی کے ہاں یہ شکلیں ملتی ہیں۔

دھک دھک	۶	نہ تیسا کچھو ہوتے دھک دھک	۹۳۱
پھاٹ پھوٹ	۶	ہون کی نہ کیتا بدل پھاٹ پھوٹ	۵۲۱
برسا برسیں	۶	سو لاوے کسی بھاگ برسا برسیں	۷۷۹
ٹھار ٹھار	۶	دھرت مارگ آسن دھرے ٹھار ٹھار	۱۰
تل تل	۶	سیو اسیو تل تل کرے دن مان	۳۷
جھار جھار	۶	نبی یار تھے یار تے جھار جھار	۴۳
کانٹ کانٹ	۶	کہ پھر پھول پھل ہوئے تھی کانٹ کانٹ	۹۰
گھر گھر		پھر بکیوں نہ سب لوگ گھر گھر بسار	۵۳۶

ایک جگہ یہ شکل بھی ملتی ہے۔ یہاں "بہ" کا اضافہ کیا گیا ہے:

۶	دھر یہ دھر بھرے لوگ کہتا پکار	۶۸۸

۳ ۔ "ر" کے بجائے "ل" کے استعمال کی مثالیں:

دوال بمعنی دوار	۶	گھڑا آت تاوے جو رہا دوال	۵۶۱
دیوال بمعنی دیوار	۶	کہ سرتھیں تھپاپائے لگ جیوں دیوال	۶۲۳

۴ ۔ "ل" کے بجائے "ر" کے استعمال کی مثالیں:

چیرا بمعنی چیلا	۶	نہ یوناں نہ تامن نہ چیرا کروں	۴۰۲
جرجر بمعنی جل جل	۶	بسادے اپس کیوں (نہ) جرجر مرن	۷۸۹

۵ ۔ ہکاری تلفظ ــــ ان الفاظ میں "ھ" کا استعمال جن میں اب "ھ" استعمال نہیں ہوتی:

گاڑھ = گاڑ ؏ علم گاڑھ تھی شورجل سترا جاؤ ۵۵

لابھ = لاب (فائدہ) ؏ کہ جتا کہوں لابھ نہ باج ہان ۳۳۰

لیکن ایک جگہ "لاب" بھی استعمال میں آیا ہے:

؏ کہ تس بول میں لاب ہے ہان ہوئے ۷۹

پچھتے = پیتے (دودھ اترے) ؏ نہ باپ پچھتے کہ میں سیس تھیں ۵۰۲

مندھر = مندر ؏ کہ جھد ہوں اجاڑوں مندھر راؤ اس ۳۹۱

بجھلی = بجلی ؏ کہ کہوں بجھلی کہن نہ سکے ۷۰۵

جھار = جار (ہمیشہ) ؏ تہاں کیوں کرے راج .... جھار ۸۳۳

کنجھال = کنجال (کائی) ؏ مکھ اچھا ہیں سمند پکڑیا کنجھال ۹۲۲

۶۔ وہ الفاظ جہاں ھ استعمال ہوتی ہے لیکن کاتب نے استعمال نہیں کی۔ مثلاً

کبی = کبھی ؏ کبی دو پہر رات رام اور رام ۱۳۷

لیک = لیکھ (لکھ) ؏ کہ ہے جنے پر تجہ تو منج لیک ۳۰۹

مورک = مورکھ ؏ سو مورک نہوں جل جو لابھ آپ دیکھ ۹۹۵

لیکن لفظ "گانٹھ" — گانٹ اور گانٹھ — کی دونوں شکلیں ملتی ہیں۔

گانٹ = گانٹھ ؏ رتن کئی نہ مول لے گانٹ کھول ۲۰۵

گانٹھ ؏ گلی گانٹھ دیتا ہوا کت بسن ۵۰۷

۷۔ حرفِ رابطہ یا حرفِ اضافت کے بغیر دو لفظوں کو جوڑنا۔ نظامی کے ہاں اس عمل کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اسلوب میں اختصار کے لئے ضروری ہے کہ اس عمل کو پھر سے زندہ کیا جائے اور کثرت سے استعمال کیا جائے۔ نظامی نے اس عمل کو دیسی زبانوں کے الفاظ ملا کر کیا ہے بعد کے دور میں یہ عمل فارسی عربی کے الفاظ کے ساتھ بھی ملتا ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

بھگت جگ = دنیا کی تقدیر ؏ قلم گیان سوں تیں لکھیا بھگت جگ ۵

آپ بل = اپنی قوت سے ؏ بل اوپر جتیں کر سکے آپ بل ۴

نُردھر ؏ بھنایا اہرنک رتی نردھر ۳۱

گلی ڈال تھان ؏ دھرت پیر گھٹے گلی ڈال تھان ۳۹

بنی یار ؏ بنی یار تجے یار تے جھار جھار ۴۳

پاؤ تل ؏ دوئی آن میں سر دھرے پاؤ تل ۴۷

تبت جلم ۶ سُستر کیا سُود دے تبت جلم ۵۴

مکھ پانی ۶ کدیں مکھ پانی اپس نہ گنواؤں ۸۹۸

بنی پت ۶ نغاں سو نغاں ہے جے بنی پت جوے ۶۹۴

۸ ۔ آج کل "پلیٹ" (رکابیاں) کا لفظ استعمال میں عام ہے لیکن نظامی کے زمانہ میں اس لفظ کو "پلیٹ" کے تلفظ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ قریشی کی بھوگ بل میں بھی پلیٹ یعنی لپیٹ استعمال ہوا ہے۔ نظامی کے ہاں اس شکل میں یہ لفظ دو بار استعمال ہوا ہے۔ ایک مثال یہ ہے:

۶ کہ جس بھینٹ تھیں راج سب ہے پلیٹ ۳۷۴

۹ ۔ حرف علت "نے" کا استعمال مجھے کدم راؤ پدم راؤ میں نہیں ملا۔

مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" کی اشاعت سے اردو زبان اور اس کے ارتقا کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے فکر و تحقیق کے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اہل علم و ماہرین لسانیات اس موضوع پر جلد داد تحقیق دیں گے۔ اس مثنوی سے زبان کا وہ بنیادی ڈھانچہ سامنے آتا ہے جس پر اردو زبان نے اپنی روایت کی دیو ہیکل عمارت تعمیر کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات بھی طے ہو جاتی ہے کہ اردو زبان ہمیشہ سے عوام اور معاشرے کے ہر طبقے کی مشترک زبان رہی ہے اور اس وجہ سے آج تک ساری سیاسی بدبختیاں بھی نہیں ہٹا سکی ہیں۔ یہ دنیا کی وہ زبان ہے جو آج بھی دنیا کی ایک بہت بڑی آبادی کے لئے ابلاغ کا ذریعہ بنی ہوئی ہے اور جس میں آج سے تقریباً چھ سو سال پہلے ادب کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ لوگ جو دنیا کی مختلف زبانوں کی تاریخ سے واقف ہیں جانتے ہیں کہ یہ سعادت دنیا کی معدودے چند زبانوں ہی کو حاصل ہے۔

جمیل جالبی

۳ مارچ ۱۹۷۳ء

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

مصنفہ

فخر دین نظامی

مرتبہ

ڈاکٹر جمیل جالبی

متن میں یہ علامات استعمال کی گئی ہیں:۔

۱۔ جہاں مصرع کو وزن میں لانے کے لیے کسی لفظ یا حرف کا اضافہ کیا گیا ہے وہاں یہ بریکٹ استعمال کیا گیا ہے ( )

۲۔ جہاں مصرعے میں لفظ یا الفاظ زائد تھے وہاں ان زائد الفاظ کو اس بریکٹ میں دکھایا گیا ہے۔ [ ]

۳۔ جہاں مصرع میں کاتب سے کوئی لفظ چھُٹ گیا ہے اور کوشش کے باوجود اُس لفظ کا اضافہ نہیں کیا جا سکا وہاں سوالیہ نشان بنا دیا گیا ہے ؟

۴۔ جہاں کرم خوردہ یا مشکوک ہونے کی وجہ سے لفظ نہیں پڑھا جا سکا وہاں مصرع میں نقطے لگا دیے گئے ہیں ....

(جمیل جالبی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گسائیں تہیں ایک دُنہ جگ ادار ۔۔۔ برو بر دُنہ جگ تہیں دینہار

اکاس اُنچہ پاتال دھرتی تہیں ۔۔۔ جہاں کُچہ نکوئی تہاں ہے تہیں

رچنہار نا نکھے رچنہار توں ۔۔۔ رہنہار تجہیں ہنہار توں

تہیں رچیا جگت اُپرار تل ۔۔۔ تل اوپر تہیں کر سکے آپ بل

قلم گیان سوں تیں لکھیا بھگ جگ ۔۵۔ رسکایا تیم بھاگ لکھ جرم لگ

سرامیں تیری جب اگنتی ہوئی ۔۔۔ ہئیں ساکھ ہو کر نہ آنیں دوئی

کون سوہ بن تداپی درشت ۔۔۔ مشالا دِھک سو اُچایا سرشت

دھرت سات رو چند اکاس سات ۔۔۔ رچے دیر جہ مے فلک نو سنگھات

جو مجہ انک دیسے سو مندان تجہ ۔۔۔ جو مند امنہ میں ہوئے بندان تجہ

تہیں اونچہ انبر سریا باج آدھار ۔۱۰۔ دھرت مارگ آسن دھرے ٹھار ٹھا

رتن سر جیا تیں جلا نکور تھیں ۔۔۔ کیا جگ مگا تا اَدِھک سور تھیں

یہیں باترن تھیں دِیتے سُو رتن — جنھے مکھ اپنے پدارت بچن
گگن دھرت سکّے تہیں رچنے — نہ جو کِت کسی ہوئے تِس سمجھنے
کرے آگلا تُجہ کریں سیو کوئے — کہ جب نہ کرے سیو تُجہ کم نہوئے
نہ بر ہے نہ کر جے بِن اُسکے نردپ — ١٥ — دھرت سیں اُچاون ندے ایک رُوپ
رچیا سب سنسار نیکا بجور — نہ پاتھر نہ ماٹی نہ پانی نہ آور
پون آگ ماٹی اَدِھک دھات چار — نہ مِلتی مِلائیں رکھے ایک ٹھار
کون چِتری چِترے اے نگار — نسکّے کوئی بُدھ میں کر بچار
بہت جو لیسی جو ملیں سو دھنے — نجانے کہ تیں کیا کیا سمجھنے
ہِیاں سمندمکھ کھان نانک بچن — ٢٠ — جو ہیرے بچن کر دیں دوئے کن
رتن تھیں ادھک تیں کیا مکھ بچن — بچن مکھ تل تیں کیا جگ رتن
سپت سمند پانی جو مس کر بھرن — قلم رُک رُک پان پتر کرن
جمارے لکھیں سب فرشتے کہ جے — نہ پورن لکھن تد توحید تے
سمندر تہیں سمپ تُجہ ایک بُند — جو اد بھے سوئی نیر نکلے سمند

گُسائیں ہمیں جیب تُجھ سنور کر ۲۵ نہ چِنتیں بُرا کُچھ تجہ کام پر
کہ جے کوئی تجہ بھیں اُچاوے کپال نہ گھِسیں پڑے پائے تس کا پتال
کسی رائے سر توں دھرے مُکٹ مَن نہ پائے کسی پائے تل دھر سہَن
سنوئے فخرِ دیں توں بسر آنکھیا محمد نبی خاتمِ انبیا
نظامی کہنہار جس یار ہوئے سُنن ہار سُن نغز گفتار ہوئے

نعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم

تہیں ایک ساچا گسائیں اَمَر ۳۰ سَرے دوے تیں جگ توں آد کر
پچھایا امولک رتن نور دھر کہ تے دیل بِلگت کرن راج کر
امولک مُکٹ سیس سنسار کا کرے کام نِردھار کرتار کا
محمد جرم آد بنیاد نور دوے جگ سَرے دے پرساد نور
نہ اکاس دھرتی نہ دنبو نہ چند نہ بھریا کُچھوا دیتا نور سند
مثالا اسی کا جو دیسے گَہیر ۳۵ جلے جگ اس تھیں ایسے ذہنۂ دھیر

بجا ڈگہ اُنہا شرع کی ارا آن دھوڑ بہر بکری لکن دال تھا آن
سیما سبو تلنِد کری دن ماں آن یکسھٹ کھندا بکسر ماتک دا آن
نیانجی دھوں جرم کاھم ھوا عمن بلدنی گا نبی بل سیتو آہ
نبی بہرہ دند کیتا بنار انھاں ہٹ گر جند کیتا دو بھار آہ
پتھاو نہ نبی مال دمر دوم ریلہ پتھاو نہ نبی بھیند کسر یدگی
ستوار یگی دتن دا آں دن حرسنر گھرکل مار بیری کرک سنھو
محمد براداوت جکہ تھلہ کہ بجراجر نہ رائی جک مکہ ستھا
نبی یار تھینے یاری جہا جہارہ بجارن نبی گام گوتی بجار
دتن چار تھیے لی کینی جا رجنہ رتن بشجتین بجم رکھی جیو گھن
ابابکر نسا چا عمر کا نیاو اکہ عثمان بھنداری علی کھرگل راو
نہ کجہ ھٹ نیس راد دتر ویش بھلسی پنکمول لی ولو بیجی بد نیس
اود وانت لکدا آدا بیسی راو بلہ دبکی ان بہن سر دھری پاوند
تجکا جوت دنبر کری اند کار اجالا کیا ہین دھوں جرم تھار

بڑا دُکھ آنیا شرع کی آران   دھرت پیر پکڑے گگن ڈال تھان

سیوا سیونِل تِل کرے دِن مان   یکس ہت کھنڈا یکس ہت دان

میاں جے دَھوں جرم کا ہسم ہوا   ہمن بل بنے گا نبی بل سیوا

نبی بیرین دنہ کیتا بنار   اُنگل ہت کر چند کیتا دو پھاڑ

پچھاون نبی مال دھر رِدم رے   ۴۰   پچھاون نبی بِھینٹ کسری دگے

سنواریں رتن دان دے درسَر   کھڑگ مار بیری کرے ستبر

محمد بڑا اوتِ جگت تھا   کہ شجرا چرن رائے جگ مگ تھا

نبی یار تھے یار تے جھار جھار   بچارن نبی کام کرتے بچار

رتن چار تھے لے گئے چار جن   رتن بیجتیں جسم رہے جیو کھن

ابا بکر سا چا عمر کا نیاؤ   ۴۵   کہ عثماں بھنڈاری علی کھڑگ راؤ

نہ پُچھ ہت تِس اَو دَرویش بھیس   پتنگ مُول لے راوَ بھیجے بدیس

اودوا نت لگ راوا اپس راؤ بل   دوئی آن میں سر دھرے پاؤ تل

جگا جوت ڈنبر کرے آند کار   اُجالا کیا تیں دَھوں جرم ٹھار

خدا سنوریا مصطفیٰ سنوریا خدا با صفا مصطفیٰ سنوریا
سنورا نجرہ تی آبر کسے سنور سیے الوالامرا پینا آسی سنور سیے
نظامی اویکی پھیری لیک جکلہ دتن لال موتی بھری تس نکہ

مدح سلطان علاء الدین بہمنی نور اللہ مرقدہ

برا شاہ وہ شاہ جس شا جکلہ دھیں سیوتی جرم تس پای لگ
آنھیں علم کیا شا در کھن دھرتا لگن دل دھرت دل مسخر کرن
عطارد مسخر ہوا لی قلم مسخر کیا سوردی ہت علم
علم کا رہ کھن سور جل سر اجا و طبل ڈھول بوجون بدلتوہ بجاؤ
جمکن لگی جب کنک ہتیوں جرھا وا کیا دھرت اکا س پر
جمک بجلی پیو آن علم مجہ چیونا علم سنک تون کرنج کھن جیو تونا
فلک لیہ جو دو ل کہنداپ جل آ ادہل دا کر کھنداپ جو دو تل تک
جمر مینک د نبر دھری سیس پر کر جوزا دھرت درباش کرہ
جھمر

خدا سنوریا مصطفیٰ سنوریا خدا باصفا مصطفیٰ سنوریا
سنور فخر دیں اب کسی سنور سے ۵۰ الوالامر اپنا اسی سنور سے
نظامی جس اوپر پھری ایک چک رتن لال موتی بھرے تس مکھ

مدح سلطان علاء الدین بہمنی نوّر اللہ مرقدہٗ

بڑا شاہ وہ شاہ جس شاہ جگ رہیں سیوتے جرم تس پائے لگ
اُنھیں شہ کیا تا دکھن دھرن گگن دل دھرت دل مسخر کرن
عطارد مسخر ہوا لے قلم مسخر کیا سور دے ہت علم
علم گاڑھ گھن سور چل سر اُچاؤ ۵۵ طبل ڈھول برغوں بدل توں بجاؤ
چمکنے لگے جب کنک ہتیر چڑھا وا کیا دھرت اکاس پر
چمک بجلی تیوں علم مجہ جیوں علم سنگ توں گرج گھن جیو توں
فلک لیہ چوڈول کھند آپ چل اڈھل راکھ کھنڈ آپ چوڈول تل
چھتر مگ ڈنبر دھرے سیس پر کہ جوں زادھرے تبت در باش پر

گگن موتینہ بارگہ تان دے ۶۰ دھرت ساوساوا سنور سیس لے

(رتن) گگن سمند توں گنج تیتا دھرے دھرت جیوتی کر سمندر بھرے

کرت کار توں پرس جیوں سانپ بھر جو بھر بندلے کان جگ سیپ کر

جھیں سمند بھی دُر کاڑھوں سُدھال گُڈ تاج جڑ کر دھردں شہ گپال

شہنشہ بڑا شاہ احمد کنوار پِرت پال سنسار (ر) کرتار اُدھار

دُھنیں تاج کا کون راجا ابھنگ ۶۵ کنور شاہ کا شاہ احمد بھجنگ

لقب شہ علیؑ آلِ بہمن دلی دلی بھی بہت بُدھ تدا آ گلی

جہانگیر توں شاہ گڑوا کہیر سمندر منو کت سمندر سریر

جو من بھیں سمندر سمندر سریر سوں توں شاہ گنبھیر گڑوا کہیر

جہاں بل دِیا دیہہ تداَت بل جگا جوت راجا کنور شاہ بھل

اُدِھک سور بھیں سُکھ دیپے سو سَر ۷۰ لَلھاٹی دیپے چند جگ جوت کر

پَرس کون اُستتا کرے لوہ بھیں تراہت پرس سوں پرس پرہ بھیں

دھرت جیوتے تیں گئے داہن بل کہ حاتم گیا لوپ تجہ دان تَل

جنھے ترس نہ تھا دیے سو ترنگ سوئی کیا کچھو دیہہ ہستی ابھنگ

نردپ یوں دیا را او یود ھاں کوں تجہ توں نبھے مھوا ایک پروار سوں ،
آسنکت بھت بول نہ دیک بول پراپت سبد کے سبب بار دیک تڑول
کیت بول نہیں جس بری کا منہ نعو یکہ جی بولنا ہوی نہ بول دون ،
علولی گری جیو تعنک سلہ نہ آجتیں تریں بولنا بد نہ •
نہ بولیا جو جے بول بولن سکے ، او تھ بولنا ں کیوں سمین سکے ،
سو بی بول جس نہیں ورا سس ای گوی ، کر تسیں بولتیں لاب بن ھاں ہوی ،
جو من تجہ کھیا توں تنھی درز کوں ، تنھی ندر گو کر مجنے دی اثر سر ،
سیوا کی میا ہوی جس سنامت ، تس کہر ملی پای جگ لکہمت ،
بھری سمند میں جیو بھریا الکمات ، نہ کہالیں آدھک ہوی کہرین نہ گھات ،
پری تھسعند الکی سور کوں نہ کہ ناری جگنہ کستہ سنو سور سوں ،
سھنس ہای منہ کالیجی ایک پای کھجوری کیری جال جھیلی نہ جائیہ ،
نہ کلہ اللہ مجکوں سدا سیو لک ، تن لو جہد نکر تان پلک دھا تلہ جگ ،

. . . .

(یہاں سے تسلسل قائم نہیں رہا) ج۔ج

. . . .

نروپ یوں دیا اُو پردھان کوں — کہ توں بھی ہوا ایک پروار سوں

اسنگت بہت بول نہ دیکھ بول ۷۵ پراپت سبد کی سب بار دیکھ تول؟

کپٹ بول تھیں جس پڑے گانٹھ کھوں — کہ جے بولنا ہوئے نہ بول دُو دل

غلولے گرے جیوں تفنگ سُدھ نہ — اَچنتیں تویں بولناں بُدھ نہ

نہ بولیا جو ہے بول بولن سکے — اَدگھڑ بولناں کیوں سمین سکے

سوئی بول جس تھیں وراس آئے کوئے — کہ تس بول تیں لاب بِن ہان ہوئے

جو میں تج کہیا توں تنھن دور کر ۸۰ تنھن دور کر کر مجھے دے اُتر

سیوا کی مَیا ہوئے جس سر اُمت — تِسی گھر ملے پائے جگ لگت مت

بھرے سمند میں جو بھریا ایک مات — نہ گھالیں اَدھک ہوئے کھریں نہ گھاٹ

پڑے تھیپ چندا گگن سُور کوں — کہ تارے جگیں گشتہ سر سُور سوں

سہستر پائے میں جائے جے ایک پائے — کھجورا کیری چال جھیلی نہ جائے

نہ گل لاؤ مجھ کوں سدا سیو لگ ۸۵ تن ادھجل نہ کرنا پلک ڈھانک جگ

نہ نایک ڈروں ہوں نہ پایک ڈروں کھوں آن پروار کھلا کر دل

کھری بھی میٹھاات .... ہوئے جو ماکھی کیرے مُکھ .... سب کوئے

ہُوا اِت میٹھا جو گانڈا اگھر نہ کھاناں تے جائے سب بیر چپ

تجھے میں بھلی دِشٹ کر دیکھیا کہ ہوں نہ تنھوں میں تجھے لیکھیا

بھلا دیکھ سنبھَل بُرا دیکھ چھانٹ ۹۰ دکھے پھر پھول پھل ہوئے بھی کانٹ کاٹ

کہ جے لوڑتا دوس بجشا دنیں پھتر نہ پڑے دیکھ بچھتا ونیں

کنتک دیہہ جا دِھیر جیوں تجہ بھاؤ ولے مُجہ سوں آج نہ کر کساؤ

یہی پھول کہہ راؤ مندر گیا نہ دیٹھا سلام ایک کِن کِن کیا

گیا راؤ رنواس میں گھنٹ کر سنگھاسن جڑت جا بیٹھا کوپ کر

پڑی کھلبلی سُندریاں راتیاں ۹۵ تل اوپر ہو یاں دا سریاں چیریاں

نہ جوکت کِسے ہوئے تس جائے پاس رہیا گھنٹ کر راؤ کہہ کا اُپاس

پھر

پھر رات گذری ہوا آپ ورام　　نہ سکی کوئی نار کر راتے رام

بکڑ پات دھن راتے جے مَن لڑے　　کرے جیت پر دیکھ وہ بی (بد) ڈرے

نہیں راکھ یہ بات وہ بات کہہ　　جو ناگن کیا چھند سو چھند کہہ

دُنیا میں بُرا کام پر نار سنگ　　١٠٠　　کہ اس تھیں بُرا کچھ ناہیں کدھنگ

اُجگر دھوں جگت سو ہوتے جن　　جو پر نار دیکھت کہے مائی بہن

سوئی فخر دیں کوں دیا دے جس؟　　جو پر نار سو دھن کہاوے اپس

جواد آد تھیں نا چلے یوں کوتے　　نظامی کدھیں تس پرسن نہ ہوتے

فلک پیچ لوٹے جے سر سبزی　　کہ کئی جیوے کئی رُسوا کری

کئی نار چنڈال ناگرا ڈھال　　١٠٥　　برا نا پرکھ چھوڑ اپناں سنبھال

گنوا کر گئی تو بچھ ناگن کنار　　مگر گر پڑی پاتے باسک بھتار

کھیا ناگ دھر تن کپٹ بھاؤ پن　　کہ ہوں توڑنے تھی اروگن کرن

ہرا کر ذِکر ایہہ کدم راتے آتے　　کہ بن دوس مُنج کہہ کہ ماریا اُچاتے

بہت وآئی تھے جگ انیکے انیک ، نہ دیٹھتا کوئی بجن رکھ ایک ،،

کہ یہ گونہ ماٹس جو بجھ ر بجبن ، سنتا تھا تو بجھ آئی سو دیکھی ابن ،،

نلکل دیکہ جگ ہند کو آپ انکہ ، انہ ساونچ رہیا بجن مین نرینک ،،

کوئی نیبکی یا دکس جہار کانت ، تر آواج تھانک کیا لیہ تھانت ،،

کھری جی ہوئی پو بجھ الجی تلھا ، آرائی امس انکہ مالکھے جو کہ ار ،،

تھمین کیا دوا سکانہ ہوین نہ کہا مینہ ، جو اپنا تھمین دکھ اسکا سہانہ ،،

تھماری تلاداج منکا سنجار ، رہیا یا لگونن کال ہوکر بجار ،،

کہ جیسے آج منکا نہ موندی تلاوہ ، تلا ہیے بال سرجائی سنوار نہاو ،،

کیسے کوئی جیسے آج بولی تھمین ، کہ جی سن رہی کال ماری بکرمن ،،

سنوار آج اپنان سنواری نلاج ، انہ آبری دربت بجھ نہ کو میراج ،،

برآیت سکی کوی کرشن جانب کھوتہ ، گدم چوہ کیا بجن جائی ہوت ،،

برا

بہت راٸے تھے جگ انیکی انیک ۔۔۔ نہ دیٹھا کوئی بچپن رکھ ایک

کہ یہ کون مانس جو بجہ بچپن ۔۱۱۰ سنا ٹھا نو تجہ آئے سود دھے اپن

نکل دیکہ جگ ہنڈ کر آپ انکھ ۔۔۔ نہ ساوج رہیا بچپن میں نہ پنکھ

کوئی نہ سکے پار کس جھاڑ کانٹ ۔۔۔ ترا داج تھانگ کیا لیہہ چھانٹ

کھڑی جے ہوئی پوچھ اگلی تکھار ۔۔۔ اڑائے اپس انگ ماکھی جو کھار

ہمیں کیا جو اس کا نہ پیویں نہ کھائیں ۔۔۔ جو اپنا ہمیں دکھ اس کا سہائیں

ہماری تلا داج منکا سنجار ۔۱۱۵ رہیا پا لگوں کال ہو کر بجار

کہ جے آج منکا نہ موندے تلاؤ ۔۔۔ بہے پال سر جائے سرور بہاؤ

کسی کوئی جے آج بولے تھپن ۔۔۔ کہ جے سن رہے کال مارے بدھن

سنو راج اپناں سنوارے نہ کاج ۔۔۔ نہ انپڑے درب تجہ نہ کر... راج

پرا پت سکے کوئی کس جانب کھوت ۔۔۔ کدم جیوں کیا بچپن ہائے موت

دبک

دبک دیں نکل دند کا رہ آندبند، بجھو ریں کدم سوں گدم اندہ کندہ

کرچی سانچ توں نکوی پینترا، بھا نیں کوی بیچ بن بی سترا،

جرکچ کمال کرنا سو توں اجگر، نہ کمال آج کا کام توں کالبز،

سکما آج پس توں کوی یار بت، بھری جکمیں بجھ سنگرت آت کت،

جیے نہ سنکی ساہ ہو پیس کر، کہ کی جور ہو ماریں بس بنس کہر،

نہ سنیا کتا راکم ساہ ہوی، دو کن جور کوں لا بحالا ہوی،

سنبولیا تجھے جو تھا بولنا، اتال ایک سنجری دھیا کھولنا،

نہ تیسے گروں چیب جسن یعنی دزدوں، جو سینوت اسے جیسنے بہا گہونا،

سو کچ فخر دیں جو بہ نا لکنی، کدھیں ہوی جو چھو کیوں کرے ناکنی،

بھری ناکنی میں تاں رات کہاین، جو ابری کجھودیس چیلاں اکھاین میں،

دو دونی باک بھو کی میلے ایک جا آئی، جو یکو بدی دو مند سو نیمار کہا آئی۔

دَبکٹ دے نکل دند کاڑھ اَند بَند ۱۲۰ نہ چھوڑیں کدم سوں کدم اندا[ھ] کَند

کبھے سانج توں نہ کرے پیترا بہانیں کوئی بیچ بِن [بے] ستّرا

جو کُچ کال کرنا سو توں آج کر نہ گھال آج کا کام تو کال پر

سکے آج ہِن توں کرے پار پِت بھرے جگ میں تُجہ سکرت اَت کت

جیے نہ سکے ساہ ہو بَیس کر کہ کی چور ہو مار تِس بَیس گھر

نہ سُنیا کتارا کمر ساہ ہوئے ۱۲۵ دو گن چور کوں لاب کالاہ ہوئے

سو بولیا تجھے جو نہ تھا بولناں اتال ایک سنجری رہیا کھولناں

نہ تَمیسی کروں جیب جس تھیں ڈرول جو سیوٹ اُسی جِیب سہلے کروں

سو کُچ فخر دیں . . . جو یہ ناگنی کدھیں ہوئے جو جیو کیوں کریں ناگنی

مُری ناگنی جیؤ تاں رات کھائیں جو اَبڑے کچھو دلیں چیلاں اگھائیں

دُوبی باگ بھو کے ملے ایک گائے ۱۳۰ جو یک دَندی دو مُنہ سوئی مار کھائے

گفتن کدم[۱] راؤ با ناگنی

سُنیا راۓ با سُک پھہانا آدھاۓ   کہ چک دِھیر کر رات مُنج دیک کھاۓ

پَرن دیہہ چُک آج نکھند رات   سُلا دن کدم راؤ تب ناگ جات

گگن سار کے مُنج کتک ارد گان   زنب راہ رو چند تارے سماں[۲]

کتک بھاد تیتا دھروں راہ کیت   کہ رند بند باندھوں سراسر شُبیت

نہ سُنیا کہ کیوں دِل ملیا راہ کیت ۱۳۵   کھِلے چند سورج کتک راہ کھیت

بہت بول نہ بول سوں بدہوا   نہ کوتک کروں دیس بن راتوا

گئی دو پہر رات رام اور زام   رہیا سوت برسوت اپ دیکھ کام

کدم راؤ ایسا ہوا کھتری   جو مُنجہ گال سوں لیہہ وہ اَڑسری

کدم کے [بچے] جو ہوں نہ کرو راندری   کدم راۓ منج ہوۓ تب کاوڑی

کہ جے منج نہ ہوۓ کرتار ڈر ۱۴۰   کدم سوں کتک بھنگ بھنگوں پچڑ

دے مار بیری سیندری کرُں   نہ بیچھو کیرا بیر جھنگر دھروں

پھیلیں

---

۲ اصل میں "ساہ" لکھا ہے۔ (جمیل جالبی)

۱ مخطوطے میں کدم لکھا ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے "پدم" ہونا چاہیے (جمیل جالبی)

بھلیں تیں کہیا آج راماں منجہ کہیا دیکھ توں کال ہنماں منجہ

دُنیا جھوٹ ہے جیونا جھونٹ جان نہ کر جیو گدلا نہ نیرا نکھ اس آن

کدم راؤ تیرا جو لگتا ادھار ادھار آج کہروں کلنترا ادھار

رفتن پدم راؤ تلف کردن کدم راؤ را

راکھیپ چلیا پدم رائے ناگ ۱۴۵ چلیا ناگ دھرلے کدم رائے ماگ

چلیا سانڈرے سانڈلے ناگ دوات سُلاون کدم راؤ تب ناگ جات

ہرا کر نگر جائے بیٹھا نکھند کرن رائے کا سیس بن راج دند

سرہانیں دھرے دیکھ کر پان پھول اکی کیا نول میں بیس کر رج کول

بچارن کیا جیو سوں ناگ راؤ کہ جب پھول لے راؤ تب دیوں گھاؤ

یہی چنت تیں راؤ باسک پدم ۱۵۰ کہ رانی گئی پاس راجے کدم

الگ پائے جاتپی اٹھا جاگ رائے کری جوڑری راؤ کے چانپ پائے

لیعنی بات ترانی کہ تجہ جہانو بل ہمیں چھوٹا ماں جرم تجہ جاؤ تک ہا
کرمی راؤ بجکوں نہ کیجے کھول کر کھوٹ بول کا بول دیونا متن ؛

کھنتی لکھن راؤ او قصیہ کو دیال و نارکن باآرائی خود
کدم راؤ اکھیے نن د نا آدھر ؛ کہ کدھیں پاک سن بات یک دن دعا
سنیا تھا کی ناری دھرکی بہت جھلہ سو میں آج دیتہا تری جہند بلی
وہیں جھند جس میں دیتہا ملک میں۔ انتی ویل تجے تھیں عوض نہ بریا دکہ سینی
ستیا جو کن تہا بر دیتہا آج انک نہ دسا تمہیں دیکھتیں نیں بنک
سجات ایک ناکن کجاتا ایک سانپ ؛ اسنکت دیکھ کھلتیں لا تجہاں ؛
مجکر نا رتجکوں کیا ہوی راؤ اسنکت کہ کیوں دیکہ سکوہ آ نیا ؛
کمر کہکارہ دو کھا تھا یا نکھا آرتا اسیے تھا رکھوں منکیا شبت تمار
کی ؛

کبی بات رانیں کہ تجہ چھانو بَل ۔۔۔ ہمیں جیوناں تجرم تجہ جپاؤ تَل

کہ جے راؤ مجہ کوں کہے کھول کر ۔۔۔ کہوں بول کا بول دیوُں اُتر

گفتن کدم راؤ از قضیۂ کوڑیال و ناگن بارانی خود

کدم راؤ آکھے زن دِنہ آدھر؟ ۔۔۔ کرد من بات سُن بات یک چت دَھر

سُنیا تھا کہ ناری دھرے بہت چھند ۱۵۰ سو میں آج دیٹھا تِری چھند بند

دہی چھند جب میں دیٹھا جگ میں ۔۔۔ اُسی دیل (تی) ہوں پڑیا دگ میں

سُنیا تھا جو کن پر دیٹھا آج انک ۔۔۔ نہ راہا تمھیں دیکھتیں نین بنک

سُجات ایک ناگن کُجات ایک سانپ ۔۔۔ اسنگت دیٹھے کھیلتیں لانپ جھانپ

جو کرتار مجکوں کیا ہوئے راؤ ۔۔۔ اسنگت کے کیوں دیکھ سکوں انیاؤ

کھڑگ کاڑ دو کھا تہایا تکھار ۱۶۰ اُسی ٹھار کھورس کیا شب تہار

گستی

گئی نھاس ناگن پران آپ سے ۔۔۔ پران آپ لے کر گئی پُونج دے
نہ مارت گیا سانپ یک کون دُکھ ۔۔۔ کھِن کو تنا سانپ پن دُون دُکھ
نہ مرتا جو کھو رس نہ گرتا پتال ۔۔۔ بِلی دُود دیٹھا نہ بر کا کپال
مکوڑا ہتی مُکھ دریا نجائے ۔۔۔ جو ہاتی کرے مکھ گانڈا نہ کھائے
نہ اب تھیں کسی نار پتیاؤ ناں ۔۱۶۵ ۔۔۔ نہ پتیاؤ ناں نہ تیِسے راؤ ناں
نہ مرتی مری نام اُچیار کوں ۔۔۔ مری ماد ہی دھی مری جار کوں
سہائی کئی آج ناگن کنار ۔۔۔ پڑی جھاڑ تل چھوڑ کر مکھ بچتار
یہی دیکھ مُنجہ من بھگیا تری ناؤ ۔۔۔ کبے اچھریاں ہوئے کبھی نا پتیاؤ
تری ناؤ کا اَن جے اَن ہوئے ۔۔۔ کروں نہ اورگن مروں جیو کھوئے
چھُری اَت کندن سی کہ جے ہوئے ۔۱۷۰ ۔۔۔ اسنگت نہ تِس گھال لے پیٹ کوئے
زدھا سانپ کا ہوئے جے کاوڑی ۔۔۔ ڈرے کیوں نہ وہ دیکھ پھاندا پڑی

بڑین سماج کہ کر کیتی بتول آچوک ذکہا گوردکا جھاجھا موتی بھوا

جسے جیں سری ہت گاڑنہ کھوری بینی دیکہ نس ہت بھوں بھوت

تماپت لھوں اونٹ کون جند کھائی تمکوں اکون کجھ جو کھند جائی

بتصیں نحر دین دیکہ آپنا ورآو کہ بن دوس دھن پڑ ہوی دکھاو

بنطایہ ہے دھر چم دکہ کیوں رادو دیئے کہ بپت ورت کنی بات دھن سوک

عرض داشت وانی بارا و

گمر جور دھن بات بنوی سنارے گھوں جی سنی للوا نکا بجارت

کہ جتنا کھیارا و سب ساج بہاو دلی ہوں گھوں دیکہ اسکا نیاو

ملو بیار سنی جو بر گوردشتا نہ اتم نہ مدھم سبہو رنگ کنتہ

کیسے آشتی دیکہ کیسے کوچ دی کیسے او بجرد لھلا و تل کھیا لی

کہ جی توس جی کینو انا کلی نہ محمد نس کا دوس منجہ دوس دیو

کو

بڑے ساچ کہہ کر گئے بول اچوک　　دَدَھا دُود کا چھا چھا ہوے پھُوک

جنبھیری سَری ہت کارن سنور　　بیبی دیکھ تِس ہت بھوگے بھنور

پراپت نہ ہوئے اوٹ کوں جِند کھائے　　مکوڑا کوَن کچھ چو کھنڈ جائے

تُہیں فخر دیں دیکھ اَتیا وَراوٗ　　۱۷۵　کرِن دوس دَھن پر ہری دُکھ لاوٗ

نظامی دھرم دُکھ کیوں راوٗ دے　　کرپت ورت گُن پات دھن سو دیے

عرضداشت رانی با راوٗ

کر جوڑ دھن پات بَنوِی سُنار　　کہوں جے سنے راوٗ اُن کا بچار

کہ جتنا کہیا راوٗ سب ساچ بھاوٗ　　دلے ہوں کہوں دیکھ اُس کا نیاوٗ

چلو پیار سیتی جو پر کور دِشٹ　　نہ اُتم نہ مدّھم سپورن کنشٹ

کسی آشتی دے کسی تَوج دے　　۱۸۰　کسی اُودِ نج دکھلا وَتل کھینچ لے

کہ جے دوس ہے جیو اِتیال لے　　نہ پَرَونس کا دوس مُنج دوس دے

کون

کون پرکے جو نکری باو تھیں کون رکھ جو ندلیے باو تھیں ۵

رویتی کلھا انس نھین الکہ جہاں اپنی تھی جاے تب او کھر کیا کم سکے جھپائے

سنوب اکلا جند تسبی کلنک ۔ نہ انس تھا و سنگا تھرون ھوا پسنکر

رتن بگلھا جای ما انس نجای ۔ کہ جب لگ بری ایک سرکار تھا ای

تری اور بتوھوی جو گھت دیہ منجہ انکھول پاسی جو سر بیٹ لیہ

کہ جیون رکہ سرکھند پر ملدھری ۔ سو بھی رکہ جو بھر سو کندم کری

ترین جات مین میری سجاتہ ۔ نجانون کپٹ تھا و بسواس گھات

نہ مانون بڑ کا اس جیسے تھا ست ۔ نمانون تری اس جیسے گھاس

نہ مس تھا دینہ باس بیس جو جیی ۔ نہ کھنتہ باو نا ک بھر لیجی

نہ تیتا کرون کام جستھے دودون ۔ نتا کرہین کھاون نہ جل مرون

ستم لی بھری کوئی سبی کم بول ۔ نہ بوی سیھی کوت نا بات کھول

کَوَنْ پُرِک جِوْ ناگرے پاؤ بھیں　　　کَوَنْ رُکھ جو نا ڈُلے باو بھیں

رو ئی گھالس بھیں آگ جھانپی جے جائے　　　تب او گھر کیا گُپھ سکے چُھپائے

سرو پ آ گلا چند تس بھی کلنک　　　نہ اُس بھاؤ سنکا دھروں ہوں سنک

رتن پر کھیا جائے مانُس نہ جائے　　　۱۸۵　　کہ جب لگ پڑے ایک سرکار دھائے

تری اور تو ہوئے جو گھٹے دیہہ　　　مُنجہ انکھول پائیں جو سر پیٹ لیہہ

کہ جیوں رُوکھ سرکھنڈ پر مَل دھرے　　　سو بھی رُکھ جو بھی سو کندم کرے

تریں جات میں (اور) میری سجات　　　نجانوں کپٹ بھاؤ لبو اس گھات

نہ مانوں پُرِک اُس جیسے بھا سنا　　　نہ مانوں تری آس جیسے کا سنا

نہ مَس بھادیٹہ پاس بیسی (ہی) جیے　　　۱۹۰　　نہ ہت پاؤ کالک بھرا بیجیے

نہ تیسا کروں کام جس بھی ڈردں　　　نہ تتا کدھیں کھاؤں نہ جل مروں

ستم بے بھرے کوئی سی کچے کول　　　نہ پیوے سُبھے کوٹ نا بات گھول

ٹ بھادیٹہ = بھادیں (بادیہ) برتن ، دوات

ڈروں نہ کدھیں دُکھ جوبن بجائے　　ڈروں جب جو جیتا رہے پرت اُچائے

جلو جوبن اپٹھیا اُبھارا جولیں　　جو جوبن اتھیں پرت بیوہ پڑھیں

اسی جگ میں جوبن اَدیں اُمنت مت　　۱۹۵　　نہ برھے کسے سوک بن پرت مت

بُرا جو کرے سو بُرائی لیے　　ابل کا نٹھہ ہانڈی جو آپیں رہے

جو نیکا اُکھٹے تُرن بن دُکھ کوتے　　سو سیدھا کدھیں دُکھ بدھن نہ ہوئے

(جنتر) گھال چھماس کھینچے جو کوتے　　نہ سیدھی کدھیں کوتری پوپنج ہوئے

شکر دُود نِت گھال پالے جے کوئے　　بکاین سہند نیب میٹھا نہ ہوتے

نہ ٹھگ ٹھگ بنا چھوڑسی جگ ٹھگ　　۲۰۰　　ہنوسی کدھیں پانڈ رینک لگ

جس اُدآدھیں ہوتے سند یہہ کن　　بھلے گت کن ہوتے وہ دیہہ کن

اَدو ہوتے پنجم (ہوتے) ردپ بھان　　ہنوسی کدھیں پانچ اُنگل سمان

مدھر نہ کھتر ہوے کھتر نہ مدھر　　مدھر سو مدھر ہوے کھتر سو کھتر

سدا کال پاچھے رہے مُنجہ نیر　　نہ بیٹھے کدھیں کھان بانچے سر پر

سبھیں

لہ کاٹھ ۔ (کاٹھہ) لکڑی

سبھیں [با] پھرتن ہوتے جے ایک مول ۲۰۵ رتن کوئی نہ مول لے گانٹ کھول

نہ سرپار کر دُود کوں ہین تاک — سبھی استریاں ایک لکڑی نہ ہاک

نہ برچھیاک کا چند کوں آڈ ڈھانک — نہ گھن کیت کے ٹک سنور جھانک؟

دھرم کوں دھرم پاپ کوں (پاپ) ساٹھ — تولا نہ کنبلی پرن دیہہ گانٹھ

کہ جے بان اگلا ہوا کاج کوں — نہ سرپار کرناں تسے باج کوں

نہیں آدمیں اور بھی آدمیں — گگن کے کیا اونچ تل پر تھمیں

نہ کر دِشٹ سنگار پر روپ پر — کریں دِشٹ تیس کام پر انگ پر

لکھا کھوٹ کا جیو تجہ جیو بل — رہے آس کر جسم تج پائے تل

کرے گھنٹ دُشمان توں لے اُپاس — مرے بھوک پر وار اور رانواس

نہ سُنیا الولگ کہ اِس درِتمان — سُکھی آپنا جیو تو سب جہان

براہیم اَدہم کہ جیوں چھوڑ راج ۲۱۵ گیا راج تھل دے سنور آپ کاج

نہ تجہ پُوت مُدونت نہ بیر بل — سنور کوں تھنبے ترا راج دل

جو دیتہا کچھو تماسوں رضا نہ تہا آپو لمہ رھسیں درد یس کچھو کتش ہا کو؛

بہلا کر جو تن بہے بہلا آیچ لہے؛ کہ جم جم بہلا آیچ تفا جو دجی؛

کہ جی لخر ربیں کیان جی دیہ سُلطہ بدم ملکہ باجی کدم کون بدہ؛

کہون سُن ساچی نظامی دھرتہا یکدم سب سنی بات باجی کدم

باز گفتن راو با رانی

کدم راو کہیا دھن بات سُنہ کہیا ساج تین بعید بت درت کی؛

ولی من لیکاچی بہا کی کہینہ آسنکت کروہ من لکی بہے تہین؛

بہکی ہمت کون کانب سون باندھہ بہکی من کون بدہ کون ساندجی

کہ جیون ناتا کر سالے ستی کانت دیک تکن کانت من موز ھی جو کہ؛

کہ جب لگ بہکی جیو تس کانتہ دکہ آہیں کری جیو نہ دیدی سکہ؛

اجگبانہ ھوری کہنت جی ھوی مدھ اجنسا ھوری ھے لوک بی ھوی کہنی

نکھے کہا نیر ھمرکی کوی تہاتو مری ملنانی جیوسن ہکوتا نوہ

کہ دی

جو دیٹھا کچھو تھا سو رہیا نہ ٹھانو — نہ رہی جو دِسے کچھو نقش نانو

بھلا کر جو توں بھی بھلائی لہے — کہ جم جم بھلائی قفا تجہ رہے

کہ جے فخر دیں گیان ہے دیہہ سُدھ — پدم مکھ باچے کدم کون بدھ

کہوں سُدسا چی نظامی دھرم ۲۲۰ — پدم سب سُنے بات باچے کدم

بازگفتن راؤ بارانی

کدم راؤ کہیا کہ دھن بات سن — کہیا ساچ تیں بھید چت درت گن

ولے من کسی کا جے بھاگے کہیں — اسنگت کہ وہ من لگے بھی نہیں

بھگے ہت کوں کانپ سوں باندھ جے — بھگے من کوں بدھ کون ساندھ جے

کہ جیوں تارسالے تی گانٹ دے — تکن گانٹ من ہو رہے جیو کے

کہ جب لگ بھگے جیو تس گانٹ دکھ ۲۲۵ — اتیری کرے جیو نا دیوے سُکھ

اچنبا نہ ہوئے گھنٹ جے ہوئے مدھر — اچنبا رہے لوگ جے ہوے کھتر

مکھی کھائیں جنہرے کوئی ٹھانو — مرے ململے جیو سنمکھ نانو

کمی کوی انجان ناچار بات ۔ بتا مجھے وہ جو میتر کیج بات
کپٹ تھا دتھیں جم اتھے سیتی لک ۔ بلندی چلی تجھ پاے تھیں سیتی لک
مجھے سک تب ہوی دو نین بھن ۔ سجوی چلی کوی جیسے سٹ پن
پنکھیروا اوس دیکھ کراپند سن ۔ جو پی ملے جری ہنس ہنس
ملے پا بنہتیں کوں سنکت پری ۔ نہ خرما فتنا جفت ملکر کری
سبا نا اگر سدہ سونہ مہ کن ۔ اکنوارہ کری کلی میں جولہ بون
کرچی کا دھرا دلک بز دال کا ۔ دھنی داکر بن کوں تن دیکھائی
وے ذھول مارنی کھلا یا توپ ۔ لوک نیہ کا دھری جھک نرآمول
سنکتک چی کوںنی برالجھ کری ۔ بھری سٹل جوہ کوں کی کہول برامری
تو لا آدھک مکر لینا بجائی ۔ نہ جوک ابس کام کرنا ن بجائی
بھلی جات نیے جات ناکن سبھلت ۔ کلنک اب لا یا کجاتی سنکہات
تری ایک میں جی اکھا کھوں ہوی ۔ بھلے ایک بیت ورت سہلی کی دوی

گھرے کوئی اُپچار ناچار پاپ — نہ بھاوے مجھے وہ جو میراج باپ

کپٹ بھاؤ تھیں مجہ اُٹھے سیس آگ — بلندی چلے پائے تھیں سیس لگ

مجھے سُکھ تب ہوئے دِن نین بھر ۲۳۰ — سچوئی چلے کوئی جے ست پر

پنکھیرو اوڑے دیکھ کر آپ ونس — چڑی مِل چڑی (اور) ہنس (مل) ہنس

مہرپا.. کون سنگت پڑے؟ — نہ خر فاختا جُفت مِل کر کرے

سیاناں کرے سِدھ سوں بُدھ کَن — گنوارہ کرے کَن میں جیوں پَون

کہ جے گا دُھرا دُلک پر ڈال کھائے — دھنی داکھ بِن کون تِس دیہہ کھائے

ولے دھوک ماریں گھٹا ٹوپ لوگ ۲۳۵ — نہ یہ گا دُھرے جوگ نہ رائے جوگ

اسنگت کہ جے کوئی بُرا کچھ کرے — مرے سُول چڑھ کر کھڑگ تل مرے

نوالا دِھک مُکھ لیناں نچائے — نہ جوگت اَپس کام کرناں نچائے

بھلی جات بھی جات ناگن سُجات — کلنک آپ لایا کجاتی سنگھات

تری ایک میں جے لکھا کھون ہوئے — بھلی ایک پت ورت لکلے گی دوئے

تِری مَت ہوئی مَت پرکب لگ — جو دُو جانہ دیکھے پُرکھ تب لگ

نہ جانے پُرکھ نار کے چھند بند — کرے دِشٹ تَل ہِت مَن مانہ دند

جہاں سو ملیں پُرکھ کِل کِل نہ ہوئے — تہاں ہوئے کِل کِل جہاں نار دوئے

لسن مُشک کی کھان جھانپی جے جائے — تب اُو گھڑ کیا کچھ سکے چھپائے

مرد استری دہ جو پَر پُرکھ تَل — کَدَل دیس کر ہوئے تِس تَل ادل

سُنوں نہ ہوئی ناگنی جب لگ ۲۴۵ — مجھے آپ سو یاد رکھے تب لگ

اَردگن کروں بول سُن برلہ ایک — بَادلا ہوا جیو رکھے جو جھیک

کروں بھاؤنا جیو کا لاد مُچک — اُچاون جے میر دیہہ سرواہ چک

گیا پور پتّن جو بھر پور ہوئے — پڑے ایک چِنتا پتن چُور ہوئے

بھلیس کون تِس ٹھار کیتی بجھائے — کہ جِس ٹھار پاپن گئی مُنجہ پھلائے

کہیں جاؤں پاتال کی سُدھ لیوں ۲۵۰ — کہ دین، کھود ماریں نہ مکھ آن لیوں

کدم راؤ آکھے سُنی بات دھن — کرے گَت باسُکھ کہیا آکرن

جَبَش مُنو مَلَر کُهِکنا جنه زوپ جُتني جِتنا جِنسِين سَرُوپ ؛

کدَمَ رَآؤُ کَرِدا سَمَند رکُهِينُ دَتَ دِيِن مَکه سَمَند کُهُولِيا هين ؛

کُهَيا آج رَهِ ديک مُنجه مَدِ رَا ؛ کرو نا آج هُوئن بجه مُکه جَهَا کَرا ؛

کَدَمَ رَآؤُ دُوجا پَدَمَ رَاؤُ بن ؛ نَتَهَا تِسَرا آدِ نه جَرَمَ رَاؤُ بن ؛

کَدَمَ وَاکيو قَبُول نَکَرد مَال پَدَمَ رَاؤُ

کَدَمَ رَاؤُ کَهِيا کَه کُوتا رَسَال ؛ کَرَ آپ نهِين تهين مَتَ مُنجه لِيه بَهال ؛

کَهُوز اِکِ مُجِهه بُول جِهِين کَرِي ؛ کِرِ جِي بِت کَرِي ذُکه مُنجه نَه دَهري ؛

سِنيا هي کِرِجِي مَت کِها دِپ کهان ؛ نه تَمِيا بجي مَت نَه لِيه بهان ؛

کَه بِيهت تُم کام مَت کا کَرِي ؛ جِي دَهَن لي کَرِي کام بَسِين کهر بهري ؛

نه اِيکِهو تِسِي مَت جودوي ئي ؛ سَرايي دَهَن آر ماد مَنلوب دَهَن با

تِسِي مَتليکهون جو اَلجهان تهار ؛ هَرا رَهون دن ه با ودِکهه اَيها

سَوالا کَه مُنجه لاب اِيکِعل بجُه ؛ سَوا ابي کدهين تين کَهِيا کهول مُنجه

. . . . (یہاں سے تسلسل قائم نہیں رہتا) ح ۔ ۵ . . . .

جنش میں مکر کے گیا چند دیپ — جشنی جنت آ جشنی سردپ
کدم راؤ گڑوا سمندر کہیر — رتن دین مکھ سمند کھولے اہیر
کہیا آج رہ دیکھ منجہ مدرا — کروں آج ہوں تجہ مکھ جھاڑا
کدم راؤ دوجا پدم راؤ بن ۲۵۵ نہ تھا تیسرا دن جسرم راؤ بن

کدم راؤ قبول نکردمآل پدم راؤ

کدم راؤ کہیا کہ کرتار ساک — کہ اب تھیں تہیں مت منجہ لیہہ بھاگ
کہوں ایک تجہ بول جے ہت کرے — کہ جے پت کرے دکھ منجہ نہ دھرے
سنیا ہے کہ جے مت گل دیہہ بھان — نہ تھیں بچن مت نہ لیہہ ہان
کہ بن مت کچہ کام مت کا کرے — جے دھن لے کرے کام بس گھر بھرے
نہ لیکھو تیسے مت جو دوسے من ۲۶۰ سراہے دھن ارما دمن لوب دھن
تیسے مت لیکھوں جو الجھان بھار — کھڑا رہوں دھہ پاؤں دے ہت ادھار
سوا لاکھ منج راب ایک بول تجہ — سوائے کدھیں تیں کہیا کھول منجہ

ا۔ دہنہ۔ دوؤں

جسیں آس دھن ہُنئے ہت بِن ہنوئے — کہت بِن ہنوئے اور ہمّت بن ہنوئے

سیانا کہے اَت بُدھ دنت توں — تُجھے نہ کہوں اور کِس کوں کہوں

گنوارن کرے کُن میں بُدھ دکیوں — ۲۶۵ نوَن پنجرے ہانک میں نیر جیوں

کہ جے دھکسی راتے دھن منجہ پر — دہوں کا کہوں بھاوتا چِت دھر

کہ جے ذرب منجہ دین ہے تجہ تھیان — اَچھوتا اچھو منجہ تجہ آستان

کردں پت تجہ بول توں اور ایک — کہ او گھڑ پڑیں سنور سوں سُک لیک

پدم راؤ سُکھی ہوا اِس سبد — کہ ہنکار سی راؤ منجہ جد کد

کدم راؤ کہیا پدم پت کیا — ۲۷۰ کیا پت پر ایک سنگت کیا

کہ جے تھا بنے راتے منجہ پیار کر — سو سر کھنڈ کستوری لے درت بھر

دھرے سیس پر ہت منجہ بول لیہ — کرن اکرن تھا نو جے بول دیہہ

سُکھی ہو پھردں گوت پر وارمنہ — سو کندم کردں[1] نانو سنسار منہ

کدم راؤ سر کھنڈ کستوری تل — پدم سیس پر ہت دھریا ادھل

نتھا

---

[1] "سو کندم کردں" کی جگہ حاشیے میں "کمتا وداں" لکھا ہوا ہے۔ (جمیل جالبی)

نتھا آد تھیں ناگ کے سر پدم ۲۷۵ تدھاں تھیں ہوا جد دھریا ہت کدم

جرالی کہیا کوئی کیا آج جول تل اوپر سبد کے سبد دیک پھول

تعریض کردن پدم راؤ کہ کدم راؤ کدنہ است؟

دوئی رائے کرتے ہنود آپ منجہ تلا دار لے سور دے سات منجہ

پدم راؤ اٹھیا کہ سیوا دھروں کرے کن جے رائے بنتی کروں

سنیا میں جے تجہ کال کا ہے اپاس نہ کھن اس نہ پانی نہ تنبول پاس

بھوکا لا رہے کوئی نہ بھوک آج ۲۸۰ سکے راؤ توں کیوں رہے ان باج

کوئی جے رہے بھوک کر آن ردس بسا ہے ابس آپ کرتار دس

رہیا بھوک دن دیس توں گھنٹ پر تل اوپر ہوا لوک ہیرا نگر

کہ جے رائے بھوجن کرے بھوگ مکہ سکھی تجہ ہوا دیکہ منجہ ہوتے سکھ

اپاس آج رہنا بھلا تجہ ہنوے بھلا جو کہے گھاتکی ہوے توے

نہ دے ان جے منکھ توں جیو بھاؤ ۲۸۵ نہ ہوں جاؤں گھر آپنے بر نیاؤ

کدم راؤ کہیا پدم راؤ سُن — کہ جے ساچ مانے کہوں آپ گُن
سِیوا ساکھ پردیس باج ہوں — اروگن نجانوں بتر راج ہوں
کہ اُد آد وادو تہیں رِیت ہم — تسنتر چلے رِیت ساسان جم
دساور پُرکھ ایک دوت آن پاس — اروگن کروں دان تس دے اُداس
نہ بولوں کدھیں جھوٹ کرتار ساگ ۲۹۰ — اروگن کروں دُوت لے ساچ بھاگ

گفتن پدم راؤ مضرت صحبت مسافران وجوگی وجنگم وغیراں

پدم راؤ کہیا کہ بنتی دھروں — کہ جے جک سُنے راؤ سیوا کروں
جگتر بھونڈا نہ ہنکار پاس — کہ تُرت آس دے بھوند کر جائے نھاس
بھونڈا دھرے من بہت دِشٹ بھاؤ — پسالے اگر پیٹ میں بیس پاؤ[*]
بھونڈا جو پاوے نسلک جک راے — لگے سانپ کوں جان دو پکھ دھاے
دساور پُرکھ من دھرے بہت سہل ۲۹۵ — کہ مُکہ بھول دے جیو لے باہ ہول
جو کچ ہت پن تھا سو میں تجہ کہیا — سیوا ساکھ اُس بول جو منج کہیا
سہی بُدھ گر توں جو کرتار دے — وہی دے سکے بُدھ کے سُدھ لے

تفت

[*] یہ شعر حاشیہ میں درج تھا (جمیل جالبی)

تفت شد کلام راؤ بہ پدم راؤ

کلام راؤ سن بچھنا نال مکھ بستری پرما بول سنی ایک چک ۔

بس پچھیا راوا نجاہ کو ننہ ڈھونڈا آیو اکیو آن ہوا راؤ کون ۔

ڈھونڈا بوکہ تو گھر کیے جان ہوئی تسیے راکھیں کیوں آپس مان ہوئی ۔

سوکیسا آدت راوا مستی ورتمانہ جو بودیسنہ نجے درّوہ ندان ۔

ڈھونڈا مری دشت نل یوں دیسے کر کسپت بڑا ڈھونڈی اپر جول دسیے ۔

گگن بھیر کی چی ملنہ لک ایک بڑا پت سبھین لک مکھ پاک تیک ۔

گھری چی ہوئیی سوج تیکھت کانہ سکی لوچ کر جک پائی سنگھات ۔

نہ جنتا کوئی نال اس کھاد تون ڈھونڈا بلہ ودت آردکی کرون ۔

باز گشتن پدم راو کہ صحبت جوکی و مسافر بگرداد

پدم راوا دبھا ہوا جہات لگ بنائی کیئی تن بھرات لگ ۔

کہار آو دھر نال کاوہ کد دونہ کرچی لاد آنکھیں بنائی گردن ۔

نکورا و تون کرب منجھ جول سن نا کرمہ کوپ پائی دھری بھت کنی "

گفت شد کدم راؤ بر پدم راؤ

کدم راؤ سن بر جنا ناگ مکھ — بسری پڑیا بول سن ایک چک؟
پھر پوچھیا راؤ انجاؤ کوں — بھوندا برا کیوں ہوا راؤ کوں
بھوندا پرکھ تو کھرا جان ہوے — ۳۰۰ تیسے راکھنیں کیوں اپس ہان ہوے
سو کیسا ادت راؤ اس ورتمان — جو پردیسن بھی ڈرے دہ ندان
بھوندا مری دشت تل یوں دسے — کہ کپیت پڑیا بھوئیں اپر جیوں دسے
گگن بھیر کی جے ملن لگت ایک — پراپت سکیں لگ مکھ پاگ ٹیک
کھری جے ہوئی مرچ تیکھت جات — سکے توچ کر چکٹ پانی سنگھات
نہ چھنا گریں ناگ اس بھاؤ توں — ۳۰۵ بھوندا بلد ورت ارد گن کروں

باز گفتن پدم راؤ کہ صحبتِ جوگی و مسافر نگردد

پدم راؤ اوبھا ہوا چھات لگ — بناتی گئی تن پھر رات لک
کھیا راؤ دھر ناگ رادہ ڈروں — کہ جے راؤ انگھیں بناتی کروں
نکر راؤ توں گرب منج بول سن — کہ یہ کوڑ بانی دھرے بھوت گن

نہ بتیا دنوں جم سہدیس مجہ دیچہ لوک سہدیس لے بنس مجہ
بہت بہید کا لوک تی راج لگج بہت کا ترا کی دمری کاج راج
کری انکہ او جہل سو جہند بند کم دشت آنت لگون کہے سوں جند
گرتی کہات کا کام دہنورت بنی ملاوی سبہا لوک سنگت بنی
نجانیں کر ہیری تہاں تن دہری تما کا نکرا دانت تل کیا کری
نہ جنکی تہیں جان بنی ہین کر ابھے جہونبری لیجے لکی دو لہر
نکر نان کیسی کسبی سنات ہتہ کر کست سکی جال کتہار کت
نہ جہاری نہ بونی دریں با و کوند بوار کہ دری مت ہری بیر شوند
کہ جیند نددہجے اتبل ہتر و آری نہ کدہیں توی بن کہونکرو
جو تم میں کہا بہید کہد نسنہ کہون آب کج بہید بر دیسنہ
نہ نبری ابہنی آن جک کا بری نہ بتیا و جرکی تری تابری
نہ جگ بیدہی جرم ملہا سو آج انہ رکہی تسی کوی لنکا سی ماج

دوہرہ

نہ پلٹیا توں جم سہدیس منجہ — وہی لوگ سہدیس لے بھیس منجہ

بہت بھید کا لوک ہے راج کاج ۳۱۰ بہت کاترا کی دھرے کاج راج

کرے انکھ اوجھل بہت چھند بند — کر دِشٹ انت تجہ کوں کہے سور چند

کرے گھات کا کام دھنورت پن — ملا فرے سبھا لوگ سنگت پن

نجانیں کہ بیری تہاں تن دھرے — نہا کا نکرا دانت تل کیا کرے

نہ چنتگی تہیں جانئے ہین کر — اُٹھے جھونپڑی کتی لگے ددہر

نکرناں کسی بکستی سات ہت ۳۱۵ کہ کِست سکے جاگ گپھار گت

نہ جھاڑی نہ بوٹی ڈرے باد کوں — بڑا اُرکھ ڈرے مت بڑے بیر سوں

کہ جے دید ہے اِت بل ہت رُد — اُڈے نہ کدھیں تو نے بن گھونگھرد

جو کچھ میں کہیا بھید سہدیس نا — کہوں اب کچھ بھید پردیس نا

نہ نیڑے اپس آن جگ کا پڑی — نہ پلٹیاؤ جوگی ترڑی تا پڑی

نہ جوگی رہے جرنم مدماس باج ۳۲۰ نہ رکھے تیسے کوئے کنک آس باج

جو جوگی

جو جوگی رکھے پاس اَپس آس دھن سو تلتل کرے کر جوگی لچھن

بچانوں کہ تجہ بھی کدھیں باہ بھول پلاوے تجھے آن مت مد پھول

گھڑی کھانڈ کا سُکھ مد پیوناں تُماری کیرا دُکھ لے جیوناں

بھلا نہ دھنی راج کوں رات دیس جو مد پیویسی... جتا پنک بھیس

سَرَب نول میتر بنا جد گھرے ۲۲۵ دھنی راج کوں پیوناں تد گھرے

نہ دِنہ گھورن اچھتر کوئی باچسی نہ مد پیو کر کوئی دَھن ساچسی

کہ اُس بست بھیں ہات دھوتے جکوتے نہ گو گانڈ میں ہوتے دُسرا نہوتے

جو تِس لکھن کیرا ہوتے تن ؟ سوئی تن اسے لوٹتے دَھن نَسن

بہت جیشتی من دھرے جوگ انگ نہ جوگی تجھے بھنگ چوکے ابھنگ

کہاں، لگ کہوں، ہاں جوگی بچھان ۲۳۰ کہ جیتا کہوں لابھہ نہ باج ہان

دلے ایک گرُ دوت جد بار دیہہ بچن کھنڈ سنبھال پر دار ایہہ

نہ مانوں کنک وہ جسے مہر نہوتے کہ جب مہر نہوے وہ کدھیں بھر نہوتے

کہ جی بارنہ دیہ یک دیس راے اجلی کا آرنگا پنک نو کہند جاے
کہ جس جیوا دھار لک جیو ہوی، کر کہنت وہ جیو لگہ جیو کہوی
نری دشت ہے دشت   کدم راو بازار کانی پدم داو رمار
نری دشت ہے دشت جیو تسو دشت، کہری کہنت بل ینہ برک اندیشہ
کدم راو تون جم کدم را جکن سنجہے بیے پتہاوانی جانو کہر
کہ جب لگ رہے جیو تن زکہ رگیت نہ بسرون تجہ ابکار نیری سکت
بہت جیو کہا بہو اکہاوتون، سکہے منج کیا جیو کرارا و تون ن
کر اور راو [illegible] تجہ، نجا بین دولیی نون کسینے کہا و تجہ
ایک بنتی کرون راو
کدم راو کہیا کہ جیون تجہ نروب. [illegible] بندرا کہون رتن تجہ
بتہا یا بہت مان دین ناک راو، جلیا ناک سو جسین دہر آب بہاولا
سکہے ہو جلیا ناک نس تا کون، بکرراں جیون بہر جلے کتک جیون
کون جیو شا کر سکتس ولیکن دی، کدم راو ہوکے بدم راو ہوی

کہا

کہ جے بار نہ دیہہ یک دیس راۓ　　چلی ذرنا پنک نو کھنڈ جاۓ

کہ جس جیو آدھار لگ جیو ہوۓ　　کرے گھنٹ وہ جیو لگ جیو کھوۓ

کدم راؤ بازار گانی پدم راؤ رمادر؟

تری دِشٹ ہے دِشٹ جیوں سودِ رشت　۳۳۵　گھڑی گھنٹ پل مینہ پڑے اند ششٹ

کدم راؤ توں جم کدم راج کر　　منجھے بھی بتھاداۓ نے جانوں گھر

کہ جب لگ رہے جیو تن رکھ رکت　　نہ بسروں تجہ اپکار تیری سکت

بہت جیو کھا..... ہوا گھاؤ توں　　سکھی منج کیا جیو بڑا راؤ توں

کہ اور ایک بنتی کروں راؤ تج　　نجانیں دوتی توں کسی بھاؤ منج

کدم راؤ کہیا کہ جیوں تجہ نروپ　۳۴۰　ہتیں سمند راکھوں رتن تجہ لوپ

بتھایا بہت مان دے ناگ راؤ　　چلیا ناگ سر بھتیں دھر آپ بھاؤ

سکھی ہو چلیا ناگ تس مان کوں　　پکڑ ران جیوں پھر چلے کشک جیوں

کون جیو ساگر سہس راۓ دوۓ　　کدم راؤ ہو کہ پدم راؤ ہوۓ

کہ ایک

اس صفحے کے بعد سے تسلسل پھر قائم نہیں رہتا (جمیل جالبی)

ہمیں کون مانس جو کارن ہمن ۔ | کہ کارن ہمن بھوک رہناں تُمن

کہ جے بھوریاں ہار سب تَل کَلوں ۲۲۵ | تُہاں باج ہم پال سکے سو کوں

وہی لون ہم کوں ہوا پائے بند | نہ راکھے ہمن کوں ہمن اندگند

جو دَھن ہیوہ سوں نہ لہے جیوٹ رسوں | سو سَستی کدیں ہوئے دھن ہیوہ سوں

کرے جو دُوئی ایک پروار راؤ | بھرگ راؤ ہم سیو کی آن گھاؤ

نہ دُہنہ دِیس ہے آن پروار تَد | نہ کِن مائی دوے دِن دِیا پُوت دُود

کدم راؤ سُکھی ہُوا اِت بول ۲۵۰ | سُکھی ہوئے پَٹھیا اَدَر دنگ کھول

اَمولک تن اپنی قبا کھی سُرنگ | پِھائی مَدھر بُدھ پردھان انگ

کہیا راؤ پردھان کوں جیو گھاؤ | بلاؤ آج پروار کپڑے دِلاؤ

میا راؤ کی دیکھ پردھان مُکھ | کہیا مُکھ پردھان پروار سُکھ

تشریف دہانیدن مدھر بدھ وزیر احتشام را

مَدھر بُدھ پردھان ہت آن بَل | ہنکاریا مَدھر بُدھ سوں راج دَل

ف قافیہ غلط ہے۔ پہلے مصرع میں جیو کے بجائے ایسا لفظ ہونا چاہیے جس کا حرف آخر "ت" ہو جیسے "جیوت" (جمیل جالبی)

مِلائے چلیا سات سِر ٹُھبتیں دَھرَنْ ۳۵۵ کہ سِر ٹُھبتیں دھرت پائے تَل گھن کرن
کسی بھیت پر وار ڈنددت دے گگن پائے تَل کر دَھرت سیس لے
دیئے کپڑے اِکیس ایک تن رتن؟ پراپت اِکیس تن جڑت نو رتن
کسی تَن پِنھائی قبا، سَر کُلاہ کِسی تن پَٹولی پِنھائی پراہ
نہ کچّا نہ بچّا رہیا دارن) بِن رہیا دان بِن نہ رہیا مان بِن
سِپھایا بُہت مان دے راج دَل ۳۶۰ چلیا راج دَل سیکھ لے راوَ اچل
کہیا راوَ پر دھان کو کر لباس اُروگن کریں آج بھتریں اُپاس
دِساوَر پُرکھ ایک ہنکار آن اُروگن کریں سُن دِساور پران
اُٹھیا ایک سلکی سبھا میاں گال سلک راوَ تھیں کیہ لایا کپال
بناتی کَئی تِن سَلک، راوَ تھیں نہ پرچخ تھیں نہ کیٹ بھاوَ تھیں
نبودی بڑا جان جوگی کنور ۳۶۵ دِساور پراوَہ آیا نگر
مچھندر کیرا پوت آکھور نات اُمَت بِدیا جانتا اوتھہ نات

برا سِده جو کِی سنبھالا او نجل مِلیا او کوں آج سنجوک جوگ ؞
کہ جی راو سُن بول دِیا ایک جگ سُنی بات سِنگھاسن ٹک ؞
کہیا راو ییک آن تب انڑ لیوں اروکِن کردن بول رسی گند لیوں تن ؞
کیا لوک سنکلی الکھ نات پاس دِئی مُدہ بیکن الا سنی الاس ؞
الکھ دم کہیا تن سنور تجہ راو ہنکار یا تجھے لوب کرآپ ٹھاو ؞
کہیا آنہ چل بیک راو استھان کہ جب لگ تجھے جیہہ کاو بیرا سو مان ؞
الکھ نات من مینہ اتھیا کو الاس جلیا سات سنکلی لدم راو پاس ؞
بھلا دیک مہتر کیلی پاس بیستہ کہ جس نہ بیت تھینی رنج سب لیلیت ؞
نہ پر دہان کوں دوس اور نہ دوس نہیں دوسی یجی کیا آپ اوس ؞
الکنی کرنہ بات الکھ سنکھات بیٹھایا لوک کو گون بات ؞
ہنکاریا الکھ نات کوں پاس راو کیا یار زبان راو الکھ لا لتھاو ؞
کلم راو پوچھیا الکھ نات کوں اکون دیس دیکھیا کوں دھات سوں ؞

بڑا سِدھ جوگی سبھا راؤ جوگ　　ملے راؤ کوں آج سنجوگ جوگ

کہ جے راؤ سُن بول دے ایک چُک　　سُنے بات ستسار (سب) تس مُکھ

کہیا راؤ بیگ آن تب ان لیوں　　اور گن کردں بول تِس کَن لیوں

گیا لوگ سِلکی اکھرنات پاس　　۳۷۰　　دئی سُدھ بیگیں الاسیں اُلاس

اکھر دَھر کہیا تن سنور تجہ راؤ　　ہنکاریا تجھے نُوپ کر آپ بھاؤ

کہیا اُٹھ چل بیگ راؤ آستان　　کہ جب لگ پچھے[۵۰] راو بیٹھا سومان

اکھرنات من مَنہ اُٹھیا کر اُلاس　　چلیا سات سِلکی کدم راؤ پاس

بھلا دیکھ مہتر کنی پاس بھینٹ　　کہ جس بھینٹ تھیں راج سب لے پلیٹ

نہ پرُدھان کوں دوس اورن نہ دوس　　۳۷۵　　تِسے دوس یہ جن کیا آپ اوس

اگنتی کرن بات اکھر سنگھات　　پچھایا لوگ کوں ۔۔۔۔ کون نات

ہنکاریا اکھرنات کوں پاس راؤ　　کیا پارناں راؤ اکھر رکھاؤ

کدم راؤ بُوجھیا اکھرنات کوں　　کَوَن دیس دیکھیا کَوَن دھات سوں

---

۵۰ "پچھے" کا لفظ مخطوطہ میں دو بار لکھا ہے۔ (جمیل جالبی)

اکھرنات کہیا کہ سُن راو چل — اچل میر تُوں، راے دل راج تھل

کہ جے پوچیا راے پُوچھن نکت ۳۸۰ — کہوں راو کوں (ہوں) پرایت بھگت

جدھاں سمند سر جیا نہ تھا تد تھیں — کروں آج لگ پاے تل پر تھمیں

جڑی مُول بنڈال کس لیکھہ میں — سوا لاکھ پربت مرے نکھ میں

گگن اور دھرتی سکوں گانٹھ دے — سمندر سکوں ایک دم سُوک لے

بجرانگ انجن انے بند دھار — گگن تھنب جل تھنب جانوں اُپار

اٹھارا جنس گوڑ پرھیوا نوار ۳۸۵ — کروں بن تھیں دور سر تھیں سنوار

رت اندھا کہ بھیا کہیں روگ روگ — سکوں دور کر روگ رگ رگت روگ

بولسی چڑھی ہوتے تس کھود مُول — کروں دور جس ہوئے نس پیٹ سُول

کلپ جے کھلاوں کسی کوں چھماس — نہ جھُری پڑے تن نہ سر ہو کپاس

سکوں دکرا گپتا کر سکوں دھات دوے — اوکھل ہوے اور پوکھل ہوئے؟

سرپ مکہ مکہ سنگ مکہ سار دھول ۳۹۰ — سکوں کھنڈ کر مکہ اکھن باو بھول

ادھاری کہ جے منجہ بھاے کہیں — دئوں تھیگلی چند سورج تہیں

سو کچھ

سو گجر دیون او کھد کرچی رای کھائی حمادی بھرآئی مورنی بوآئی ::
تورنا بن بھلا کجو جکبت ھوئیہ کیا تون بن بات پوچھے نہ کوئی ::
سو جوگی تھون ھون جو باسیے دھوو ننہ باسیے دکھون نہ تو اسنے جرون
تریے تا ہوی آور جوگی نہ جانہ جودی یہ دیس درون تھکن رات بھانو
الھین جوجی جیسانہ تجہ جان جو رہا جووی پت دی منہ برکھ مھتور
جو جوگی کہے آپ جا آئی نہ جوگی اسو کیون جوگی مار کر کے بس بھوگ ::
دوارت سبد جس کوت مین ھوئی ، دوارت سبد باج رکھے نہ کوئی ::
دھمرو آدان انجانون کھلا انکہ سوالا کہ بھیت سکوہ کر کنگ کا
دھنو ربھین دت بھید ست بھید کھا ، پوش بھید پرھوہ کو عن وہم بھات ::
نہ کھولی بھی بھاک کر دینو ہت ، کہ جستی کہین لوک مجھ نت گمت ::
نہ پونان نہ تامس نہ چیرا کروق .. نہ جتکی نہ گون تال نیری دھرول ::
نہ باد انہ تا بنا نہ سینسا کھیت ، کرون اوجے کہان بھنڈارا بھر ::

سو کچھ دیوں او کھد کہ جے رائے کھائے — جا لے رہے رائے ترنی برائے

ترن پن بھلا کچھ جگ پت ہوئے — گیا ترن پن بات بوجھے نہ کوئے

سو جوگی نہ ہوں ہوں جو باسی دھروں — نہ باسی دھروں نہ تو اسی دھروں

تراہی تا پڑی اور جوگی نہ جان ۲۹۵ — جو فے دیس دیویں تھکن رات تھان

انھیں چور جیسا نہ منجہ جان چور — جو فے پت دے منہ پر کھر مھتور

جو جوگی کہے آپ جانے نہ جوگ — سو کیوں جوگ مارگ کرے بس بھوگ

دو آرت سبد جس گوت میں ہوئے — دو آرت سبد باج رت بجھے نہ کوئے

دھتر واد آن آن جانوں کھل انگ — سو لاکھ پربت سکوں کر کنگ

دھنور بید رت بھید ست بھید دھات ۳۰۰ — پرس بھید پر ہوں کروں ہیم جات

نہ کھونی پی بھاگ کر دیئو نیت — کہ جس بھی کہیں لوگ منجہ نیت کھت

نہ پوناں نہ تامن نہ جیسرا کروں — نہ چٹکی نہ گوں پال نیڑے دھروں

نہ پارا نہ تانبا نہ سیسا کھپر — کروں لوہ کی کھان بھنکار ابھر

کہ جی کچھ لوڑیں امت دیکہ رنج ۱۱ امت رنج دیکھیں امت ہوی گنج ۱۱

نہ بولوں کد ہیں جھوٹ میں ساچ بول کہ جس تیں ہوں لکھوں اوبج سو بول

اسے بول کا آج بد تیو دیکہ ۱۱ کہ جی ہوی بد تیو تو مجھ لیلک ۱۱

جوابک سیت پاکر نجا آئی جیتی ۱۱ نہ کچھا نہ پیکا بچھا آئی جیتی ۱۱

نرت آج انواد کی ہاشت صفت ۱۱ کروں لو ہاسر بھکار بیری کدرشت ۱۱

الھو کوں جو را کھے سو تر دہاں ہوی اکھرا کھنیں وہ بڑا پلار ہوی

کدم لاکو سن بیج الھرنات میں ۱۱ بچار کی ہوا را و چو آپ میں ۱۱

سو کچھ دیپتھے الھر نات ر منہ ۱۱ جو شکر دھیا را و کہنا ت منہ ۱۱

اسی بیج تھیں راو بھولا بچار ۱۱ نکر لوہ آن ان کیتا انبار ۱۱

الھونات سب جھو رماج ایک دعا ۱۱ دھنور بھیلو ہا کیا میم جات ۱۱

دو کن دھیاں لا کا کدم راو کوں ۱۱ سو لی کیستوں میں الھر سوں ۱۱

رتن اوب جب جان الھر نہ بھیکلا نہ بتری جیلے کد میں بن کھنک ۱۱

کہ جے کُچ لوڑے اُمت دیکہ رنج — اُمت رنج دیکھیں اُمت ہوے گنج

نہ بولوں کدھیں جھوٹ پن ساچ بول ۵۰۰ — کہ جس بول تھیں ہوں کہوں اُونچ مول

اِسی بول کا آج پرتیو دیکہ — کہ جے ہوے پرتیو تو مُنجہ لیک

جو ایک سیت پاکر بجانے جنے — نہ کچا نہ پکا پچھانے جنے

تُرت آج انواد لوہا شت ست — کردن باز سسر بھنکار نیری درشت

اکھر کوں جو راکھے سوتر دھان[1] ہوے — اکھر راکھنیں دہ پر اُپکار ہوے

کدم راؤ سُن بیچ اکھرنات میں ۵۱۰ — بچار ک ہُوا راؤ جیو آپ میں

سو کچ دیٹھے ..... اکھرنات منہ — جو سُن کر رہیا راؤ گھٹنا ت منہ

اُسی بیچ تھیں راؤ بھولا بچار — نگر لوہ آن آن کیتا انبار

اکھرنات سب چھوڑ باج ایک دھات — دھنور بھید لوہا کیا ہیم حات

دوگُن دھیان لاگا کدم راؤ کوں — نہ بولے کسی سوں پن آکھو رسوں

رتن لوپ جب جان اکھر نہ ٹھٹک ۵۱۵ — نہ بتریں جھیلے کدھیں بن کھٹک؛

اکھر

---

[1] قافیہ کی مناسبت سے "دھان" کے بجائے "دھات" ہونا چاہیے تھا (جمیل جالبی)

اکهر نات آراوه کیا یوں مبهوت ۔ دکهال ایک کو تک لیا جان کهوت ۔
نجانا کدم راو کامسترالہ ۔ جو کی کپٹ باج بولتے آفرا ۔
نجانی کدم راو اکهوں رکهاو ۔ اکه جیوں کری کهاؤ بر بیح ماؤ ۔
کدم راو کهیا اکهر نات سن ۔ کهیا اکه کن تین کیا سمهس کن ۔
ستهس کن کیا بول تمی آب سماج ۔ جو تین کام کی پان باندهیا اماج ۔
مرصع مکلل قبا سر کلاہ ۔ امولک جواس کیبی تهے سواہ ۔
پنهایا کدم راو اکهر سیس تن ۔ قبا تن کلہ سر جڑت نور تن ۔
کهری تهے اکرچی کیه اور رست دست ۔ انایا اکهر نات کوں بات بعث ۔
جڑیا تها یا مکٹ مس جڑت نور تن ۔ بهابہ بیٹهایا یی رتن لکہ رتن ۔
بدها اهها جن اکه انک اپار ۔ قبا انک مرقن لگی تهار تهار ۔
رتن لکہ تن سب مدعو مدہ سات ۔ مدعو لی جلیا سات اکهر نات ۔
نہ جب بهو روی اکهر نات جگ ۔ نزاد کهوں سکہ بیٹهیں نہ سکہ ۔
بگڑ هند ایا اکهر نات جن ۔ سکی ہوی بیٹها کدم راو تن ۔

کھرنات زادہ کیا یوں مبہوت — دکھا ایک کو تک لیا جان کھوت

نجانا کدم راؤ کا پسترا — نہ جوگی کپٹ باج بولے کھرا

نجانے کدم راؤ آکھور بھاؤ — اکھر جیوں کرے بھاؤ پُر پیچ ماؤ

کدم راؤ کہیا اکھرنات سُن — کہیا ایک گُن تیں کیا سہس گُن

سہس گُن کیا بول تیں آپ ساج ۴۲۰ — جو تیں کام کی پان باندھیا اماج

مرصع مُکلّل قبا سر کلاہ — امولک جو اُس گئی تھی سراہ

پنھایا کدم راؤ اکھر سیس تن — قبا تن، کلہ سر جڑت نو رتن

اکھرا تھا کہ جے کچّہ اور سُت سُت — اُنایا اکھرنات کوں پان ہست

چڑھایا مکٹ سر جڑت نو رتن — بہالے پتھاتے رتن لکّہ دتن

بدھاوا ہوا جن اکھر انگ اپار ۴۲۵ — قبا انگ ترقن لگی ٹھار ٹھار

رتن لکّہ تن سب مدھر بدھ سات — مدھر لے چلیا سات آکھور نات

جب (جب) پھیر آئے اکھرنات چُک — نہ راؤ کھڑیں سُکھ بیٹھیں نہ سُکھ

بڑھنڈ آیا اکھرنات جب[1] — سُکھی ہوئے بیٹھا کدم راؤ تب

---

[1] اصل میں "جن" لکھا ہے۔

دھرت چوم پرکھان پرواار سوں — اسیر واد دے کر پھر یا راؤ کوں
اگنتی کہیا راؤ آکھور راؤ ۴۳۰ دھنور بھید کا بھید اب منجہ دکھاؤ
اکھرنات کہیا کہوں بھاؤ ایک — کہ جے بھاگ دے منجہ کوں راؤ ایک
نہ منج آس دھن ہے نہ تجہ آس دھن — دکا کہوں بھید سب جے سکے کرجتن
سنیا تھا کہ توں راؤ ہے ارتھ کار — تو میں تاک آیا جویں چمتکار
کہیا راؤ کوں دھات بنیاد آد — کہ (جے) زور کس نہ کہے دھات واد
کر یہ بول نہ اور جے ہوئے بول ۴۳۵ نہ کہنا نہ کرناں ادھر مکہ کھول
کہیا راؤ منج تج میں دیر ساکھ — کہوں ایک نہ جے سنوں دس لاکھ
نرادھار کی سوں ادھر مکہ کھول — نہ آنوں بہر مکہ تجہ مکہ بول
اکھرناتھ کہیا دھنور بھید سیکھ — کہ جس بھید تھیں جرم رہنے نہ بھیک
دھنور بھید ماس ایک کیتا کدم — پر یک تل سنہاریا نہ با سک پدم
دیے بھاگ پرمان کر راۓ شست ۴۴۰ دھنور بھید اکھراں... آپ دے شست

سپورن

سپوّرن دھنور بھید سیکھیا کدم ۔۔۔ بسار یا کدم بول باسُک پدم

اچھنبا ہوا لوگ پردار گوت ۔۔۔ کدم راؤ گھر میں دھریا ہیم ادت

بھکاری کِرا سنگ پکڑیا اُبھنگ ۔۔۔ کہ جس سنگ تھیں راؤ کوں ہوئے بھنگ

اکھرنات کہیا کہ منجہ بھاگ دے ۔۔۔ دھنور بھید کیا کچھ امر بھید لے

اسی جھوک میں جھوک کیتا اکھر ۴۴۵ ۔۔۔ گزبُبیگ ہُوّا کدم گور دَھر

کدم راؤ ہو بیس تن آپ دیکھ ۔۔۔ بناسیاتیں اپناں اکھر دیکھ بیگ

اکھرنات ہُوّا کدم راؤ بھاؤ ۔۔۔ کدم راؤ راواں ہوا تن گنواؤ

اُمت پاردی راں دیتے کھکیڑ ۔۔۔ اُجالا چلیا جان اندھلا بیڑ

جیسا اَد چیتا دیہہ دے پیٹ بھر ۔۔۔ لیے بِلی بھسل چھنکا پڑیا ٹوٹ کر

نہ رہتا کدم لوڑ رادیں سنجار ۴۵۰ ۔۔۔ جو کرنا یہی کام چُنہ چُن بچار

نجانیا تدھاں راؤ ایسا اَنُوجہ ۔۔۔ اِتال ار کیا کِیَ لاگا اَنسوجہ

جو کرنا اکھر سوں کرو آپ نِس ۔۔۔ ٹُرک تَل تہ نِس دیہہ کرتار جِس

سبھی

سبھے رات جو جور جوری کری سنکھیں ہوے تو اکہ رات لگا اس دھری
بیان تسری بات کہنا جو اک رات میں نا تھی الجرا اپس بہ ظلمات میں
پتو نا پھور رآئی نا اس کیان تھیں نا جھجے میں میں رہے الرھو بہان پھیر
گدم بادکی سدہ جو کفسکی نا کرتن پتو پتہ سر بن پد وہ سکی
امر بد یا دیو مت جان کر نا گیا پار من دوس کر ہت دھر
درب بد یا جیسی کسی راھوی ہن او کہر سبھے جانتے ہوی توی
نہ آتو جیری مول یا نال گھوند نا د کھاد ون سکو نا بول دہ منہ نہ بولیہ
گرجھارا و کون سن دو چند ایک کر جم سادھ ہنی پنکھان پیک
کہنا را او رنوا اس را وان سنور نا جو دھن بات تھلکا لیا آپ کھو
کہر کھاند کھن بات سوں لائی کر نہ لیا ہت تیکار یہ پت کنو ر
بوکہ تھا کنو رات تر بت سبحان جو بات لائی کرا تہا مو ان
تسی لی جلبا را او دی مکل یقلہ کر نا آپنان سینس بی راج دل

الھر نذر

سبھی رات جو چور چوری کرے — کبھیں کبھی تو اگ رات لگ اُس دھرے

ترا پات کیرا جو اک رات میں — رہے اُلجہ اُپس بُدھ ظلمات میں

تیوں آگھور راے اُس گیان تھیں ۴۵۵ چھپے میٹ رہے اُلجہ پر دھان تھیں

کدم راو کی سُدھ جو کہہ سکے — رتن لو پتاں سنز پر ڈوہ سکے

امر بِدیا دیو تب جان کر — گیا پار پرونُس کر ہت دھر

ذرب بِدیا جے کسی را(ے) ہوے — پن ادگھر سبھی جانتے ہوئے توے

نہ آنو چپری[1] مُول پاتال کھود — دکھاون سکوں بول دِنہ مَنہ ہنود

کہیا راو کوں سُن رو چند ایک ۴۶۰ کہ جے سادھنیں نکھیا آن بیگ

گیا راو رنواس راداں سنور — جو دھن پات تھا پالیا آپ گھر

گھڑ(ی) کھانڈ دھن پات سوں لاے کر — لیا ہت پر وار پر بت کنور

پرکھ تھا کنورات پربت سجان — دکر، جو پات رانی کیرا تھا پران

تبے ے چلیا راو دے مُکہ پھل — کرن آپناں سیس بن راج دل

اکھرنات

---

[1] ایک میں "زائد تھا۔ خارج کر دیا گیا ہے۔ (جمیل جالبی)

اکھرنات کہیا دِٹھا راؤ کوں ۶۶۵ کہ نرجیو کر پنکھہ دے جیو سوں
گلا چانپ لے جیو دے تن سنبھال چمکتار[1] مُجہ دیکھہ بدیا سنبھال
تھتیں راؤ کر بُدھہ لاگا اُچات کہ مرجیو کر پنک دیتا .... سات
تن اپناں اکھرنات نِرجیو کر ہُوا بَیس پر گور پربت کنور
کدم راؤ کے ہت پربیس چُک کہیا راؤ کوں دیکھ یہ کون مکھ
تپہر سنجریا آ ہنیں تن سنور ۶۷۰ ہُوا سُوس بھی گوڑ پربت کنور
کہیا راؤ یہ بدیا مُنجہ دکھاؤ کہ دُنمان توں تن دے مُنجہ سکھاؤ؟
اکھرنات پرمان لے راؤ کے امر بدیا تب کئے بھاؤ کے
اکھرنات منتر سکھایا رَہس یکایک پڑیا ٹوٹ مندر کلس
جناتے بہت اُد سگُن راؤ کوں نہ بوجھیا کسی، راؤ اُس بھاؤ کوں
بڑے ساچ کہہ کر گئے گُن سُگن ۶۷۵ گھیوں پیتے پیسیا جاتے گھُن
گھیوں پیسیا مول اُگلا پکاتے کہ گھُن پیسیا تا نو پرمول جاتے

---

[1] چمکتار زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس سے پہلے بھی شعر نمبر ۶۶۴ میں یہ لفظ آیا ہے۔ (جمیل جالبی)
[2] ۔ ۔ ۔

سو گھیو(ں)، کدم راؤ اکھرنات گھن — کہ جس سر جیا یہ کلس او سگن
نہ جن چُک بچار بن کرے کوی کاج — گنوادے پران آپ دھن مال راج
سُہانی ہوی راؤ کوں پرکھ بات — گنوادے گھڑی ایک منہ راج پاٹ
پڑھایا اکھرنات منتر سکال ۴۸۰ — کہیا دیکہ پرتیو پرتن سنبھال
کدم راؤ منتر پڑھا رہس کر — گیا پار[1] پر دوس کیتا سنور
کہے فخر دیں ایک سا چا بچن — بھلے پرکھتے جے کرے کوی کن
کدم جیو جب لگ نہ لے گور آپ — اکھر جیو جوگی نہ اندر شتاپ
پراپت اکھر جیو لے گور راؤ — تجھے باج باہر دھرے ایک پاؤ

پشیمانی خوردن اکھرنات جوگی کہ راؤ شدہ است۔

اکھر بیس تن راؤ پچھتاؤ ناں ۴۸۵ — کہ کت ڈھنگ اپ راج چلواؤ ناں
نہ اگلا کہوں دیکہ یہ کون ہے — نہ پچھلا مجھے کچھ انہون ہے
پچھانوں نہ جانوں نہ بوجھوں کیسے — جسے دیکھ بوجھوں سوہی پھر دسے

نہ منجہ

---

[1] ایک " پار " زیادہ تھا نکال دیا گیا (جمیل جالبی)

نہ منج گیان پروار نہ کچھ تکھار — نہ کیا دھکار بھنکار نار؟

نہ جانوں کسی ناؤ نہ گوت ناؤں — نجانوں چھبے باج اور یک ٹھانوں

نہ ہوں رنگ جانوں نہ ہوں دانگ جوت — ۲۹۰ دھریں دھر دسیں دشٹ تل دیو بھوت

کہ جے رہوں نجانوں مندھر انواس — نہ دھن پات جانوں نہ رانی نہ داس

نہ پروار ڈر منجہ نہ پرپھان ڈر — بڑا آج منجہ ڈر ترا استان ڈر

سہس دھر سوجے سر دھنے ٹرک کوتے — کپٹ تھیں دھرا ستان اپنا ہوتے

جو دھرا آپنیں سوں کرے کچھ گھات — دہی گھات تس دے پھرے چھات لات

اُنادل جو یہ کام کرتا نہ توں — ۲۹۵ نہ توں دیکھتا دکھ یہ گور سوں

جو تیں نیں کیا جیو پہ جیو سوں — تو تیں لیو رس مرت بھی پیو سوں

نہ پر گور نیں توں رہن آدسی — نہ تیرا پھر گور تجہ آدسی

گھنے جور سارے کرے جھاڑ کوتے — نہ سیوٹ گھنی ہوتے ساری ہوتے

تہت جو کہ منج کوں پڑی گھات بند — جو تن راؤ پر گور کیتا اجند

نہ کرناں منجے تھا سو کیتا نکھت	بسا ہے اَلس.... یکوں راج چھت
مُنجھے کیا ہوا کھپل کدم تن لیتیں	جو اُس کی کچھو بُدھ نہ مُنج ھیتیں
کدھیں نہ رہے گور میں بُدھ کِس	جہیں جیو تِس کا تہیں بُدھ تِس
ستم ایک لے گانٹھ باندھے جکوتے	کہ اس بُدھ تھیں کیوں.... ہوتے
سیوا کیا دیا مُنجہ کیا تھا سو گھات	کہ آسود کر میں لیا راج پاٹ
یہی آگلا مُنجہ ہوا راؤ تانو	۵۰۵ سو بھی کوئی بیسن جے دے راج ٹھانوں
نہ یہ پاپ پھیٹے کدھیں سیس تھیں	نہ یہ راج تھیں گپت رِیس تھیں
اِتاں ایک اُپکار کرناں لگے	کہ جس تھیں سنبھال آپ ہناں لگے
بُہت بھاؤ میں سنج دیٹھا بچار	بچار ایک پن اور جھوٹا بچار
کہیں نہیں چھپتے دیوں بار جگ	ٹھکائی کروں جو کرے جگت ٹھگ
کہوں بات پرتاب پردھان کوں	۵۱۰ کہ مرناں پڑیا مُنجہ ابھیمان کوں
بتاناں دھروں جھوٹ راویں کپال	کہ راواں گیا آج مُنجہ دیہہ گال

بچڑ لوگ پروار سب گوت نات — دروہی دھرت جان بہتاں سنگھات

بہانا یہی کر بیٹھا دن کروں — برس پانچ (لگ) ناہنکارن کروں

باردادن اکھرنات جوگی کہ راؤ شد

کدم راؤ ہو کر دیا بار جگ — گیا لوگ سب ڈھوک سلام یک لگ؛

ملیا لوگ گج بھار دربار ٹھار ۵۱۵ — کہ جیوں پھر ملے لوگ تیوں ہلا بار

نہ اگلا سنبھالے کہ پچھلا کہاں — نہ پچھلا سنبھالے کہ آگلا کہاں

مدھرلے چلیا جھبوٹ ہال جھول — دھرت سیں پھل ڈے گگن سیں پھول

گئی بھینٹ سہسر گگن سور کوں — بھلے پر ملیا چند کستوری سوں

کہیا سون کوں چند ماس ایک لگ — اودباج تھا جگ جوں پنک لگ

بدل کوں جو تھا جبن اپتا اجھال ۵۲۰ — ردی چند لگ جھانپ لیتا کپال

پڑے کیوں نہ بجلی بدل سیں ٹوٹ — پون کی نہ کیتا بدل پھاٹ پھوٹ

اُدد دیکہ مُکہ تُجہ کھلے نین چَک   اُجالا ہوا منجہ تھیں سُور لگ

عرضہ داشت کردن مدھر بُدھ وشن پردھان جوگی جے کہ اُو شد است

مدھر بُدھ پردھان ہت وَنت راوٗ   کر جوڑ بنتی کئی سر نواوٗ
سُنے جے کچھو راوٗ بنتی کروں   پر آکھور کا ناؤں لینیں ڈروں
مٹھے دُود میں بکر کا وار آل ۵۲۵ جو سنجا بھرے نہ کرے دُود اُبال
جدھوں لگ اکھر نا ملیا (تھا) کنند   تدھاں لگ بسارے تُوں یں راج چھند
کہ توں راے بُدھ ونت یہ کون بُدھ   جو جوگی کیری بُدھ رہیا نبود
کہ جے کوئی اُٹھ جوگ مارگ کرے   نہ بڑی بلا تس اُوپر پڑے
مجھے مارناں مار کے گھال دے   ولے آج اکھر مار نیکال دے
ڈبر کھائے جب ایک سر میں بکھائے ۵۳۰ کلیجا کدھیں چھوڑ کُوتا نچائے
تترب دِشٹ اُن کی ہے دیواپلی   دَھر آئی توئی بُدھ سُوکی جلی
نہ تینی دِئی منجہ کرتار بُدھ   جو تجہ ویل سر دے سکوں کچہ بُدھ

سرایا

.... کسے کوڑ سنگ   بدل سنگ تھیں جیوں ہوا سور انگ

سدا ساکھ اُس بول ہم ماس دیس   نجانیں (کہ) دنمان ہیں کون بھیس

نہ مُنج آس دھن ہے نہ تُجہ آس کام ۵۲۵   پڑی آس پر مُنجہ کردوں تُجہ حرام

جو ماس ایک لگ راؤ نہ دیہہ بار   پھرے کیوں نہ سب لوگ گھر گھر بسار

جلو جیوناں ہم بلو ہم پران   جو تُجہ بن کہے سنج دن تس بہان

نہ سنبھال لے راج اپناں جے کوئے   تل اوپر گھڑی کھانڈ میں راج ہوئے

گفتن اکھرنات جوگی با وزیر

بُلایا مدھر مُدھہ کوں راؤ پاس   کہیا راؤ ہوں پھول توں پھول باس

نہوتے پھول پیارا کدھیں باس بن ۵۳۰   نہ سر گھال لے کوئی باس آس بن

نکے راج گر پھول بسیں ایک ٹھانو   سکے باس آتھا سدا پھول نانو

نہ تُجہ بن کہے منج گھڑی ات چُک   نہ مُنجہ سار کا تُجہ ملے مت چُک

ایاناں کہ جے ہوئے پر کام کوئے   سیاناں وہی کوئی کام آپ ہوئے

سو بکھی کوئی کام اپنا سبندہ ، کوئیدھی بساھے ، اپس کام آبدہ ،
کپھرا میں کیا کام اپنا ان سنبھالا ، کرس جو نکلی جام دیتا ستال
مدھر بدہ تو ناج سن باتاں کہ کہیوں راں ماتس کیا تہاجتن ،
کرجم ان کہیا دینکوت جان راتمہ نہ میں لیے کہیا رات بن نس مرات
نہ ہوں باج کر نار ماتوں نہ کسنہ کریں ماں دتیں ہیں منکاروں نہ
نہ چیلا رمی کوئی نیون ہوں دھوںلا اکھر کوں اکھوں کہوں کر کہوں نہ
سیوا سا کہ یوں میں کر اکھور کوں کر کہیا پاس تہامیں بر ان آسوں ،
جو پائی کری یاپ سونز کہ جای بلا کر بکری آبسن تانکلی آپ پانی
جو اکھور کیری کہونکھول کن نہ تہیں کات انکل دھری بات سن ،
نہ کہنا کہیا مجہ آاہر دشت بول ، سہس رای بخسار کی لیوں مول ،
اکانک گہیا تن میراج سیکہ ، دھنور بدیا میں دیا تدہ بھیک ،
سری باذ میں جی جھری سلا کیال ، سر پایاؤ کا تیا بھلا جای سال

سو بُدھی کرے کام اپنا سُبُدھ — کو بُدھی لبا ہے اَپس کام اَبُدھ

کھرا میں کیا کام اپناں سنبھال ۵۴۵ — کہ رَس جُوں کہ لے جام دِیتا شال

مدھر بدھ توں آج سُن بات اکھر — کہ کیوں ران مانَس کیا تھا چتر

کہ جے اُن کہیا دِیس کوں جان رات — نہیں بھی کہیا رات بِن تِس برات

نہیں باج کرتار مانوں نہ کِس — کریں مان دیتیں ہنکاروں نہ کِس

نہ چیلا رہے کوئی تیوں ہوں رہوں — اکھر کون آکھوں کہوں گر کہوں

سیوا سا کھہ یوں میں کر آکھور کوں ۵۵۰ — رکھیا پاس تھا میں پران آپ سوں

جو پاپی کرے پاپ سو نَرک جائے — کہ پکڑے اپس ٹانگ لے آپ پائے

جو آکھور کیرے کہوں کھول گُن — تُہیں کان اُنگل دھرے بات سُن

نہ کہنا کہیا مُنج اکھر دِشٹ بول — سہس راتے تجہ سار کے لیوں مول

اِکا یک کہیا تو تجہ میراج سیکھؔ — دھنور بِدیا میں دیا تَدہ بھیک

سَرِٹے پاؤں میں جے جھرے سَل کیال ۵۵۵ — سَرِ با پاؤں کاٹیا بھلا جائے سال

اسنگت

ؔ سیکھ = شاگرد۔ چیلا

اسنکت سبد منجہ میں یوں سلے نہ تنکا سلے آنکہ میں یوں سلے

آدھا آیا آسے بول نہیں سنسر کوے ۔ بھکت میں کردیا ترک سوب

ترک جگ کا کھائے کوا کھائے ۔ تو کل جگ کوئی کوا کون کھائے

سرب بلوندیں نہ کریے دور کس ۔ جنگل جائی جو اس کریں دور لر

دو ھتی بکر ایک دیتا نکھائے بلوندی جون کائی کھندیں بجائے

کھرات تاوی جو لو ھا نو ھالا پر رکھے آوہ ۔ لیے نہار دھر تا سنبھا

سبھی تھا نوچی سانب کو دھا جلی نہ آپس تھا تو و ڈ لیے سو سیدھا جا

جر دامن سیلا کلک بنکن بھرے ۔ سو لیے دیکھ کر سات کھر بھرے

سمندر کر ایسا کلکن ملی ۔ سو لیے دیکھ مرجالا پنین چلے

نا اس تھا و اکھو رکیتا نہار نہ ۔ نہ میرا رکھا تھا را اپنا سنبھار

نکرا جو بجھ پہلے کھور کمتا اپنا نہار ۔ نہ لیتا بسا اپنی مکر جہار

اسنگت سبد مُنج ہئیں یوں سلے　　ن تنکا سلے آنگ میں تیوں سلے

ادھانیا اسی لول تھیں سیس کوپ　　ٹھگت ہئیں کریا..... ترک سوپ

ترک جگ کا کھائے کوّا گہائے　　ترک جگ کوّے کیرا کون کھائے

سرپ بلوندی نہ کرے دور کس　　جنگل جائے جو اُس لڑے دُور تس

دو مُٹھی بجری ایک دُنیا نکھائے　٥٦٠　بلوندی جرن گائے کھیدی نجائے

کھڑا ات تاوے جو لوہا لوہال　　رکھے ادہ کبھی بجار دھرتا سنبھال

سبھی ٹھانو جے سانپ گو ڈھا چلے　　الپس ٹھانو وہ بھی سو سیدھا چلے

جے ڈاین سدا جگ بھٹکن پھرے　　سو بھی دیر کر سات گھر گھر پھرے

سمندر کہ ایا گگن کن ملے　　سو بھی دیکھ مرجال اپنیں چلے

نہ اس بھاؤ آکھور کیتا بچار　٥٦٥　نہ میرا رکھیا ٹھار اپنا نہ ٹھار

نکرتا جے آکھور ایتا بچار　　نہ لیتا نباہ آپنے مکرو جھاڑ

ہنکار یا جی جو ہر دو ہر بھار رہ ستا لن مرا دشت جک جک بھارۂ
ملی جو کبھی ری لی ہ مرا سینس نیں آ دالیا جھون جور نک گن
الکھ نات کا کور جک دیکھ کر تکھے جگ ہوا دیکہ دن دشت بھر
اجمنا ہوا دمکرت بزبل لکین یکن کا نہ دینا موا کت بسن
بدھاوی رہیا لو کر انجار مینہ نجانی بن الکھ جیو تن را ومیں
ابی دات جنکھو نتہ کو تی نکن آرالی کیتی دھر جری جو نتم کر
ما نیش نا بسندیدہ کردہ الکھ نات را و شدہ است
ہ نکار یا مدمریدہ بردھان پاس لکھیا او مردھان کون اسامر ما
مدھریدہ تون ہے مجھے مرکھانو جھے نا تو نبی لکھان منجرا ونکوہ
جبی میرا سکی کام کراج املن تھیں بس ساجا منجھے ساکر لیکہ
منوکت تری آج بوری نہ کون نہ مانو منوکت جو مجھ باج ہو دی
وزادت اسے کی جو کچھ ہور جانہ وزادت وہے کر سکے بدہ بان نہ

سما

ہنکاریا جے جو ہر دو ہر بھار؟ شالن مرادشٹ جگ جگت تھار

ملے جو دھرے لے مرا سیس پن اَدا لیا جھوں.... چو رنگ کن

اکھرنات کا گور جگ دیکھ کر سُکھی جگ ہوا دیکھ دن دِشٹ بھر

اچھنبا ہوا دھرت پڑتل گگن ۵۰۰ گگن گانٹھ دیتا مواکیت بسن

بدھادے رہیا لوگ انجاؤ میں نجانیں اکھر جیوتن راؤ میں

ابی رات چت کھونٹ گو تے نگر اُڑا لے گئے دھر جری جھونٹ کر

فرمائش ناپسندیدہ کردہ اکھرنات راؤ شدہ است

ہنکاریا مدھر بدھ پردھان پاس کہیا راؤ پردھان کوں... اُساس

مدھر بدھ تُوں ہے مُنجھے بیر ٹھانو تجھے نانو پردھان مُنج راؤ نانو

جے میرا سکے کام کر آج ایک ۵۰۵ تُہیں بیر ساچا مُنجھے ساکھ لیک

منوکت ترا آج پوری نہ کوئے نہ مانو منوکت جو تجھ باج ہوئے

وزارت اُسی کی جو گھر موڑ جان وزارت وہی کر سکے بُدھ مان

سوا

سُنُور رائے پردھاون ہتونت ست — تری مت کوں مت نہ گون گت

نہ جانوں کہ پردار کیوں پالیا — جو اس ایک لگ راج سنبھالیا

کہ جے رام کے بار ہنونت تھا ۵۰۰ نہ تجہ سار کا اوہ ہتونت تھا

ترے ہت بِن منجہ ہوا مت جگ — نہ بسروں تراہت ہوں جرم لگ

پر ایک سندیہہ ہے منجہ کوں — کہ جے پھیر سکے کہوں تجہ کوں

پرھک ایک راوان جو کھر تھا سجات — برا دیکھ منج گال دیتا کجات

رہنہار ناہیں کرے کیوں ندوس — اُڑنتا پنکھیر و دھرے دل ادوس

کوا کھیب راواں پڑھاون نجائے ۵۰۵ جو پھر کر نرک آپنا آپ کھائے

نہ کچھ میں کہیا تس رہے ماندہ لوجہ — گیا گال دے این لاکا اسوجہ

ڈھنڈورا پھرائے گلیاں کوچیاں — کہ راواں گیا راؤ دے گالیاں

کہ جے پار دی کوئی آنے تسے — سستر نگر دان دلوئں اسے

تدر دوئے دِن پاتے پربت کنور — جنھیں مول نہ کہیں اموالک تدر

تڪر سوڌ تپر دان ڏيون انالعجو انالداڻان اناڪڙي سنڀال
دني مين وڃي نرجس ابهمان ڇ مجنل بهمان ڏڃي نه ره ڏوج دان ڇ
اسنکت نروپ اوڙد ينا ڪبلنه ڪراڏان ڌهرن جابند سون تون اجل
نماج هون تون ڪه سوڌهين آرن ڀهري ننڪ ڪاهوي ڪت ڪن مرن،
نه بر ملڪه ڪهاين ڪوملي تن الکهاڻيه نه ابس مومي بن ڪوپني مرڪجاي

فومايش نامعقول ڪرده

ڪهوجو بنوي مهلمنتري ڪري بات منتر بني ڳهنوي،
ڪه تون راڏ ڪروا سمندر سهن انه مرجار تون جهوراڏ ڪهي ڪرن،
سنين راڃي نو پهند بجه راڃي ٻين ڪنگلي جليا سات راڏان دهون،
نجارن جيه راي ايسا نجار سوبدهه ڪبي مر نڪر راي تهار،
اڃل جي جلنه راي نجه راي بره ڪومي هي جو نجه راج تهني تهبر،
ڪر يه بره ڪوري نڪراڏ تون متهاد نه نڪره ياردي بهيد سون،

نگر سوں تدر دان دیوؔں اِتا ل ۵۹۰ جو اِتاّل راواں ہکا دے سنبھال

دُنیا میں وہی نرجس اَبھمان ہے جس ابھمان ہے نہ وہ نرلاج دان ہے

اسنگت نروپ اور دیتا کُبَل کر راواں دَھرن جا... سوں توں اَجل؟

نکل آج ہوں توں کر سُو دھیں اُرن ہری پنکھ کا ہوتے کیت گُن مرن

نہ نر مُکھ کھائیں کوئی تن اَکھائے نہ آپس موئے بِن کوئی سُرگ جائے

فرمائشِ نامعقول کردہ

کر جوڑ ہنوی مہا منتری ۵۹۵ کری بات منتر پنی کھتری

کہ توں راؤ گڑوا سمندر سہن نہ مرجاد توں چھوڑ اوگن کرن

سُنیں رائے نوکھنڈ تجہ رائے پن کتک لے چلیا سات راواں دُھرن

بچارن چتے رائے اَیسا بچار سو بُدھی گئے مرنگر رائے کھار

اچل ہے چلیں رائے تجہ رائے پر کوئی ہے جو تجہ راج تھنبے تھپر

کہ یہ بُدھ تُوڑی نہ کر راؤ توں ۶۰۰ بچاون نہ کر پار دی بھید سُوں

سنبھالا

نہ من کھنت کرو آدُ توں بنکہ کالا! جو ھوں تجہ کہوں بول سو
کہ جب آنکھ نہ کالا دیے ھیں کوی کہ سنی باج دھنان بنہال توں نھوی
لری بکو توامت جی دُو در کشی کہ نلرنان سہج کوتری جا تس
برادُ کہ یہ ایک جو کو نا گری۔ دوکن ذکہ اورا ایک باھن پری
پنھکیر و دیتی چال کھنی نجائی۔ دھندوری بجا سُدہ دینی بجائی
دھندوری کری سُد جنہ کا جائی۔ جھوں کا تیں سُدہ جو کھند جا
سنکھے رآج توں اچہ تھ راجکر۔ پھروں سو دیکھا د نکر ھون جکیر
ولی جک توں چی سنی منجہ بنات۔ نہ پردا دنہ کوت آدی سنبھالا
بنات کری کوت برفا رآدُ۔ پتھادی ھمان کی نہ ایک محلا دُ
بن آنکھیں ھنکار ین نہ ستی کرن سنہ جیبیں پتھادی کتک بادھر
ھنکار راج سب کوت بوفا راکھن تہہ ھت دی بان ھتا بکر
سلام ایک برفا رلی کجہ دلادُ۔ کتک بیچ میں دھن باھن پتھادُ

نہ من گھنٹ کراؤ توں ہنکھ گال — جو ہوں تجہ کہوں بول سو تو سنبھال

کہ جے آتھنہ گال دے ہین کوئے — سنے باج رہناں بھلا توں نہوئے

لڑے کو ترامت جے دوڑ کِس — نہ لڑناں گھرے کو ترے جارتے تِس

بڑا دکھ یہ ایک جو گوتا لڑے — دوگن دکھ اور ایک پاہن پڑے

پنکھیرو دئیں گال کہنیں نجائے — ۲۰۵ — دھنڈورے بجا سدھ دینی نجائے

دھنڈورے کیری سدھ جندگاو جائے — جہوں کان تھیں سدھ چوکھنڈ جائے

سکھی راج توں اچھ تھر راج کر — پھروں سو ڈھادنگ ہوں جگ پر

ولے چک توں جے سنے منجہ بنات — نہ پروار نہ گوت آوے سنگھات

بناتی کرے گوت پروار راؤ — تجہاوے ہماں کے نہ انگے بلاؤ

ین انگھیں ہنکاریں نہ بنتی کرن — ۲۱۰ — نہ کچھیں پتھادیں کتک پا دھرن

ہنکار آج سب گوت پروار گھر — تھن ہت دے پان ہت آپ کر

سلام ایک پروارے کچہ دلاؤ — کتک بیچ میں دھنس پاھن پتھاؤ

وہی ریت اپی نچھوڑی جیے — کہ جس ریت پروار جوڑی جیے

جو تجہ بن گئے پر بسے سو برس — سوا جبر بھلا کدنہ...... نرس

نکت بول ایسا کہیا راؤ کوں — ۶۱۵ لبوری تریا راؤ انجاؤ کوں

مدھر بدھ جب راؤ دیٹھا دو چت — دو چتا ہوا آپ تھی دیکھ چت

سو تر پردھان جانیا کہ او چھت ہوئی — نہ یک بول ساچا سُنیا بن دُوئی

بچاریا سو پردھان تس راؤ کوں — کہ کے یوں ہوا توں دوئی بھاؤ سوں

ہنکارے نہ کس نانو لے دے بچن — بتھادے سبھی لوگ نینن چھپن

نہ تجہ دِشٹ ہے ٹھانوں نہ بول ٹھانو — ۶۲۰ نہ منج نانو بن اور جانے نہ نانو

ٹھانوں کہ کیوں جھرت تجہ سر چھڑی — کہ جس جھرت تھیں نین جھانپی پڑی

نکہ اچھا ہتیں سمند پکڑیا کنبھال — کہ سر تھیں ہوا پانے مگ جیوں ڈال

مگر مار آکھوڑ جھر تجہ ہوئی — کہ جس جھرت تھیں بول بوے دوئی

کرجے

۱؎ دوسرے مصرع کے لحاظ سے "جھرت" کردیا گیا ہے۔ (جمیل جالبی)

۲؎ اصل میں جھرپ ہے لیکن میرے خیال میں جھرت مناسب ہے۔ (جمیل جالبی)

کري ڪمول توکون مڃکي نا بسن، نه هونا جهور تجه بابي گرسون کين

مڙ ڏو ده ڏو لنکي جو ڀي ڌره سيني، شڪر دڏهان استره آستين

شڪر استره جي ڌري کهڙي ڪا تهڏ جاي کيون نهوي وه تهتري

جهان جاي تيرا آتون بعي بسيو، تهان هون دکت اپنا ديون بسيو

تهلاتهي تهين منجه برابهي تهين، اتري باي جهور جاسون کهين

جهان باي تيرا دهي پت تهاره سرا اپنان تسيي تهار ديون آدهاره

نعت شدن الهر نات جوکي بومدهر بده وزيم

کهيارا ڏُ ٻڌ دهان کون کوب تهادئي، کهتيکر مجا نون مجهي سرا اچاو

نهين جي ترئي جيئو منه کم کوب، تون ٻن پت تجه نکري منجه مڙوپ

تون ٻن تساج ماتون تراهت ٻن، سدهاري جو تون آج راو آن ڌهرن

نه ٻهيري جي تون آج آبهمان منجه، نه ٻڌ دهان آ تون منجه نه هون راو تجه

ڪهيا منجه آبهمان ٻهيري نه تهاتون، نه با مرکهون يا مندهن تجا نون

ڪنگلي نطاسات کري تين سدهاو امرت تنگه کانون جک تهين اچاو

کہ جے کھول توں منج کہے نا بَسَن — نہ ہوں چھوڑ تجہ پائے کر سوں گمن

مرو وہ دو ننگی جو ہوے دھر ستیں ۱۲۵ — شکر در دہاں اُسترہ آستیں

شکر اُسترہ جے دھرے کھتری — اُتھل جائے کیوں نہ ہوئے وہ کھتری؟

جہاں جائے تیرا توں بیتے لَبیو — تہاں ہوں رکت آپنا دیوں لَبیو

بھلا بھی تہیں منجہ بُرا بھی تہیں — ترے پائے (نہوں) چھوڑ جاسوں کہیں

جہاں پائے تیرا ڈھتے تت ٹھار — سرا ہاں تیسی ٹھار دیوں آدھار

تفت شدن الکھرنات جوگی بر مدھر بدھہ وزیر

کہیا راؤ پردھان کوں کوپ بھاؤ ۱۳۰ — کہ جے بر جیا توں مجھے سِر اُچاؤ

نہیں جے ترے جیو منہ کچہ کوپ — توں پت کچہ نہ کرے منجہ نردپ

توں ہیں ساچ مانوں تراہت پن — سدھائے جو توں آج راواں دھرن

نہ پھیرے جے توں آج ابھان منجہ — نہ پردھان توں منجہ نہ ہوں راؤ تجہ

کہیا منجہ ابھان پھیرے نہ ٹھانوں — نہ باہر رکھوں پاؤ مندھر نجانوں

کتک لے نکل سات زن بن سدھاؤ ۱۳۵ — ہری پنکھہ کا نون جگ تھیں اُچاؤ

بھی میں کھیا تجہ بھی نہ گھونہ، بھوجے گھونا مدہ میں رہوں

نکلا بیک چل توں کری راجکر، نکلا ہوں بھرون دنکر تا بدہر ،،

سو پردہاں ہوت کیتی منات، بکہ توں راد کنہین یہ کون بات ،،

سدا کال تہا بول تجہ سن ملا، تجا توں کر توں نکیوں ہوا کد لال ،،

سبد مرہنی جی کھیا ایک جتنہ کرچ آپ لی دا آس راواں کت ،،

در و درا دی جو مہار توں چالین، سو کینا اجھو جو کر جیو دیں ،،

سیانا ان مکت جی کہاں کی ہوی، آیا نان سومت تجہیں ہتو ہوی توی ،،

دھوانکی سو مانس رہے تمان بیتہ کو مانس رہے پاس دھر داں پر ،،

جو منہ موندا آجیے مری وہ اچھے، جو برابر کری لیہ جو بہر لبر ،،

نہ ساجا آکہا کہای جھوٹ نکو، نہ جھوتا مری بھوک لونیے سقر ،،

نہ تجانی جو سیوک دہنی اب ہیں، ہر سیوکی کی دہنی ارپیں ،،

جلا جیب منجہ جو برا تجہ کہوں، برا و کہو ستہ منجہ سن کیوں رہوں ،،

سو ہاں بی ٹھوئی منجہ برتی کد مسرا، دھوں دھر رہے کہا جیو نکلا ،،

بزہ کھینچ لی ایک دھرتا دستہ، بجی کھینچ لی تار سنداو زد ہرہ ،،

یعنی

جہی میں کہیا تجہ بھی نہ کہوں ‍ نہ بھوجے گہوں تدہ میں (چُپ) رہوں

نکل بیگ چل تُوں کہ کے راج کر ‍ نکل ہوں بھرویں ننگ کرتا بدھر

سو پر دھان ہِتونت کیتی بنات ‍ کر توں راؤ گنھبیر یہ کون بات

سدا کال تھا بول تجہ نرملا ‍ نجانوں کہ توں کیوں ہوا گدگلا

سبد مرمیٔ جے کہیا ایک چت ‍ ۶۷۰ کہ جے آپ لے داس راوان گت

ڈر آوے جو ہر بار توں جیو لین ‍ سو کیسا ہتو جوڑ رہے جیو دین

سیاناں مکت جے کہاں کی ہوئے ‍ اپاناں سو مت تھیں ہتو ہوئے توئے

دھرا نگے سو مانس رہے مان پر ‍ کو مانس رہے پاس دھردان پر

جو مُنہ مُوندا آچھے مرے دو اچر ‍ جو بڑبڑ کرے لیہہ چو بھر لبر

نہ ساچا اکھا کھائے جھوٹے نگر ‍ ۶۷۵ نہ جھوٹا مرے بھُوک لو بھی شہتر

نہ جانے جو سیوک دھنی آپ ہیر ‍ مرد) سیوک کے دھنی آڑ ہیر

جلو جیب مُنجہ جو بُرا تجہ کہوں ‍ پرا دگھڑ سبد مُنجہ سُن کیوں رہوں

سوہائی ہوئی مُنجہ ترے در سدا ‍ دہوں دھر رہے گھاؤ جیوں کنکرا

برہ کھینچ لے ایک دھر تار سر ‍ سجن کھینچ لے تار سر اور دھڑ

لکھیں ہابر آتا دیکھوں میاں کمال منہ ایدھر سکوں ہوں اودھر سنبھال ۱

جتھاں جن کیتی ہوئی جم نا یکی تھاں کیوں کرے وہ نسنک پا پلی ۲

تیہ مجھ لیہے کام نہ تجھ لیہے چری مار ناں نہ کسیکوں سوجھے ۳

قیبے نہ دہ روں جو کر یہ دیتھ دھا تسیے ہوں ددوں دیتہ سوں ہو کھلا ۴

کہ جی بول پیو اشنے تنی کہوں آکہ جیے نہ سنے تلک کھرے نہ دھوں ۵

نکلا جا تو سنھاند بیچ منک نہ جتھاں جا تو سینسار تو تنک نہ ۶

تفت شدن الکھی بات جو کی بو مدھر بدہ و زیبل

کہ فیا آ او سن دشت بود ھاں نہ بول اٹھیا کر جیوں جھوں اتے کر جھکہ

یکا یک سو پیر زادہ تاں اک ہوئیہ جوا کا سی اسکوں رہیا بوہ نت دویہا

بہر دانت گر دیا اٹھیا کو بکن ہا کھر کہ کارہ دوکا مدھر بدہ پیر ما

دودھ ہو کیا تھا مد دبدہ کہا او ہما بکو تا جی نہ دور دو دھت آپ کا او ۷

سو بہ دھاں پینا کھرکا ہتی بیس نہ درپ کمکہ رکھیا بھت بات تھی ۸

مدھر بدہ سر بیس دھری لیے آجا و لجا بائی کنی کو کون لاو کہا ۹

تہیں بابر اتار ہوں میاں کال ۶۵۰ | نہ ایدھر سکوں ہوں (نہ) اودھر سنبھال

جہاں جن گئی ہوتے جم نایکی | تہاں کیوں کرے دو نسنگ پایکی

نہ یہ منجہ لہے کام نہ تجہ لہے | چڑی مارناں نہ کسی کوں سوھے

تیسے نہ ڈروں جو کرے دیٹھ ڈر | تیسے ہوں ڈروں دیٹھ سوں ہوئے نڈر

کہ جے بول میرا سُنے تس کہوں | کہ جے نہ سُنے تل گھڑی نہ رہوں

نکل جاؤں سر ہانڈ منج ننگ نہ ۶۵۵ | جہاں جانو سینسار تو تنگ نہ

تفت شدن اکھرنات جوگی بر مدھر بدھ وزیر

کہیا راو سن دشٹ پردھان بول | اُٹھیا گرج یوں جیوں اُٹھے گرج ڈھودل)

یکایک سو پھر راو ناں آگ ہوتے | جو آکاس اسکوں رہیا بونٹ دوئے

پھر دانت کرٹیا اُٹھیا کوپ کر | کھڑگ کاڑھ دوکا مدھر بدھ پر

دو دھر ہو گیا تھا مدھر بدھ گھاو | پکڑتا جے نہ دو دوہت آپ راو

سو پردھان سنیا کھڑگ بہت تھیں ۶۶۰ | درب مکھ رکھیا بہت بات تھیں

مدھر بدھ سر جیں دھڑے بی اُچاو | بناتی کئی راو کوں راو بھاو

جو لوهی کو اِکھاد لوہان کیہائی ۔ نہ پنکی پکائی نہ آدهوی بکائی

جو دهسر لی سکی بچ منہ مشتری یکسو نجم راڈ کون آو هویا بھار نیری ۔

جهری لپنسی بجر هت بھاوی ۔ سوکن نہر اپنل ساج منجہ بن بری منندهر ۔

سو مو رنگ کھون هون نجو لا باب دیکر لمبنا سون تر اکام هوئن دیکہ بیکہ ۔

کری کاما بتون کری جیون کیوان کھلادی کسی بان مانکی اکال ۔

منجے بھیج گن مار نو کہند نهار بتھاون تر نکادر کچ مار نار ۔

گرو دبل کنک هون سو کج نجم کام بنہ هونت سکی نہ لکهمن نر رام ۔

بوری دیو راکس سهنس جهند سون سکون چهوتی آہ ناراند کون ۔

بهبکن کہ راون کی کنبہ کرن ۔ تہنهون کون بیجاوون سنبہ صرن ۔

نہ صورتم بھنو سهند یوا ازبنی جلک انلنکی کرون باندو کھلل ۔

نہ سنسیا کد هین کن دیتهانہ الکہ پر بکا ندی پریا تہا کو هین کرد بیکہ ۔

سکون کہیں تہیں آہ تس تہا نسکہا لہ بتہاون سکون ساتہ ابهن پتال ۔

جو

جو لوہے کیرا گھاؤ لوہاں کھائے　　نہ بیگی پکاوے نہ آدہوے پکائے

جو دھرلے سکے پنج مَنہ منتری　　سو تجہ راؤ کوں اوہ ہووے بھار تری

جھڑے سیس تجہ ہت بھاوے سو کر　　پر ایک ساچ مُنجہ تیں بُرے مَنہ نہ دھر

سو مُورک ہنوں ہوں جو لابھ آپ دیکھ　۲۶۵　بنا سوں ترا کام ہوں دیکھ بیگ

کرے کام اہتوں کرے جبوں گوال　　کھلاوے کسے پان مانگے اُگال

منجھے بھیج کر مار نو کھنڈ ٹھار　　پچھادن ترنگ اور کچُھ مار نار

کروں بِن کتک ہوں سو کچُھ تجہ کام　　نہ ہنونت سکے نہ لچھمن نہ رام

پری دیو راکس سہس چھند سوں　　سکوں جیوتے آنا دند کوں

بھبکن کہ راون کہ کُنبھ کرن　۲۷۰　تنھوں کوں پچھاڑوں سنور تجہ سُرن

دھرم بھیم سہدیو ارجن چکل　　انگی کردں پانچ پانڈو کھکل

نہ سُنیا کدھیں کن دیٹھا نہ انکھ　　کر پھاندے پڑیا تھا کدھیں گرڑ پنکھ

سکوں کین بھیں آن تس پھانس گھال　　پچھاڑوں سکوں ساتھ اپن پتال

جو پر

جو نیں پالا تجہ اُتھے کون منیائے ॥ کروں آن تس بار تجہ دہینگالی ॥

جہاں آن دس لک دہر ملنہ کہتری ॥ کروں بس لکہ مار کر کہت تریا ॥

جیسے گا جو ہوی سو کر سکی ॥ نہ پرچھے کرا کام یا آند نہ سکی ॥

کروں ماریا تال کجبہار جلہ ॥ لتا دوں نکر جک بہدار جلک ॥

نہ مہیسور سکی بید بہن پڑھن ॥ نہ یا نہن سکی منجہ پا رد کرن ॥

جو یا تمہ آپس بس تہے اتہے تس لکہائی ॥ آپس جا تہے نہ تس جوم جائی ॥

سو تیں دہان کہیا کہ تن دہا آر راؤ ॥ اگر کی نہ لی نانو یہو آر راؤ ॥

نہ توں نانو جانی مری نانو باج ॥ نہ توں تہانو جانی تجہ تہانو باج ॥

کہاں لگ کروں کام تجہ دہوک دہوک ॥ تجہ جو لگ کون گت کت اجو کہ ॥

کبہیں سند کو دلی بند پال ॥ الہیں سا آند کی پان چو کی دہال ॥

کر توں راؤ کت بند سوں تا انجند ॥ آہت سرا تہے جند تجہ راج بند ॥

اُتہے اگر جکہ سن تجہ آستین تہیں ॥ جلیا لوک سب جین ماجین نہیں ॥

دلا پکی کو جرین جن ملیا اُس نبوں لہو رشتی بہرہ وآن تا کہود کہود لا

جو پر پال آ تجھ اُٹھے کونپلی ۔۔۔ کروں آن تس بار تجھ ڈھینکلی

جہاں دس لک دھر ملن کھتری ۶۷۵ کروں بیس لکھ مار کر گھن تری

جے جیسے کا جو ہوئے سو کر سکے ۔۔۔ نہ برہی کرا کام باندر سکے

کروں مار پاتاں گج بھار جگ ۔۔۔ لٹاؤں نگر جگ بھنڈار جگ

نہ جھینو سکے بید بہن پڑھن ۔۔۔ نہ بانجھن سکے منجھ پارد کرن

جو پاتھر اپس ہی اُٹھے تس اٹھائے ۔۔۔ اپس جو اُٹھے نا تسے جُوم جائے

سو پر دھان کہیا کہ نردھار راؤ ۶۸۰ اکھر کے نہ لے ناؤں پروار راؤ

نہ توں ناؤں جانے میرے ناؤں باج ۔۔۔ نہ توں ٹھانو جانے تجھے ٹھانو باج

کہاں لگ کروں کام تجہ دھوک دھوک ۔۔۔ نہ تجہ جوگ کوں کت ..... کت اچوک

کبھیں سُند ..... گودے بند پال ۔۔۔ اکھیں ساندکی پان چوکی دوال

کہ توں راؤ کت بند سوتا نچند ۔۔۔ اہت سر اُٹھے چند تجہ راج بند

اُٹھے ایک جگ سُن تجہ استین تھیں ۶۸۵ چلیا لوگ سب چین ما چین تھیں

گلی کو چرے جن ملیا اُس نبود ۔۔۔ درشتی بھریں وار تا کھود کھود

۱؎ ایک نیچ قوم کا نام

۲؎ برہما

کہ جے راؤ اج ایک سواری کرے — پکڑ بیرین ذات سُولی دھرے

نڈر ہو نہ رہنا لگے سانپ دیکہ ۔۔ — سنور سر کچلنا پڑے دیکہ بیگ

اکھر سات کھیلے کہیں نرد باز — کہ ساراں جلاوے سنور نقش باز

تونیں راج تھنبے ترا اِس بُدھ — کہ اُس بُدھ کی ہوئے تجہ آج سُدھ

جو جن بھی کہاوے کنور راج تھل — تیس (نہ) آرتی سٹا کیوں رجھیں آج کل

سُنے ہاجے بھلا کہے راج توں — توئی بھر بکڑن سکے راج توں

کہ کہوں ..... بجلی کہن نہ سکے ۵۰ — اپس بھاؤ تے تیں رہن نہ سکے

اسی میں لہے جے اپس روگ بھید — انانوں اُمت بید جگ کھید کھید

جو مُنجہ سُو جیا تھا کہیا کھول تجہ — اسی بول کا دیہہ پرتال منجہ

سو پردھان کیرا رتن بول سُن — ہئیں راؤ پچھتاؤ ناں سُن دو گُن

بجلیں سمجھیا سُدھ کی بُدھ کھوئے — کہ دیرا ہوا باج سنگت نہوئے

کہ جے تھا سنگھاتی مدھر بود سات ۱۰ — نہ بولیا کچھو آج آکھور نات

یکایک یہی کیا تھیا راج دھر — اکھر نات اکھر نات اکھر نات اکھر

سنتار ایک رچا پد پیتما کرنک جلیا تھا رجیرا نک نہ انکا منک
سیر پر جتہاں دبک دیکھ بکر بدو جند کلیے سلکے چوپا آکیا پائی بسد
جد تھاں جند کا ہوے رس بریس نا لیں جہون تو بند لاکی کپس
کتہاں کری تو بیلکھو دیو جیکرن بکتو آدیو وجی کو تن مکلا لون
سو ماییں ہو نیواج اس رای کو نہ ہو مایکی ہو یہ جو رکہ ماکی کو نہ
نہ روویں کدھیں جو رکی ماں پکار نہ رویں کماں کر ماں کو لیے سنجھار
نکر منجد رمکہ تحانال بندہ بہلا تن جریا تھا جلیے کلھو ربند
ادیار ادینون لون کا بھار تیں مارئے تو دیا یون نہ کد تمار پہیں
جی باوی کدھیں کو بلا آپ بس کانا تاں تیہیں سنکہ سووے رحس
مدہر بدہ کہ جانی جہوں اپ رای نجانی لہ تن را و اکہر جیو بہار
کہاں جیو جیکی کہاں ہن راو تن سجے دیکہ تن جا یکب ایک نجن
یعنی اور جتا کوی الجہاں تہار بھلا لوری کوی جو دی لتہار

کری

سنیارائے کر جے آپ ڈیٹھا کُرنگ — چلیا بھار چیرانگ نہ اِن کا ننگ

سو پر دھان د بک ڈے بکڑ دوڑ جند — گلے سلک چڑیا کیا پائے بند

جدھاں جند کا ہُوئے آسن بدیس — اُتالیں جھوں تو..... لا کے کیس

جہاں کوئی پر بیل کھوڈے جے کون — ۱۹؎ گنواوے وہی کون مُکھ آپ لون

سُو ہائی ہوئی آج اُس رائے کوں — جو ہائی ہوئی چور کی مائی کوں

نہ روڈے کدھیں چور کی ماں پکار — رو ڈے گھال کر مُکھ کو ھٹی منجھار

نگر منہ جو دُر مُکھ ہتا نال بند — بھلا تن چڑیا ہتا گلے کھور بند

اُڑیا راؤ یتوں لون کا بھار تھیں — اڑے کوبرا یوں نہ کد بھار تھیں

جے پاوے کدھیں کوبرا آپ بس — ۲۰؎ انا ناں تھیں سُکھ سو ڈے رہس

مدھر بدُھ جانے اجھوں آپ راؤ — نجانے کر تن راؤ اکھر جیو بھاؤ

کہاں جیو جوگی کہاں راؤ تن — سبے دیکھ تن جائے جب ایک بچن

پڑی اوچتا کوئی اُلجھان بھار — بھلا لوڑیے کوئی جو دے اُدھار

کرجے

کہ جی حک کیا را دُ یقین کہا سوا نبی ایک تِل ﷺ نا حضورنا محمد اسرا
سو موُد هاں سِیز دھر دنیا را دُ پاس نہ یک تِل کیا را و یقین آس پاس
کہیا تو تُ جو پھر دیئی دیکھیاں دِیھر کِن کہیں دینہ دیکھیں سنبھال
کہو سلہ ادچت جو ھوکی تلوا نک لگی سو رتن کھیت کنا کرنک :
بہانا یا جو دنو دھر نکر جود ھری منگارن امیت بید منجھکری :
اُتا دِی جِھر لوک دیستری اُمت جن ملیا بید منجکھری
کِرین جہار اینی کندہ را کنلی کار جھر هادن سو سرکھند نا نِتار
چھرچے ادتری کندہ تب ساج لہاؤ کہ ساج ادچمت جرچے ہوئی راد .
سنی بات سب ترھوا آپ نک جہاں جیا لکھ پریا منجھ دک ..
الکھ سیکھنادی لک بھید لکھاں : سنیما کدم را ؤ اب کہ دکھال
جو کہ مین گہا جوک انیا آنجہ : کھون نیا آ آپ ھون ندم را دجہ
کدم راؤ طی شلہ است و تو ما یش بدم را و بردہ است

کرجے چُک کیا راوٗ تھیں کھا سرا　　پر ایک تل نہ چھوڑیا مدھر آسرا

سو پر دھان سیر دھر رہیا راوٗ پاس　　۲۵۔　نہ یک تِل گیا راوٗ تھیں آس آس

کہیا تُرت چوپھر دیے رکھپال　　دیہرگن کہیں دینہ رکھیں سنبھال

کہو سُدھ ادچھت جو بہے راوٗ انگ　　گگن سُور تن کھیت کیتا کرنگ

بھاتا یا جو ڈنو دھر نگر جو دہری　　ہنکارن اُمیت بید... پنجکھری

اُتارن جھڑپ لوگ دیسنتری　　اُمَت جن ملیا بید..... پنجکھری

کریں جھاڑنیں گندہ راکس اُتار　　۳۰۔　چھڑھادیں سو سر کھنڈ مانس ہتھار

چڑھے اوترے کندہ تب ساچ بھاوٗ　　کر ساچ.... ادچھت چڑھے بہتے راوٗ

سُنی بات سب تد ہوا آپ سُکھ　　جہاں جیو آکھر پڑیا مُنجھ دُکھ

اکھر پیکھنا ئے لگ بھید گھال؟　　سُنیہا کدم راوٗ اب کہ دِکھال

جو کچھ میں کہیا جوگ انیاوٗ تجہ　　کہوں نیاوٗ اب ہوں کدم راوٗ تجہ

کدم راوٗ طوطی شدہ است و فرمایش پدم راوٗ بردہ است

کدم راؤ جب بھول راواں ہوا ۲۳۵ ہوا ڈر ہوا ہو گیا باد ہوا

گیا باد ہوا جیو تن چھوڑ بُوجھ بھُوندا چلیا کرن لاگا اُسُوجھ

بچاریا ہری پنکھ کیتا اُڑوں کہاں لگ اُڑوں جائے کیدھر پڑوں

کہاں لگ اُڑوں دوس یک دُکھ دیس کرے کون اپ دور تیری گویس

لگڑ زَمج بھتیں ہوں کدھاں، لگ ڈُروں کدھاں لگ بھنبیری ہُوا جگ پھروں

مگر دے بھَنورا دیا سیس پر ۲۴۰ جو بھوں بھوں پھروں رہوں بھنور رس بھر

سُنیا تھا کہ دورو اتھے پاؤ پر سو دوزو ہوا ہوں پھروں پاؤ پر

جو پُر بُودھ سُن کر کرے گُرڑھ بدھ تسے کون نہ دیوے دے پر گوڑھ بُدھ

جو چال آپی چھوڑ پر چال جائے اسنگت کہ پرچال منہ ٹھینس کھائے.

گھڑا جھتیں جو پر رہن.... رہیب ؟ سو کیوں چوٹ نہ کھائے سر پائے کھیب

چلیا لک آکھیب کر ھنس چال ۲۴۵ بسار آپی چال لیتی اُکھال

سوہائی ہوئی منجہ اکھر چال تھیں رہیا سیس دھن مال (ہور) راج تھیں

ا؎ قافیہ کی مناسبت سے یہ مصرع اس طرح ہونا چاہئے: ”وو رہیا سیس دھن راج (ہور) مال تھیں“ (جمیل جالبی)

کوا دن جو لوڑے کوئی آپ جیر — عسس راںگو ید (کہ) مارا بگیر

کھڑا ہوئے جو باٹ میں ران کر — کہے کو توالیوں کہ منجہ کوں پکڑ

اگر چور دَہ ہوئے یا ہوئے ساہ — بکر بیہ کوں تس بھتر کھوڑے باۂ؟

نہ کرناں جے لوہے کرا گانٹھ سنگ — ۵۰۔ نہ ہوتا کدھیں گانٹھ کو.... نہ بھنگ

نہ جانوں بَلا یہ کب لگ پھرائے — بَلا عین بھَلے نہ ہیم بلائے

نہ پُوجھا کچھو جلئے اس ورتمان — کہ بن جان کھوئے نہ دیسے جہان

نہ کِن دھرم کر جسرم کیتا نہ سُکھ — نہ کِن پاپ کر تیں پڑیا مُنجہ دکھ

نہ کِن راج کر بُود کیا سیر جائے — جو تن باس نہ راج تھیں اج (کر) پائے

کسی جیو کوں کھائے کوئی جیو آگھلے — ۵۵۔ کسی کا درپ رات کوئی چھین کھائے

کوئی بھوند کر کھائے جگ ٹھگت ہیں — کوئی مر پڑے بیر یا کے تلھیں

جو جھوٹی کرے سیو پاوے اچیت — سنجوتی چلے دہ مرے بھوک نِت

گلی کوچرے دھوپ کوزں تھرے — کر سر چھپا نو بیٹھے پکا یا کرے

جری آس جا رہی کری اپنے دس جری ہمار کون دینے سب جگ دزت ،،
سو آپ جی بھول ہو مند کندھا یا تسنے لوک ملجور دو دو بندر ہاتی ،،
جناں نال اوبجی کوی باو بدہ ھیاں بھرت کیسوں ہریک کھاو تل ؛
نہ بھونکی کد ھیں سورا کلعر کو نہ نہ جند ناں آ سنکھا وی کیسے جور کو لہ !
جیسے ایک تل ھوی ادماد سکہ تیسے تل بسر جای سو برس ڈکہ
بوی ۲۰ و جیا مت تل ایک ڈکہ بسر جای تس تل جرم آپ سنک ؛
نہ جیلا نہ کر کوی کو نیک بجھ ، سبھی بجھ کر نیک سر نیک بجھ ،،
کہ جی دینہ تون ڈکہ تل ایک جتنی اپنس نا تو آکر گری تس مکہ ؛
اسے تل جی تون سکہ ادماد لینا تب جن مکہ اگر جوک سنمہ بدلیے ؛
سو بجھ بھول جا سند نی تین ابد سکہ ، کہ تس بھول جک سرا جیلو یہ انکھیے
رہے بھول منہ سر جیسے منہ سکہ ہے کہ جس بھول عقبی یا یاد اکھے نہ تھا ہے
کہ جی کوی بھوکا ہے بجھ سنو رتا کھانا ان دیے ، یوں نہ بجھ سنور کر !

لے

رهی

چڑی آس جاری کرے آئے دوس ‏ ‏ چڑی مار کوں دیئہ سب جگت دوس

سبج آپ جے پھول پر مد گندھائے ‏ ‏ ۶۰ تسے لوگ کلجو رڈو ڈوبدار ہائے؟

جناں ناک اونچی کرے پاؤ بَل ‏ ‏ جیاں بھوت کیہوں مرے گھاؤ تل

نہ بھوگے کدھیں مورا اگلور کوں ‏ ‏ نہ چندناں سکھاوے کسی چور کوں

جسے ایک تِل ہوئے اُدماد سُکھ ‏ ‏ تسی تِل بسّر جائے سو برس دُکھ

پڑے اوچتامت تِل ایک دُکھ ‏ ‏ بسر جائے تِس تِل جرم آپ سُکھ

نہ چیلان کر کوئی کر نیک تجہ ‏ ‏ ۶۵ سہے تُجہ کو نیک سر نیک تجہ

کہ جے دیہہ توں دُکھ تِل ایک جس ‏ ‏ اُنس نانو آ کر کرے مکھ تِس[1]

اسی تِل جے توں سُکھ ادماد لیہہ ‏ ‏ تبھیں مکھ اکر جوگ سن موند لیہہ

سو کچھ بھول جگ سر دِیں تیرا بھنگ ‏ ‏ کہ تِس بھول چک سر اُچاوے نہ انک

دہی بھول منج سیر چڑھی منجہ سات[2] ‏ ‏ کہ جس بھول تھیں پائے رکھے نہ تھاہ

کہ جے کوئی بھوکار ہے تجہ سنور ‏ ‏ ۷۰ اکھاناں لے ہے تیوں نہ تجہ سنوڑ کر تہیں

---

[1] اصل مخطوطے میں "تس مکھ" لکھا تھا جو صحیح نہیں ہے۔ (جمیل جالبی)

[2] قافیہ سات کے بجائے ماہ، بجی "میں" ہونا چاہئے۔ (جمیل جالبی)

تھیں دینہ ابھاک تو دیہ بھاک، تھیں اگم پانی کری پانی آک ۵
جس دیہ سس بھاک تو بسر سر ینہ، جو ماے بکر ہت سنا کری ؛
اسیی پل کیھری توں جی سوں بھاک لیہ بڑے ہت سنا دھرطوی کینہ ؛
جیسے دیپ توں لکھمی ہت بلاہ، جگت ملی رس آبس پلی چلا ۵
بعد نی لکھمیں ہت تن مو رجای رہے، سیس دھی ہو ہت مو رجای
کیسی دیہ توں جا کنا بھاک، سیس لمسوا دی کیسے بھاک ہو سا برنس ۱
کرجی کوی سنو دیپ لوا منت کھای، جی بھوگا رہے رتن رس لیے بھاگی
جہاں ہوکی کوری سدا کال جیتہ نہ ملتا ملی، تنہ کر سلدی نت ؛
جیسے امت توند ین لوری سمند ھ کری بس نیری سمند ایک بند ۵
سمند رکرا نت باری نہ کوی، سکنو ر ضس کون بجلا ہیں کد موی ۵
جہاں پور ندلک بیھی کھن بیھں، کدم کون کندا جو سکے بت ن ما
نہ منجھ بھت کا دی، تہ منجھ سرگ جا د ابوا جا تم نمک دیکھو نجھای ؛

تُہیں دیہہ اُتھاگ توں دیہہ بھاگ — تُہیں آگ پانی کرے پانی آگ

جبے دیہہ سر بھاگ تو تِس سَرے — جو مانی پکڑ ہت سُنا کرے

اسی تِل گھڑی توں جے سِر بھاگ لیہہ — کہ جے ہٹ سُنا دھرے ہوئے کیہہ

جبے دیہہ توں لکھمیں ہت بُل — جگت ملے تِس اُپس پائے تل

پھری لکھمیں ہت تن موڑ جائے ۷۵ — لہے سیں دھن ہت ہت موڑ جائے

کِسی دیہہ توں جاگتا بھاگ سیس — سولا لے کسی بھاگ برسا برس

کہ جے کوئی سنوے تو اتیت کھائے — جے بھوکا لہے رین تس بھی بہائے

جہاں ہوئے گوڑی پیدا کال چِت — نہ ملتا ملے تہہ درسانت نِت

جبے انت توں دین لوڑے سمند — کرے تس نیڑے سمند ایک بُند

سمند کیرا انت پاوے نہ کوئے ۸۰ — کنور ہنس کوں جل ہیں لک ہوئے

جہاں پُور ندی بہے گھن بھن — کدم کون کندا جو سکے ترن

نہ منج بہشت کا ڈر نہ منج سرگ چاؤ — بڑا چاؤ تُجہ مُکھ دیکھوں نجھاؤ

گرن ہار توں باج تجہ کِس کہوں	جو توں منج سہائے سہی سِر رہوں

سوآندوں نہ میں کوئی ہوں تج باج	کر تجہ سنور تیں یہ سبھے ملک راج

نہ تج باج دے چک منجے مت کوئی	۸۵؎ نہ دے چک تجہ باج منجہ ہت کوئی

نرالا جو تج باج لوڑے رہن	لباوے اپس کیوں نہ جِہ چہ مرن

گنواوے کہیں اور بِلکے سنور	نہ بِلکے کدھیں کو رے جیوں پرکنور

سپاریا پران آپ میں تج کوں	سُپاریا اپن ناؤں توں منج کوں

جتیں میں کروں ٹھانو تجہ ناؤ ٹھانو	جتن کر رکھوں جیب پر تجہ ناؤں

بڑا دوس ہم دوس ادماد راج	۹۰؎ جلو اوہ ادماد جو تجہ راج باج

ہمارا ہمن دوس گل جوڑ ہوئے	گلے ہم پڑیا دوس گل کھوڑ ہوئے

اُچادن نہ سر دیہہ ہم دوس ہم	اپس دوس تھیں ہم ہوئے ادس ہم

کرے کوئی سربھان لے آپ کاج	ھنساناں نہ لوڑے اوئی دیل باج

کرے

* اصل میں "تجہ" لکھا ہے لیکن قافیہ کی مناسبت سے "تج" بنا دیا گیا ہے (مرتب)

کري ڄماستري ڪنا ڄڃ سري جهادمير ويکي صين سنجري ؛
کهون ڪون ڪندا ميريو دهڪت نهڪ سارڪي دصهه ليتي آمت ؛
نه مجهه ڏميرا ايوب نه نوح تا نو ؛ نه مجهه درت تارونا کهون ڪت بانع
ميا ڪن جو ليتا منجهي تنگ جاڪ ؛ نه ملنا ڪيي جات بن ڪون نات ؛
ڪرچي جا ڄاڻي آميي ڪيي سيڪه آسه سونهي پنڪ لوڙي ڪرڻ منجهه ڪوار ؛
ڪرچي سڌه جاڪر ڪهون آب ونسه نهراون ڪري ٻڌا مسن بو جهو جسن ؛
ٻري جو ڪهي بر ڪرنين سو ماراد وي بڏه منهماڪه دهڙي سو مار ؛
آپڻي ڌڌسن جي جا بسلڪه ڪڪرپ آسن ؛ تون اپڙي جي جو لوي اکرماني ؛
ڪرچي نه لوي هنس تاج آب ڪين ؛ نه گنواوي جهون سيهه ڪمٽي اب ٽي ؛

جنان توبه گردم راز ذوج ڪم توبه از توبه نصوح ۱

ٻمان جانيا هون تجيي ڏکهپال ؛ آپڻ دشت تڪ مجهه ڏکهين بستال ؛
ميا لوپ نيڌا اجهون من دهڙون نه پڪر جسن ادمار ٿهين پيار سري سڙ ؛

مہا منتری جے کہیا تجہ سرے[1] جہاں) دھیر دیکھیے ھئیں سنجرے

کہ ہوں کون گندا میری دھیر کِت ۹۵ء نبی سار کی دھیر لیتی اُمّت

نہ مُنجہ دِھیر الیوّب نہ نوح نانو نہ منجہ درب قاروں رکھوں کرت پانو

مہیا کر جو کیتا منجھے پنکھ جات نہ ملنا کسی جات بن کون نات

کہ جے جائے بیسے کسی پنکھ پاس سوئی پنکھ لوٹے کرن منجہ گراس[2]

کہ جے سُدّھ جا کر کہوں آپ تنس نہ راویں کرے بھانس بوجھو.. ہنس

بڑے جو کہے مبدھ کرنیں سُو ہار ...۱ وہی بُدّھ من مانہ دھرنے سُو ہار

اُڑے ہنس جا جب گُمنگ کُکڑ پاس تویں آپڑے جو لوے لک بھانس

کہ بے نہ لوے ہنس باج آپ نین گنواوے جہوں تیہوں کہ میں آپ نین

چناں توبہ کردن راو روح کہ توبہ آں توبہ نصوح

بھلے جا نیا ہوں تجھے رکھپال اِین دِشت تَل مُنجہ رکھیں سنبھال

مہیا لوپ تیرا اجھوں من دھروں پکڑ جس اَ دھار تھیں پتھار تیری سروں[3]

---

[1] مخطوطے میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہے "کہ جے میں مہا منتری کہیا تجہ سرے"۔ (جمیل جالبی)

[2] اصل میں "گراز" ہے لیکن قافیہ کی مناسبت سے "گراس" ہونا چاہیے۔ (جمیل جالبی)

[3] اصل مخطوطہ میں "گردم" ہے۔ (جمیل جالبی)

جس اوپر مَیا ہوئے کرتار کی ۸۰۵ اُمت بُدھ تس ہوئے سینار کی

سداسیئو[1] سیتی سُنے پنکھ ادھر اُبھر دِرشٹ نیکی کئی پنکھ تھر

سو کچ کیا باھیا ہری پنکھ مَن[2] سہاریا ہری پنکھ مَن رائے دھن

سَدھا یو چلیا بیچ بَن سمت دَھر سو تاناں چلیا کار دھن رائے پر

کولین لگا پنکھ کھول آپ اَنکھ کولین لگا بیچ بَن پنکھ پنکھ

اکایک پڑی دور تھیں پنکھ دیٹھ ۸۱۰ دھنور بیچ بَن دور دیٹھا اَنیٹ

گیا باد ہو پنکھ ساتھی مِلن سنگھاتی مِلن آنو یا بچّین

منو کت سیوائی کیرالے اَدھار سنور بیچ بَن پنکھ آیا اُتار

اُتر اوچتا رکھ بیسے جے چُک ہری پنکھ دیٹھا پدم راؤ مُکھ

ہری پنکھ دیٹھا پدم راؤ ہوئے پدم راؤ جانے نہ یہ کون کوئے

اُتر دَکَ ادبھا ہوا جوڑ پاؤ ۸۱۵ رہیا بھوئیں سیر دَھر دوئے پنکھ اُچاؤ

رہیا سیس دھر جب گھڑی کھانڈ لگ اچھنبے رہیا ناگ راویں الگ

پدم

---

[1] سداسیئو یعنی ہمیشہ بھلائی کرنے والا۔

[2] مصرع وزن میں یوں ہو سکتا ہے ع سو کچ باھیا گیا ہری پنکھ مَن (جمیل جالبی)

پدم راؤ کہیا کہ پربت کنوار — کہ توں کون نایک کہ پایک کہ یار
دکھایا مگر تجہ کیتے کائے کھار — جو منج تاک آیا سنور لے پکار
نڈر مل راویں سنا بول رائے — اچاسیں تجھیں سریا دھنے پائے
بناتی کنی پنکھ طوطے نسنگ — ۸۲۰ کہ ہوں پنکھ نایک نہ پایک نہ رنگ
کہوں ناؤں ہوں باج پنچھ پنچھ ماؤ — کہ جے ساچ مانے سبد منجہ راؤ
اکا یک کہوں کیوں اپس ناؤں ہوں — کدم راؤ ہیرا نگر کا سو ہوں
اسی کے دس آئے تیدر دوئے پائے — اموں لک تدر ہول کرناں نجائے

فہم نکردن پدم راؤ سخن کدم راؤ کہ طوطی شدہ است

پدم راؤ سمجھیا نہ راویں بچن — نہ بوجھیا کہ راواں ہوا کت بسن
یہی بول سن راؤ باشک کپال — ۸۲۵ چڑیا دس یوں جیوں چھری آگے چھال
نجانوں اگھیں ہور گیں بدھ مان — کہ ہوں ساچ تس راؤ کا ہوں پران
سنیا کرب کا بول تن رائے درب — اٹھیا بول کو درب سب (مل) درب

کہ توں کون گندا نہ موٹ یکت پر   کیوں جائے آپس کدم راتے سر

بکاوے ہری پنکھہ دمڑی سہس   سو پر وار کیوں پنکھ بولے رہس

جے رادیں کیری جات کسمل نہوئے   ۸۲۰   ترکھ آپنا آپ ناکھاوے توئے

تہاں لے رکھے آپنا تدرا   کناسی نہ راکھے جہاں ٹوکرا

سہس رانیاں پور گنگا بہے   ہرنی آپس پاٹ کا گھر[ن کھے] لہے

جہاں رام دیو راؤ سپتنگ آدار   تہاں کیوں کرے راج .... جمجار

کہ جے چیونٹی کوں مرن دیس ہوئے   نکل انگ باہر پڑیں پنکھہ دوئے

ڈھٹائی نکو کر .... جیو دھیٹ   ۸۲۵   نہ جیو تے تہن ڈرنپٹ جوئے ایٹ

نھیں منھہ بڑا نہ نوالا اُچاؤ   پسار آپنا اوڑنا دیکھہ پاؤ

جہاں جے ہوات سُورا ندان   برابت کہ سُور سکے بھیت بھان

ہوات تیکھت جے گا دہ پران   اسنگت کہ گا دہ بہے گج پلان

نہ سُنیا کہ گج بھار گج بہہ سکے   نہ گج بھار لے چیٹ گا دہ سکے

جو شنیے

جو شیشے کیرا بھار رکھتے کپال ۸۴۰ زلی کیوں کرے وہ دِوانا کنبھال

رچاوے یہی جیب مت بول راج ‏ ‏ ‏ ‏ دلاوے یہی جیب دھن مال راج

کہ توں کون ایسا مہا بُجھ ل ‏ ‏ ‏ ‏ جو کس اُتگویں نہ گُو زہنس بھل

اُبھارا سو کچ تیں دھریا کنک کوٹ ‏ ‏ ‏ ‏ جو آکاس رہیا تجھے دوّے بونٹ

تجھے یہ بھروسا کہ مُنج پنکھ دوّے ‏ ‏ ‏ ‏ پرستا پڑے منج پاوے نہ کوّے

کھڑا جے اُڑے توں لگے اُڑ آکاس ۸۴۵ جو اکاس لاگے وہی منجہ گراس

انشاء اللہ تعالیٰ جے راوٗ منجہ ملے ‏ ‏ ‏ ‏ جو اُکھیاں تجھے ہوئے آکھوں تجھے

بچاروں ترا بول ہوں تب تجھے ‏ ‏ ‏ ‏ جناور جنے ناکے سوں جب تجھے

تجھے کیا کہوں ہوں منجے راتے بھائیں ‏ ‏ ‏ ‏ کہ گوتے ترا منہ کہ تجہ مُکھ گُسائیں

بھلے کوں بھلائی کرے کچھ نہوئے ‏ ‏ ‏ ‏ بُرے کوں بھلائی کرے ہوتے توئے

جمالے جو پشتی جے رکھتہ چھانو ۸۵۰ بکنداکرن گھر کہن تس کٹانوں

جو جس گائے کا دُود پیوے رنگ ئے ‏ ‏ ‏ ‏ ہوئی دیکھ با کھرا سے کاٹ کھلے

تجھے یہ پراپت جو منجہ دِشٹ تَل — نہ دیوا اُلٹے تیوں) تلے پنکھ بل

کدم راؤ جل جائے جس بات کر — لکھا کھون راویں دلیّں مار کر

جو لونٹ اُس دِکھاوے بونٹ .... — جو بھر آنکھ دیکھے کہوں آنکھ پھوڑ

پراپت پنکھ ریس دَھر کی کرے ٨٥٥ — کدم راؤ کا ناٹو آپس دھرے

امولک تندر جس دیلے پاؤ تجُھ — بُرا کیوں، ہوا وہ کدم راؤ تجُھ

دھریں مُکھ دے پاو آکاس دیکھ — دھرت ہوتے دَوڑ، کیوں گگن دیکھ بیگ

گھرا بھی بہت جھونٹ[1] نہ بول جوڑ — جنگل دَھرت آکاس تا لسے نہ توڑ

تنسا سینک ادھل کرے یتوں نکر — کہ منجہ دیکھتا (ہے) کوئی آنکھ بھر

نہ پڑ آج تجھیں توں اس ابھمان) مَنہ ٨٦٠ — تمہیں دیکھ مُکھ گھال کر میان مَنہ

نہ فراش مَنقا نہ توں مطبخی۔ — سخی ناٹو دھر کیوں (ں) کہاوے سخی

مُراد ن سو کچھ مَنہ گیا سنکھپال — اکاس ایک تو پھر لگا یک پتال

کہیا دیکھ منجہ ذَرب تک دھاک ڈر — کہ کہہ ساپ مَنہ جھوٹ کہہ جھوڑ کر

دد

---

[1] اصل میں "جھوپن" لکھا ہے۔ (جمیل جالبی)

دو چتا نکر ساچ یک بول کہہ   کدم راؤ توں کیوں ہوا کھول کہہ

گفتن کدم راؤ طوطی شدہ است

ہری ہنکھہ کہیا کہ سن ناگ راؤ   ۸۹۵ سبد تیرے مُنج لگے کھڑگ گھاؤ

کھڑگ ماریا اوپری کے مرے   سبد ماریا جنم تپیا کرے

کسے آپ کہوں مت دُرجن پنی   نہ لیے سبد مُنج پچوایا گھنی؟

سو ہائی گئی تیں مُنجے دیہہ گال   الگ پوچھیا بھی کہ کہہ سلچ اتال

جو توں بولیا سو تجھی کوں سرے   پر اک تِل نہ تُجھ بول مُنج تے سرے

سنیا تھا کہیں کن کسی دے تپاک   ۸۰۰ بدلی دیا پو تجھنے کاٹ ناک

جو ادآدِ تھیں (ہوں) کیا پاپ بھول   سو وہ پاپ مُنج سر چڑھیا رج کول

اُدچاون نہ (اب لگ) سری دے وہ گول   کہ جس کو (دل) تھیں ہوں کیا آپ بھول

جنھیں مُکھ دیٹھا تھا باپ راج   تنھیں پائے دیکھیں پڑے مُنجہ آج

جو میں پائے دھریا تھا جنھیں اُپر   سو تھیں آج مُنجہ سر چڑھا پائے دھر

سبھی کھیل اُس کے کرن ہار وہ   ۸۰۵ کرنہار جوگی نہ کرتار وہ

نہ جوگی کدھیں وہ کرن نیاؤ تھیں　　جو کرناں کرے وہ اپس بھاؤ تھیں

دھرم جھوں کرے جے وہی پاپ بھول　　پڑے کیوں نہ وہ پاپ کر منجہ سُول

کہ جے کوئی کِس تانہہ کھوٹے جے کوہ　　وہی پڑ مرے کوہ تِس کر دردہ

جوئیں میں کِتا گور رادین کُند　　تو ائیں آکھو رمیرا کیا گوڑ چند

بُجھاوے پتنگ انکھ دیوا جے تِس　　... مرے اوہ بھی دیو را جوت دِس

کوئی پاریت یوں کرے اُت گت　　جیوں اُن پارپتی کیا پاریت

ہمیں جبرم دُوسی اسی کی جہار　　وہی دوس ہم پھیر سکّے سُہار

ہمن جیو جیوں دیوڑ رے باد جوت　　رکھیا جوت کا جیو تن پاؤ سوت

سو یہ باد آندھی نرا سی گمان　　بڑا جس کیرے لیہہ تِس کا پران

بڑا کوئی یوں ہوتے برداکھڑا ...　　کہ جیوں باد بھی ہوتے دیوا بڑا

جسے ایک تِل دشٹ نیکی کرے　　کیا باد رے جیو بھی تن بھرے

دھیا ہوئے جو سَت کرتار پر　　سو بھی کیوں کرے ست سینسار پر

بچپانے بھلا لوڑیے یش جگ　　کہ جگ میں بھلی ریت ہے دھر الگ

۔ جوانکی

جو الکی کری من دھر انکہ ۔ جک الک تھیں بکر بیجے سکی دھر سلکہ ۔
جو سیدھا جلے کری جک سر نوانہ ۔ جلادی منت کیون نہ جک نیر چھاوہ ۔
کہ جیون بانس نو نو کیا جک جھارہ ۔ جلیا پالکی جای کھاندی کھار ۔
سنیا ہے کہ کرتار جسی دیتی جسی تسی نداررند ایک دی کھول دسی ۔
جسی ایسا گو سائیں نرکھار ہویہ ۔ نردھار کون کیوں نہ آدھار ہوی ۔
گنواوی کہیں اور ڈھوندے کہیں ۔ نہ پاوی کہیں ڈھوندی بی کہیں ۔
نہ پر بوکسی جیون پر پا منجکو دیسی کہ دیسا اپنا دیکہ ھندواں کو ھیں ۔
سکر تاجی ہون اکھ دسون نہ بون رند ھتی بلا منجکو ن ۔
بلاد و ندھیا آکھون جی بج کہل نا آنو نہ کوین مکر پا بین آپس نہ کنواو ۔
پنلی جاسنیی دور تھیں ڈھوراناد ۔ براوہ جو نیری کر ڈھول ساد ۔
جو ین نیر اچھا اچھلا دیسی ۔ وہی دور تھیں کیوں ل گلا دیسی ۔
امولک جو مانک بیبری جک نہ دار ۔ نسی کیون حا مول مانکی اکار ۔
اھنکار بیوپار منجہ تھار نہ اھنکار دیا تو ن نہ بیوپار نہ سکہ ۔

بوالیکو رین الد عشتا سن اوپر تس تھ سنیکر جگا ولیہ اپس ھک بسی ۔

جو اَلگی کرے من دَہَر انکھ جگ — الگ تھیں پکڑ بھی سکے دھر سلک

جو سیدھا چلے کوئی چُک سر نواؤ — ۸۹۰ جلاوے ستی کیوں نہ جگ سر چڑھاؤ

کہ جیوں بانس نو تو کیا چُک جھاڑ — چلیا پالکی جائے کھاندے کہار

سنیا ہے کہ کرتار جس دیہ جس — تسے دوار بند ایک دے کھول دس

جو ایک کون دے ہت اُس لوگ تس — جو سنتر جگا لیہہ اپس مکہ بس

جبے ایسا گوسائیں نردھار ہوئے — نردھار کوں کیوں نہ آدھار تئے

گنواوے کہیں اور ڈھونڈے کہیں — ۸۹۵ نہ پاوے کہیں ... ڈھونڈے بن کہیں؟

نہ بڑ پُو کسی جیوں پڑیا مُنجہ کو دیس — کہ دیس آپنا دیکہ ہنڈوں کو بھیس

نہ کرتا جے ہوں (دند) آکھور سوں — نہ یوں روندھتی ..... بلا مُنج کوں

بَلا روندھیا ہوں جے تجہ گھر نہ آنوں) — کدیں مُکھ پانیں اپس نہ گنواؤں)

بھلی جا سُنے دُور تھیں ڈھول ناد — بُرا وہ جو نیڑے کرے ڈھول ساد

جدیں نیر اچھّا اَچکلّا دِسے — ۹۰۰ وہی دُور تھیں کیوں گدلا دِسے

اموَلک جو مانک پھرے جگت دوار — تسے کیوں (نہ) جگ مول مانگے اُتار

اہنکار پُودار مُنجہ تھار نہ — اہنکار جانوں نہ پُودار

نہ پروار جالے لوتی بن کُجات   کہ جیوں کوہ مینڈک کرے سمندکات

تجھے کُچہ نہ دوس یہ منجہ دوس   کسی کے رہوں دار پر سر گھر دوس

بلونڈی جدا (یا) پت ایک لے گھال کوتے   ۹۰۵   نہ خواری کسی دوس (یہ) دہی اندہوتے

جب اپنا ہوا دام کھوٹا کو پنگ   کہیا پارکھی دوس دُنیا کا ڈھنگ

اچھوں من دھروں آس کرتا رپر   کہ اس آس تھیں پھر بھجے شکر کر

نہ پوچھیا نہ بوجھیا کہ توں کت ڈھنگ   کدم راؤ راداں ہوا کیت انگ

اکایک سودھر راؤ ناں ات کوپ   جو جس کوپ تھیں مُنجہ کیا جگت لوپ

سچ سُوں جے مُنجہ بوجھتا بات راؤ   ۹۱۰   کہ کیا ہوں نہ کہتا جو ایتا کساؤ

اچھوں کیا کسا ہوں کہوں کھول تجہ   کہیں پر جو ہوں بھی دھراتیہوں بُوجھ

ولے باج بوجھیں نہ مکھ چھوڑ جانو   نہ مکھ چھوڑ جانو نہ تب چھوڑ جانو

جسی رات منجہ توں ملیا رات تِس   رہیا پاس تھا مُنجہ تِس دِیس جس

نہ مُنجہ باج پوچھیں کیا توں سدھار   نہ تج باج بوجھیں چلوں ہوں تسار

جسے دیل منجہ گھر ملیا رائے دھن   ۹۱۵   سہاروں تِسی دیل کے سب بچن

تُونیں مان توں ساج منجہ بول ساکھ | جوا ہوں نہ تجہ ہوئے ات دیل بھاگ

بھلیں جانیا راؤ تِس دیل ماہنہ | نہ تھا تیسرا کوئی ہم میل ماہنہ

یہی بول سیوٹ کہیا منجہ راؤ | نجانیں دوتی راؤ کس منج بھاؤ

سنیا راؤ یہ بول اکھوّر کر | بچھا دیا پدم راؤ چھن کیہہ پر

گھڑی کھانڈ لگ پڑ رہیا سُدھہ نہ ٩٢٠ | کر بن سُدھ رہناں کچھو بدھہ نہ

اٹھیا آڑ ہو بھی پڑیا یو پتنگ | پڑیا یوں دِسے جیوں طبیلا ترنگ

بلکتا پڑیا دیکھ تِس رائے دھن | جورا دیں دیا ایک دھیر کر بچن

کہ توں راؤ گڑوا بڑا سیس جگ | نہ سر راکھ توں تجیں اُٹھ چھات لگ

کھڑا ہوہ سینسار کی چند کر | کہ سینسار سرداہ کی نند کر

نہ سنیا الو لگ کہ سرداہ کس ٩٢٥ | پڑیا سر جیسے ہوئے سرداہ تِس

ستاہت جس ہوئے سرداہ ہوئے | گنوادے ستاہت کچھو کرت توئے

جسے دیہ کرتار دھن مال ابھر | نہ چلنا تیسے جگ رگڑ مال کر

نہ کر بھید کوئی تمنہ گھر سو پنکھ | ملے لس بڑے مت دِلیسے نہ انکھ

جو پر دُکھ نالے سکے ایک چُک　　تپے لوک مل رہ سکے کت سُکھ

گگن جے نہ روے دھرت کیوں ہنسے　۱۳۰　دھرت جے ہنسے نہ دُنیا کیوں بسے

نہ تیسا کچھو بولئے دھک دھک　　جو جس تھیں لبوری پڑے جسرم دُکھ

نہ اِتا گنسبد منج کوں بھیجیے　　نہ باہر جتن بال بسیجیے

عذر خواہی کردن پدم باکدم

پدم راؤ اٹھیا ہسا کر دہن　　کُنڈل پھیر اُدبھا ہوا سر دہن

کھڑا تیر ہو جیوں رہیا تھا اَدھل　　کماں ہو پڑیا پنکھ کے پاے تل

اُچا سیس باہر کئی یک نہ بات　۱۳۵　نہ یُوں کوئی ہُوی نہ بن ناگ جات

کہ توں ساچ میرا گُسائیں کدم　　پدم راؤ تجہ پاؤ کیرا پدم

جہاں تو دھرے پاؤ ہوں سر دھروں　　اپس سار کے لگ ترتری کروں

جہاں تجہ پسیو انگہ بہتے اہیں　　اپس انکھ لوہو بہاؤں تہیں

گُبدھی کو سُدھی مجھے جان کر　　مرے بول کے کان نہ گھنٹ کر

نہ میرے ہیں سُدھ نہ سیس بُدھ　۱۴۰　نہ منجہ شُدھ اوپر نہ تلہار شُدھ

مِلون جندر سُورج ڪري بات ڪلهه جا اُترجا ڏکيت ساهه ڳرهات تل ۱
آجها فرحت سبذ منجهه جڳهات پرنه ڊر ملڪها سبذ ساٿ ڪلندجون ۱
بعلي منه وجهه جو بهه ملڪ لڦنائي ءنه اُبرار ملڪ باڪه ڪسمل ڪلهائي ۱
جهان جاءِ ساج ڪرهان جهار نه نگر مان آن تهان جاءِ جهو تا بهار ۱
نه جا نون ڪر ادا آڊ ڪس ڊدس بره ڊو بهاڻتي ڪيني جيب منجهه جنر ڳر ۱
جو ڪلهه اڊ پوٽ چيو پا منجهه ڪپاڳ ءِ اسي هاٿ منجهه ڳا ڏهتين چو ڪمال ۱
ڪيا ڪها جومين هاٿ بعث پاڏ نهين سو جهو رنڪه بعلين ڪيني نيا ڏو نهين ۱
هيرا بوتل باڪهان تا ڪمر بران ءنه ڪفتين ڪهين ڪو ڪي رنڪا بواره ۱
بوڪ ن سده ساجي ڪهي نه لاڪ پو ملڪه بيتيا ڏ بيتيهو سرب بهت سڪو ۱
سوب بو نڪرا آپ جي بتيع ڪهاڪ ءِ بجهو بو نبڪرا ڪهائي جي بتها ۱
ولِي بون نه منجهه بجاه يه ردب بل نه ڪهيتي منجهي ترل بولي چلا ۱
نه منجهه ڪرب به سرڪي منجهه ڳهال ڊرب ۱۸ اسي ترب سو ڳڪبا منجهه ڳرب ۱
ڪر بڻب ڊرب سرجلڪيا مونجهڪه سوره ڊر جلڪيونٽي منجهه مڪل
جسن

ہلوں چندر سورج کہ جے بات کل　　اُتر جائے نہ کیت سدھ کھات تل

اچھا فرحت سد مُنج جگ مانہ یوں؟　　دو مُکھا سبدؔ سانپ چکلند جیوں

بھلے ییں وہی (ہے) جو پرل گھنہ ئے؟　　نہ اُپرا رُمکھ با کے کسمل گھٹائے

جہاں چاہیئے ساچ کرناں جہار　　نکرناں تہاں جائے جُھوٹا بہار

نہ جانوں کہ اد آد کس دوس پر　۹۴۵　دو بھانٹی کئی جیب منجہ چیر کر

جو کچھ آد پورب چڑھیا منجہ کپال　　اسی پاپ منج کاڑھتیں جیؤ گھال

کیا تھا جو میں پاپ بہت پادھتیں　　سو چورنگ پہلیں کئی نیادھتیں

مرا بول باکھان تا گھر پران　　نہ کہتیں کہیں کوئی تس کا پران

بڑے سِدھ ساچے کہے سَت پر　　نہ بتیاؤ بھجو سرب مت مر

سرب پونگرا آپ جن تیج کھائے　۹۵۰　پچھو پونگرا کھائے جن بیج مائے

دلے یوں نہ مُنجہ جان یہ درب بن　　نہ کہتے منجھے بول بولے چکل

نہ منجہ گرب یہ بیر کی منجہ گھال درب　　اسی درب بیر جگ گیا منجہ کرب

کہ جس درب بیر جل گیا ہے جگ　　سو وہ درب، جل کیوں ہے منجہ جرم لگ

تسی دن بھلا جیو مکھ پران ٭ جو دائین رکی تس دن بہت بکھان

جدہان مین کہیا تھا نہ کر بات رانا ٭ تدھون نہ منیا بول میرا د نکھان

جو کچھ راد بولن لگا کرچ کرچ ٭ سو منج پیکھتا مر پیا بیج برخ

جلو جیتی میری نجو تج جانکر ٭ برا کچھ کہیا ھوی پندان کر

بہت جو کہ یہ منج میری شتاب ٭ نجلمانان جو مین بنگون او شتاب

نبابی گرون راد جی جنکہ راد ٭ نہ کرنا ان کم کیا سر کہاو بہاو

اتال ایک کر راد منج مان دیہ ٭ کن اوکن سہند مکہ منج جہان بلی

ولی جہانب من مین کرینی پوجتن ٭ جتن جو نکری سمند گھو نکی رتن

دھی دوس میرا منجھے یو یہ دان ٭ ادوسی ھوا ھون بھرون نہ سکران

کہنتن کدم راد یا بدنم راد ٭ کہ خاطر خو جمع دار سلر

کہیا راد دھر کون ھری پنگ جان ٭ تسری نہ پرجیو آپس تھا نوان

نہ من کھنت کر تون اپس دشت بول ٭ نہ سکہ جان آپ تہین اپس ...

سمندر جو ایسا مکہ کس کہن ٭ کبھین مکہ کھونکی کبھین دیکرتن

تسی درب بھلا چھوڑے جگ پران؟ جو دائیں رکے تس درب تب بجھان

جدھاں میں کہیا تھا نہ کر گرب راؤ ۹۵۵ تدھوں نہ سُنیا بول میرا دو نکھاؤ

جو کچھ راؤ بولن لگا گرج گرج سو سچ بیس کہنا پڑیا بُرج برج

بلو جیب میری جو تجہ جان کر بُرا کچ کہیا ہوئے پندان کر

بہت جو کر یہ مُنجہ پڑی شتاب نجانیاں جو میں تجہ کوں ادشتاب

بنائی کروں جے سُنے پنکھہ راؤ نہ کرناں کھڑگ گھاؤ سیر گھا وجاؤ

اتال ایک گر راؤ منجہ مان دے ۹۶۰ گُن ادگُن سید مُکہ منج جھانپ لے

دلے جھانپ من میں کریں یو جتن جتن جیوں کرے سمند گھونگھے رتن

دہی دوس میرا منجے دیبہ دان ادوسی ہوا ہوں بھروں سُکھ آن

گفتن کدم راؤ با پدم راؤ کہ خاطر خود جمع دارند

کہیا راؤ دھر کوں ہری پنکھہ جان بسرے نہ پر جیو اپس تھا نو آن

نہ من گھنٹ کرتوں اپس دشٹ بول نہ سکھ جان اب تھیں اپس شنشت بول

سمندر جو اپا ملے کس گگن ۹۶۵ کبھیں مُکھ گھونگے کبھیں دیسے رتن
گگن

ڪِنِ آوَ ڪِھِنَ دِيارِ، سُو ڪيئن پنڌ جو ٻيا نانءِ پر ماڻهوءَ سُو ڀيئي پرينءَ!

ڪُساڻِيَنِ ڀِرِ ماڻهوءِ جِنِ مَنڪ بِنهِ سُو ڪِيئن مَنڪ اَمِرِتِ سَڪِيءَ ڪا الهِ،

جُوا اَنجان مُردار جا ڳِي ٽلالِه، ٽيئن انجان ٽِي ٻول ٻول ڳالاءِ!

ڪهڙي ڏون ٻولي مُنجهِي ذڪر نه، جي ٻوليا ڪرينهِي مُجهي سڪم نه!

وَلِي تُوسَن جو ڪَفتا ڪهات ڪَرَ، جنا ون اگهرَ ڪهات کي ڪهات وه!

جڏهان ٿهين ميليا اگهر آج لگه، تڏهان ٿهين گهُون ميري جا ڪيا ڪو لگه

نه اڪلاڻ نجھلا اگهر سب ٻا نه ڪهاٻ ايڪ ليڪو ٻادو نهن ملکهائه!

آڌاري ٻيهوٽي گهيڙ ڏند اگهر پکهانيان پدر ملڌا آون چتن!

هري پنگ ڪهيا ڪرين ٻنرائي دمن "آجنبي" نه ڪري ڏند ڪارهي بڪن!

ڏکها يا مجهي اکهود ڪرتار جا نه لا سي جان تن ڪسي ڪهون ٻڌ پان!

ڪي چپ رکھنين پاڙ آئه ڪهب ڪهاءُ اکسي ڪهيت ٿو ڪارلي نيت ڪهائي!

جهاڪه ڊوار بندا ور دوٽي ڊسي ڪفطله نسي اجهين تجهي گھون ڪهين جلي

جهان جا نانا تون گهاند جاي پرنه ٻتهادي تري اين گجا ڪون ڪيد هن!

گُن اوگن دیا دیہہ سو کیوں پھرے — جو پھاندے پڑیا ہوئے سو بھی برے

گُسائیں بھریا ہوئے جس مُکھ بس — سو کس مُکھ امرت سکے گا اُبس

جو اجان مُردار جانے حلال — تیوں اجان تے بول بولن حلال

کہ جے توں بولے منجھے دُکھ نہ — جے بولیا کریں بھی مجھے سُکھ نہ

دلے توں جو کہتا رہے (دہ) گھات کہہ ۹۰ — جنا ون اگھات کی گھات دہ

جدھاں تھیں میلیا اکھر آج لگ — تدھاں تھیں کہوں جیوڑے ہجا گیا کو لگ

نہ اگلا نہ پچھلا اکھر سب پران — کہیا سب ایک ایک راتویں بکھان

ادھارا بھجوتی کھپر دند اکھر — بکھانیاں نڈر مِلی راویں چِتر

ہری پنکھ کہیا کہ بن راتے دھن — اچِنتیں نکر دند کاڑھن بکن

دکھایا منجھ آکھور کرتار جان ۹۵ — اسی جان تن کس کہوں بُدھ ہان

کہ جے راکھنیں باڑ اپ کھیت کھائے — کسی کھیت پو کاڑے نیٹ دھائے

جو اک دوار بندا اور دوئی دیہہ کھول — تِس اچھتیں تجھے کیوں کہیں جلتے بول

جہاں جانتا توں تہاں جائے پر — بتھاوے تراپن تجاوں کیدھر

یتھیں تجھ کو کہیا مَیں بھر کچھ منہ نو چہرہ کرچی پوچھیا تبھیں نکج بوجھ کچھ

پدمہ راؤ گفتن کہ سخن نو شنیدہ باید کرد

پدمہ راؤ بوجھیا کر دکھا منگیا ہوئے کہ ویا کیتی منج بک دشت لوب

امو لک بچن دہ جو دیکھیا کہی کہ جیوں موتیہ دھا لگے مُوا ایک لہے

چلیا دیس دیو کی بھر رات لکڑی لی رہیا ناک اٹھ کہات لگ

ہوئی رات مُدھم اندھاری کھنبلے سلاوں چلیا بیکر تس چو کر دند

چلیا ساندھری ساندھری ناک راؤ کہ جیوں نیر سو دھن چلے اب بہلو

گیا ناک نو سوت مندھر کدم جھوندھر دتھا لوک سوتا پدم

امت رکھیا لنہ آپ اپس سر بو انسکی کو نیہہ جیو بتی آپ سیں

پدمہ راؤ کوں یوں برایت لکھیا آپس پو دریتی گا دیجے جی

پدمہ راؤ منمیں دھریا ایک بات کہ جس کات جیھی چڑھیا ناک ذات ۸

اَمت لی گیا لا راؤ نیری پدم الکد شیا باؤ انکل پدم

چڑھیا بہ سرمیت اٹھ موتا ندیھوڈا اپیا جیو العوض تن راؤ جو بر

دس اول آیا جیسے نار آیہ کہ آخر دسیا دہ یعنی ناگی پائیں

یہی تجہ کہیا مین بچہر کچھ نہ پوچھ — کہ جے پوچھیا بھی نہ کچ توجہ کچھ

پدم راو ہر گفتن کہ سخن پوشیدہ باید کرد

پدم راو پوچھیا کہ ڈھانکیا نروپ — ۹۸۰ دیا کیستی منجہ جگ دشٹ توپ

امولک بچن وہ جو ڈھانکیا کہے — کہ جیوں موند ڈھانکے سوا ایک لہے

چلیا دیس دیوے پہر رات لگ — ڈرے بے رہیا ناگ اکھر گھات لگ

ہوئی رات مدہم اندھاری کھپند — سلاون چلیا بیگ تس جوگ دند

چلیا ساندھرے ساندھرے ناگ راو — کہ جیوں نیر سو دھن چلے اپ بھاو

گیا ناگ پر سوت ھت دھر کدم — ۹۸۵ چہوندھر دڈھا لوگ سوتا پدم

اَمت رکھہ پالن آڑ آڑ سر پیر؟ — نسکے کوئی جیو تے آپ سیر

پدم راو کون یوں پراپت ہنوئے — اپس پورتی کا رہے جوئے؟

پدم راو من میں دھریا ایک بات — کہ جس بات چھجے چڑھیا ناگ ذات

اہت لے گیا راو نیڑے پدم — الگ دستیا پاو انگل کدم

چڑھیا بس سپت انگ پر ماند چھوڑ — ۹۹۰ اُڑیا جیو آکھور تن راو چھوڑ

دِس اوّل ابا جیسے ناگ رائے؟ — کہ آخر دسیا اوہ بھی رائے پائے

جو نیت کرے کام جے کچھ کوئے — اُسی کا بھلا بھی اُسی سات ہوئے

گھڑی کھانڈ لگ دیکھ نرجیو کر — پھرا جیوں کدے لس چلیا مکھ بھر

کماں تھیں نہ چھوٹا کدھیں تیر یوں — گیا . . . تھیں باز جیوں

انبر سیں تَل کر گیا پنکھ پاس — ۹۹۵ کہیا دوڑ گوڑ آپ لے کر بلاس

ملائیں ہری پنکھ چلیا پران — اُسی گوڑ میں بَیس کیتا بہان

سِکھیا تھا جو دو بول جوگی بنود — تو بَیسے تبھیں گوڑ دھر آپ سُود

گیا تھا کدم جیو جد چھوڑ جگ — تدھاں تھیں کئی دیس . . . . جا لگ

کدم راؤ دیکھے جو روپ آپ چند — گلے سلک ہت ہت کرے پائے بند

دُنیا ہت پاسار کرتار کوں — ۱۰۰۰ اَسروا دِیتا نرادھار کوں

گسائیں سکے توں جو جیو کرن — جو پوچھے کوئی پوچھتے کا مرن

نہ باگنہ کدھیں دیہہ توں ماس دِھیر — نہ گوتے کدھیں جر و تجہ بن . . . . .

جو انجان کوں دیہہ توں جان پن — سو کوئی جان جانے نہ بجھ بال پن

مدھر بدھ پر دھارن) دیتا بجھاؤ — جیو اد آد تھاتیوں . . . . . ہوآؤ

سو بُدھی ہوا دیکھ کر راؤ کوں ۱۰۰۵ سو پردھان پا رہ لگا جاؤ سوں

کمر بند تھا ایک تیکھت سُہن دھنی انگ لوہا کیا لوہ چُن

دھرت چوم پچھیں سر یا بھی سنبھال سنبھال آپنی ٹھار رکھیا کپال

پڑیا دیکھ انگھیں مدھر نپلہ جات کماں ہو بتاتی گئی اوڑ ہات

گسائیں تجھے کچھ بوجھا نہ جائے کہ جب لگ گسائیں منجھے کہہ بُجھائے

اسی میں اُتر سب گیا لوگ تل ۱۰۱۰ رہیا راؤ نیڑے مدھر بُدھ تل

چڑھیا لوگ سب دیکھ راؤ آس پاس اگیتی ہنکاریا مدھر کر بباس

کہیا راؤ اکھر گھات سر تھیں بچڑ کہ سر تھیں بچڑ سب کہیا اکھر

پھر پوچھیا راؤ پردھان کوں کہ تجھ بن کسی کوں نہ بتیاؤ(ں) ہوں

مدھر بدھ پردھان سر تھیں دھر بتاتی گئی اُت دھری پاؤ پر

گن اوگن مرا توں منجھے کہہ الگ ۱۰۱۵ کہاں تھاں سو کہہ رسیں جالیں الگ

ملوکیر منجھ ہوتے لون آج تجھ جوئی بھید بوجھوں کچھو باج تجھ

جدھاں تھیں اکھر ماریا اڈالیا بجار تدھاں تھیں رہیا راؤ تجھے منجھار

نہ شکوہ نہیں ایک دیس سواری کیا ۔ نہ مندر گیا رہس ناری کیا

نہ جانوں کہ یہ بات کس چھند میں ۔ جدھاں تھیں پڑیا راؤ کس پھند میں

کدم راؤ شکتی ہوا اُس بچار ۔ ۱۰۲۰ سو پردھان کوں مان دیتی ادھار

نکھا کھائے دن و یل نت بانٹ رائے ۔ اکھا کھائے گھر آپ کیتا اکھائے

پرایا نہ اپنا کوئی بات سنوار ۔ جو آوے اکھا کھائے جائے ڈکار

شکتی رائے پردھان کوں پان دے ۔ کہیا بیگ کر جگت کوں دان دے

گت اؤ میزبانی کہیا آج تھیں ۔ سو (کر) دان کرنا تو جگ پر تمیں

دئی بارگہ اونچ جگ جھانپ کر ۔ ۱۰۲۵ بد... جو رہے بارگہ جگت پر

دئی ہاؤ رے سو حویلی نگر ۔ دئی ہر شہر بارگہ تان کر

سبھی عارتب ہوتے او تتر ڈھال ۔ کہ پنچ رنگ بہروپ تو . . . .

طبل ڈھول برغوں نفیراں اُٹھے ۔ گرج یوں (اُٹھے) جوں اٹھے کھڑکنے

کدم راؤ کر دان چھتاس لگ ۔ پر اُپکار ہو جگ کیا جگ مگ

رفتن گدم راو در محل خرم دریافتن عیش و خوری

چلیا راو رنواس میں رہ مشکل کرنہ سکھنے ہوری رانیاں نہ تماشی مکہ

سو بھی کیوں بد آئی کیسی ماسی جبنو داس بد مائی گر اکر بکہ

جبھیں رائے مندر کیا سو کر بھرنہ سکھاسن پر بچھائی بیٹھ

صنی سنگہ دھن

رفتن کدم راؤ در محل حرم دریافتن عیش وخورمی

چلیا راؤ رنواس میں رہس کر ۱۰۳۰ سکھی ہوئی رانیاں دیٹھا نین بھر؟

سودھن کیوں بدھائی کئی ماس چھ نبود اس بدھائی کرا کر جبگ

جبھیں رائے مندھر گیا سوکھ بھر ۱۰۳۲ سنگھاسن چڑھیا جیت جا بیٹھ کر

سُنی سدھ دھن . . . . . .

فرہنگ

فرہنگ

(مثنوی کدم راو پدم راو)

آ

آکھنہ : بے وجہ

آکھوں : کہوں

آکھے : (آکھنا : کہنا) کہا

آگلا : زیادہ ۔ بہتر ۔ اگلا ۔ آگے

آگلی : زیادہ

آپ بل : (اپنی قوت سے)

آپنیں : اپنے

آد : قدیم ۔ اوّل ۔ آفرینش

آدمیں : آدمی

آس : شوربا

آسودکر : اطمینان سے ۔

آشتی : سہولت

آل : تری نمی۔

آن : آن کر ۔ لا

آن آن : لالاکر

آندوں : سمجھوں ۔ لاؤں ۔

آننا : لانا

آنو : لاؤ
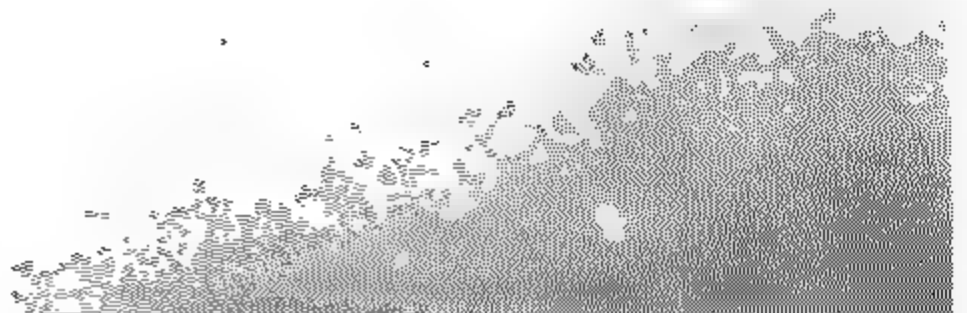
آنے : لائے

آنیں : (آننا مصدر، لانا) لائیں

آدسی : آتا ہے ۔ آدے گا ۔

الف

ابگرو : بیوقوف، بیوقوفی

ابھاگ : بدقسمتی

ابھال : بادل

ابھمان : غرور ۔ اندازہ ۔ قیاس

ابھر : گرد وغبار ۔ خاک دھول ۔

ابھنگ : غیرفانی ۔ ہوشیار ۔

اَپ : اپنا۔

اپار : بے حد ۔ بے نہایت ۔

اُپاڑ : (اُپاڑنا ۔ اکھیڑنا) اکھیڑ

اُپاس : روزہ

اُپرار : اُدھر

اُپچار : تدبیر ۔ علاج ۔ خدمت گزاری ۔ نصیحت

اپس : اپنے ۔ اپنا

اُپکار : مہربانی

اپن : خود

اُت : سر

اِت : آنی

اَت : بے شمار ۔ عمدہ ۔ بڑھیا

اِتال : اب ۔ اسی وقت ۔ فوراً

اُتاول : جلدی ۔ جلد باز

اُتر : جواب

اُتم : اعلیٰ

اُتھل جانا : ظاہر ہو جانا

اتھیں : ہتھیں (ہتھی کی جمع)

اَجات : ذات سے خارج

اُجگر : اُجاگر

اجھو : اب ۔ ابھی

اجھول : اب ۔ ابھی

اُچار : تلفظ ۔ لہجہ ۔ تعریف ۔ راز

اُچادن : اُٹھانا

اُچاؤں : (اُچانا : بلند کرنا) بلند کروں

اُچایا : (اُچانا، اوچانا : اونچا کرنا) اونچا کیا ۔ بلند کیا

اُچائے : (اُچانا : بلند کرنا) بلند کئے

اچل : ساکن ۔ قائم ۔ مضبوط ۔ بے جان

اچر : (اچل) ساکن ۔ مستحکم ۔ بے جان ۔ پہاڑ

اچھلا : صاف شفاف ۔ کیچڑ کے بغیر

اچوک : بے شبہ ۔ یقینی ۔ صحیح

اچھ : ہو (سندھی میں آج بھی مستعمل ہے)

اچھریاں : حوریں

اچھے : رہے

ادآد : آغاز ۔ آفرینشِ عالم

اُدار : (اُدھار) سہارا

اَدِت : سورج

اُداس : آزاد

اَدر : پتھر ۔ چٹان ۔ پہاڑی

اُدر : پیٹ ۔ موٹاپن ۔ گشت و خون

اَدِک : زیادہ

اُدماد : شہوت پرستی ۔ آوارگی ۔ مستی ۔ تکبر

اَدو : سورج

اڈوس : بے گناہ

اودسی : بے قصور

ادھارا : اندھیرا

ادھاری : تاریکی

اَدھر : ہونٹ

اَدِھک : زیادہ

اڈھال : بُرے ڈھنگ والی

اڈھل : نہ ڈھلکنے والا ۔ نہ گرنے والا ۔ مضبوط

ارنت : امت، معنی ۔

ارتھ کار : مطلب برآر

اردگان : نجوم کی ایک جدول جو استخراج نتائج میں دخل رکھتی ہے۔

اردگن : ضیافت

اڑسری : مقابلہ ۔ سرکشی

اُسترہ : چھُری

استین : آستین

اسرواد : آشیرواد دعا، مبارکبادی

اسنگت : بے تعلق ۔ بے جوڑ

اَسُوجھ : جسے سوجھ بوجھ نہ ہو ۔ بے عقل

اَکاس : آکاش ۔ آسمان

اکایک : یکایک

اکراں : (اکھراں) اکر کی جمع، الفاظ

اکرن : نہ کرنا ۔

اَکّرن : (اکر کی جمع) الفاظ

اکھّر : الفاظ

اکھر : اکھرناتھ جوگی جس کا ذکر مثنوی میں آیا ہے ۔

آکھورنات : اکھرناتھ جوگی جس کا ذکر اس مثنوی میں آیا ہے ۔

اکھیاں : آنکھیں

اَگ : آگ

اَگیتی : پہلے سے

اُلاس : شوق

اُس : (اُسن) کھانے پینے کی چیز ۔

اُکس کرنا : کھانا

الاسیں اُلاس : ذوق و شوق کے ساتھ

الگی : جُدائی ۔ علیحدگی

اُلجہ : اُلجھ

اُلجھان : اُلجھاؤ

الونگ : اب تک

اماں جائی : بہن

اُمت : زیادہ

اُمت بِدیا : ایک علم کا نام

امرت : آبِ حیات

امولک : بیش بہا ۔ قیمتی

انجانؔ : نادانستگی

اند : (اندھ) اندھیرا

اندکار : اندھیرا

انگ : جسم

آنیا : (آننا، لانا) لایا

اَنّ : غذا ۔ کھانا

انبر : آسمان

اَنجن : سُرمہ

اُنچہ : اُونچا

اندھ : اندھیرا

اندھلا بیڑ : اندھا بیڑ

انک : آنکھ

انگ : جسم

انگے : آگے

انگل : انگلی

انگھے : آگے

انگھیں : آگے

انواو : مستواو

انہون : نہ ہونا

انے : اور

انیکی انیک : طرح طرح کے

او : وہ

ادبھ ہوا : (ادبھا ہونا ، بلند ہونا) بلند ہوا۔

ادبھے : (ادبھنا ، اُگنا ، ابھرنا) اُگے ، ابھرے

ادت : پوشیدہ

ادچتا : یکایک ، اچانک

اورگن کرنا : قبول کرنا۔

اودرن : اوروں کو

اوڑے : (اُوڑنا ، اُڑنا) اُڑے

اوشگن : بدشگونی

اوکھد : دوا

اوگھڑ : ناسمجھ ۔ بے وقوف

اونچ : اونچا

اوہ : وہ

اوئی : وہی

اہت : دشمن ۔ دشمنی

اہنکار : غرور ۔ عزت

اہیں : "اہے" کی جمع ہیں

ایاناں : چھوٹا ۔ بے وقوف ۔ انجان۔

ایکس ایک : ایک ایک

ایہہ : یہ

ب

باترن : باتیں

باٹ : راستہ

باج : بغیر

بار : موقع

بارگہ : خیمہ

بازارگانی : بیوپار ۔ سوداگری

باسک : سانپوں کا بادشاہ

باسُکھد : باسک، سانپوں کا بادشاہ

باسی : دوسرے دن کی

باکھر : وہ گائے جو دودھ سے ہٹ جائے۔

باگ : شیر

بال پن : بانک پن ۔ لڑکپن

بانچسی : خیال کرے ۔ خیال کرتا ہے۔

بانچے : سمجھے ۔ خیال کرے۔

باؤ : ہوا۔

باولا : پاگل

باہ : آگ

بتاناں : بتانا

بجرانگ : مضبوط جسم والا

بُجھ : (بوجھنا: خیال میں آنا) سمجھ

بجھاؤ: عقل۔ سمجھ۔ فہم

بجھلی: بجلی

بچار : فکر۔ خیال

بچارک: فکرمند۔ غور کرنے والا

بچن : بات : کلام

بَدَل : بادل

بُدونت : عقلمند

بُدھ : عقل

بدھادا : ترقی۔ اضافہ۔ مبارکباد

بُدھ گوڑی نہ کر : (بدھ کوڑی کرنا = الٹی بات سمجھنا) اوندھی عقل سے کام نہ لے۔

بُدھ مان : عقلمند

بدھن : (بڈھن) بڑھنا۔ ترقی

بڈھے : (بڈھنا۔ بڑھنا) بڑھے

برانا : غیر۔ دوسرا۔ بیگانہ

برج مدج : رُک رُک کر

برجنا : انکار کرنا۔ مخالفت کرنا۔ مخالفت کرنا۔

برجیا : بات کی۔ جواب دیا۔ مخالفت کی۔ انکار کیا۔

برچھیاک : بچھو۔

برسا برس : برسا برس۔ سالہا سال

برلہ : (برلا) انوکھا۔ عجیب۔ شاذونادر

بروا : پودا۔ درخت

بروبر : (۱) ٹھیک ٹھیک۔ یقیناً (۲) بحروبر۔ خشکی وتری

برہے : بڑھے

بڑہی : بڑھئی

بِس : زہر

بساس : بسواس

بساہ : (بساہنا۔ خریدنا۔ مول لینا۔ حاصل کرنا) حاصل

بَست : چیز

بِسر جائے : (بسرجانا۔ بھول جانا) بھول جائے۔

بَسَن : طرح

بسواس۔ یقین۔ بھروسا۔ اعتماد

بسوری۔ (بسرنا کا ماضی مطلق) فراموش کی۔ بھول گیا۔

بکائے : بکے۔ فروخت ہو۔

بکاین : حنظل۔ انتہائی کڑوا ایک پھل۔

بکنڈا کرن : (بھنڈاکرن) دو منزلہ بنانا۔

بِگن : تدبیر

بَل : طاقت

بلکے : دیکھے۔ پائے۔ حاصل کرے۔

بلونتی : طاقتور

بِن : بغیر

بُن : بُنیاد۔ جڑ

بَلو : (بلنا = جلنا) جلو

بنات : عرض

بنبار : آگ میں۔ دوزخ میں

بنتی کرنا : عرض کرنا۔ گذارش کرنا

بنتی کردن : عرض کردن۔ گذارش کردن

بُند : بُوند۔ قطرہ

بندان : بندوبست

بولناں: بولنا۔

بونٹ: انگل۔ انگلی

بیہار: (بیوہار) بیوپار

بھار: بوجھ

بھار: باہر

بھاگ: تقدیر۔ حصہ۔ قرل

بھان: محسوس ہونا۔ معلوم ہونا۔ سورج

بھاؤ: نیت۔ انداز۔ عادت۔

بھاوتا: پسند۔

بھاوتا جیو کا: من پسند۔ جسے دل پسند کرے۔

بہابے: بے بہا۔ بیش قیمت۔

بھبکن: ہندوستان کے ایک قدیم راجہ کا نام

جست: بہت۔

بھٹکن پھرے، بھٹکتے پھرے

بھجنگ: بڑا۔ قوی۔ بہت ہی کالا

بھر: باہر

بھشٹ: دوزخ

بھرگ راؤ: ہندوؤں کا ایک رشی (خدا رسیدہ)

بھگ: تقدیر۔ عقل۔ دولت۔ کوشش۔ دھرم

بھگے: (بھگنا بمعنی ٹوٹنا) ٹوٹا ہوا۔

بھل چوک: بھول چوک

بھنڈار: خزانہ

بھنڈاری: غنی۔ سرمایہ دار۔ مہتمم۔ خزانچی

بھینکارنا: برباد کرنا۔ خاک کرنا۔

بھوجن کرے: (بھوجن کرنا، کھانا) کھائے پئے

بھوکا لا: بھوکا

بھوک مرنا: فاقہ کرنا

بھوئیں: زمین

بھوگ: کھانا۔ خواہش۔ عیش۔ ہم بستری۔

بھوندا: دھوکہ باز۔ مکار

بھوندکر: دھوکا دے کر

بھینٹ: دیوار

بھید: بید۔ وید۔ علم

بیجھو: دوسری مرتبہ۔ بعد کے لئے۔

بیر: دشمنی

بیر بل: بھائی کی قوت۔ دوست کی مدد

بیری: دشمن

بیرن: بیری کی جمع

بیس کر: (بیسنا، بیٹھنا) بیٹھ کر۔

بیسی: (بیسنا، بیٹھنا) بیٹھی۔

بیگ: جلدی۔

پ

پا: پاؤں

پاتال: تحت الثریٰ۔ زمین کے نیچے کا حصہ

پاتھر: پتھر

پاچھے : پیچھے۔
پاردی : مخبر۔ خبر دینے والا۔ شکاری
پاگ : پگ، قدم۔
پان : تحریف۔ بڑائی۔ خود۔ پتا۔ داؤ۔
پانڈر : پیلا۔ زرد۔ سفید
پاھن : مہان
پائے : پاؤں
پائے بند : غلام۔ قیدی
پائے ٹیک : استقلال سے
پائکی : گاؤں کا چوکیدار۔ پیغامبر
پت : بھروسا۔ اعتماد۔ عزت۔
پتال : پاتال۔ قعر زمیں
پُتر : کاغذ
پت کرے : بھروسا کرے۔
پت کیا : (پت کرنا = مان لینا) مانا۔ بھروسہ کیا۔
پٹن : شہر۔ بستی۔
پتنگ : پتنگا۔
پت ورت : شوہر کی معتمد
پُتولی : کملی
پتھان : (پتھ) طریقہ۔ راستہ
پتھانا : بھیجنا۔
پتھاوانی : رخصت
پتھایا : (پتھانا = بخشش کرنا) بخشش کیا۔ بخشا۔

پتیاؤ : بھروسا۔
پتیاؤں : (پتیانا = بھروسا کرنا) بھروسا کروں۔
پتیاؤناں : بھروسا کرنا۔
پچھتاؤناں : پچھتانا۔
پچھیں : پیچھے
پدارت : ظاہر کرنا۔
پدم : سرخ تل۔ دانہ
پراستھان : پرایا استھان
پراپت : حاصل۔ حاصل ہونا۔
پراُپکار : دوسروں کی بھلائی۔
پران : جان۔ روح
پربت کنور : پہاڑ کا شہزادہ۔ طوطا
پربودھ : دوسرے کی عقل۔ پرائی عقل
پرپُرکھ : غیرمرد۔
پرپنچ : حیلہ سازی سے
پرت : محبت۔ پیار
پرتن : پرایا جسم۔ غیر جسم
پرتھمیں : زمین
پرتیو : پرتو۔ سایہ۔ عکس۔ تیج۔
پرجیو : پرائی روح
پرچال : پرائی چال
پردیس نا : پردیس کا
پردیسین : پردیسیوں (پردیسی کی جمع)

پُرس : آدمی
پَرس : پارس ۔ وہ پتھر جو لوہے کو سونا بنا دیتا ہے۔
پرساد : فیض و برکت۔
پرس بھید : ایک علم کا نام
پرستا : (پرستاؤ) موقع ۔ مصیبت۔
پرسوت : پیدائش
پُرک : (پُرکھ) آدمی
پرکھان : (پرکھ کی جمع) بزرگ لوگ
پرگور : دوسرے کا جسم ۔ پرایا جسم
پرمان : وعدہ
پرمکھ : دوسرے کے مُنہ سے
پرمل : خوشی
پرن : (پڑن) پڑنا
پرنار : غیر عورت
پرن دیہہ : پڑنے دے ۔ ہونے دے۔
پروار : خاندان
پرونس : دوسرا ۔ غیر جنس۔
پریوا : تکلیف ۔ بیماری
پسارے : پھیلائے۔
پسیو : پسینہ
پشتی : مدد
پلاس : شادمانی ۔ مسرت
پلان : پالان
پلیٹ : لپیٹ
پن : لیکن۔

پنک : پنچھی ۔ پرندہ ۔ بازو۔
پنکھیا : پرندہ۔
پنکھیرو : پرندہ ۔ پنچھی۔
پُوت : بیٹا۔
پچھائی ۔ پسپائی۔
پُوچیا : (پوچھنا) پوچھا
پُورب : ابتدا۔
پورپتن : بستی ۔ آبادی۔
پُورن : پورا۔
پُون : ہوا۔
پُونچ : دُم۔
پونگڑا : لڑکا ۔ بچہ۔
پھلٹ پھوٹ : تتر بتر ۔ پراگندہ
پھانٹی : ٹکڑا۔
پھاندا : رسی
پھاندے پڑیا : پھندے میں آیا۔
پھتراں : پھتر کی جمع یعنی پتھر
پھول : بول ۔ گفتگو ۔ الفاظ ۔ بات
پھپھانا : پھن (سانپ کا)
پھہر : پھر
پچھیتے : (پچھے) دور ہو ۔ ارے۔
پھیر : دوبارہ
پھیر سکے : دور کر سکے۔
پیٹھا : بیٹھا۔
پینترا : چالاکی ۔ داؤ

پیونال : پینا

ت

تاپڑی : عبادت گذار

تاوے : (تاونا ۔ گرم کرنا) گرم کرے۔

تپاک : گرمجوشی

تتا : گرم

تد : تب بھی ۔ پھر بھی ۔

تدھیں : اس وقت سے

ترت : فوراً

ترڑن : تڑخنا

ترک : بچا کچا ۔ جھوٹا۔

ترن : سہارا ۔ تیرنا

ترن پن : جوانی

ترنگ : گھوڑا ۔

تری : عورت ۔

تریا : عورت ۔

ترین : تیری ۔

تس کا : اُس کا

تسنے : اس کو

تسی تل : وہی گھڑی

تکھار : گھوڑا

تل : نیچے

تلاؤ : تالاب

تلادار : تلوار

تل تل : ذرا ذرا

تلہار : نیچے

تلھیں : نیچے ۔

تن : اُس نے

تنبول : پان

تواسی : تیسرے دن کی

تو نچہ : تو ہی

تہاں باج : تیرے سوا ۔ تیرے بغیر

تھانو (ٹھانو) جگہ ۔ مقام ۔

تھر : قائم

تھل : تلے ۔ زیر ۔ زیر نگیں

تھمن : تم

تھمن : اُس کو

تھموں : اُن میں

تہاں : وہاں

تھان : استھان ۔ مقام ۔ ٹھکانا

تھائیں : لحاظ

تھمب : ستون

تھی : سے

تھیں : تو ہی

تھیں : سے

تے : یہ

تیج : غصہ

تیسی : اُس طرح کی

تیکھت جات : تیکھی۔ تیز

تیں : تُو

تیوں ہار : تیوہار

ٹ

ٹھار ٹھار : جگہ جگہ

ٹھانو : ٹھکانا۔ جگہ۔ بل

ٹھکائی کروں : (ٹھکائی کرنا۔ مارنا پیٹنا) ماروں

ٹیک : ٹیک کر۔

ج

جاسوں : جاؤں۔ جاؤں گا۔

جانوں : جاؤں

جد : جب

جد کد : جب کبھی۔ وقتاً فوقتاً۔

جدھاں : جب کہ

جر جر : جل جل کر

جَبرم : ہمیشہ۔ سدا

جرن : جلنا

جڑی : نباتات۔ بوٹی

جَس : توفیق۔ طاقت

جسی : جس

جُفت کرنا : مجامعت کرنا

جُگ : زمانہ۔ دُنیا

جگا جوت : دُنیا کو روشن کرنے والا

جگتر : تمام دُنیا

جگ دِشت : دُنیا کی نظر

جگ مگ : روشن

جم : ہمیشہ

جمارے : ہمیشہ

جمھار : جمار۔ ہمیشہ

جَن : آدمی

جلانکور : پانی کی کرکھ۔ سیپی

جناور : جانور

جنائے : (جتانا۔ ظاہر کرنا) ظاہر کئے۔ بتائے

جنے : جو

جوت : روشنی

جوڑی جئے : جوڑئے۔ اکٹھا کیا جائے۔

جوگ : لائق

جوئی : جو بھی

جوئیں : جو

جوسی : عقلمند۔ جستجو کرنے والے۔ غور و فکر کرنے والے

جھار جھار : نثار۔ قربان

جھانپ لے : چھُپالے

جھانپنا : چھُپانا۔ ڈھانکنا

جھانپی : (جھانپنا۔ ڈھکنا) ڈھکی

جھرے : گھسے۔ داخل ہو

جھنگڑ: جھگڑا
جھونٹ کر: جھوٹ سمجھ کر
جبھی: جو ہی۔ یہی
جے: جو
جیب: زبان
جیستا: جتنا
جیشتی: زیادتی
جیونی کر: (جیونی کرنا۔ زندہ کرنا) زندہ کرکے
جیو دین: جان دینے کے لئے، جان دینا
جیو لگ: ساری عمر تک
جیو لین: جان لینے کے لئے
جیوناں: جینا

چ

چاؤ: اشتیاق۔ شوق
چانپی: (چانپنا۔ دبانا) دبائے۔
چیت دھر: (چیت دھرنا۔ توجہ دینا) توجہ دے کر۔ خوشی کے ساتھ
چتُر: ہوشیار
چتری: نقاش۔ مصور
چترے: (چترنا۔ تصویر بنانا) تصویر بنائے۔
چڑی: چڑیا
چک: مچھ

چکل: گندے
چلواؤناں: چلوانا
چمتکار: کرامت۔ عجیب چیز
چمکتار: (چمتکار) کمال۔ عجیب چیز
چنت: فکر۔ سوچ
چنتیں: (چنتنا۔ غور کرنا۔ سوچنا) غور کریں۔ سوچیں
چند: چاند
چنڈال: کمینہ۔ بدذات
چنگی: چنگاری
چوڈول: ڈولا۔ سنگھاسن
چوکے: چوکے
چوکھنڈ: چاروں طرف
چھات: چھاتی۔ سینہ۔ چھت
چھاچھا: چھاچھ (دودھ کی)
چھماس: چھ مہینے
چھند: فریب
چھند پند: فریب۔ عیاری
چھوڑسی: چھوڑے گا۔ چھوڑتا ہے
چھوندھر: (چھوں دھر) چاروں طرف
چیرا: چیلا۔ مرید
چیریاں: کنیزیں

ح

حمت: ہمت، حوصلہ

د

دوار : دروازہ

داس : غلام

داسریاں : باندیاں

داکھ : انگور

دان : بخشش ۔ خیرات

دانت کڑریا : دانت پیسے

دَت : بخشش

دُت : چمک ۔ تیزی

دِکھا : دیکھا ۔ دکھاکر

ددھا : خوفزدہ ۔ ڈرا ہوا

دَر : دروازہ ۔ جگہ

دَرب : تکلیف ۔ دکھ

دَرباش : دُورباش

دِرِشت : نظر

دُرجن پنی : کمینگی

دروہ : دشمنی

دروہی : بُرا چاہنے والا ۔ دشمن

دِس : دیکھ کر

دِسادر : پردیس

دِس آتے : نظر آتے

دِسے : (دِسنا ، دکھائی دینا) دکھائی دے

دِشٹ : نظر

دُشٹ بھاؤ : بُرا خیال

دِشٹ تَل : نظر کے نیچے

دگ : پریشانی ۔ اُلجھن

دلک : دلق ۔ گدڑی

دنیو : سورج

دند : دُشمن ۔ دشمنی

دِہماں : پورا دن ۔ صبح سے شام تک

دُنہ : دونوں

دوار : دروازہ

دِوال : دیوار

دو بھار : دو حصے ۔ دو ٹکڑے

دُوت : قاصد ۔ سفیر ۔ ایلچی

دُوجا : دوسرا

دوچت : مذبذب

دوچِتّا : مذبذب ۔ دو خیالوں کے ساتھ

دُود : دُودھ

دودَھر : دو ٹکڑے ۔ دو طرف

دوس : بُرائی ۔ الزام

دوکھا : دوڑا

دوگن : دُگنا

دولنگی : دو غلا

دومُکھاسبد : دو منہ والا لفظ ۔ ذومعنی لفظ

دوھنی بکر : دودھ دینے والی بکری۔

دوئی : فرق

دوئے : دوسری مرتبہ ، دوسری بار ، دو

دھات : چیز ۔ مادہ۔

دھاک : ڈر

دھائے : (دھانا = دوڑنا) دوڑے

دھرت : دھرتی ۔ زمین ۔

دھرتی : دھرتی ۔ زمین

دھرن : دھرنا ۔ دھرنے کے لئے

دھرپی دھر : ہر جگہ ۔ ہر طرف

دھک دھک : دوڑ دوڑ

دھکسی : بھڑکتا ہے ۔ غصہ کرتا ہے ۔

دھن : عورت ۔ محبوب

دھن پات : عورت ذات ۔ بڑی رانی ۔ مہارانی ۔

دھنور بید : ایک علم کا نام

دھنی : مالک

دھنیں : دھنی ۔ مالک

دہوں : دونوں

دِلی : دی

دِیپے : (دیپنا = نظر آنا) نظر آئے

دیتی : دی

دیتے : (مصدر دینا کا ماضی مطلق) دئے

دیٹھ : نظر

دیٹھا : دیکھا

دیس : وطن

دیس : دن

دینہار : دینے والا

دیسنتری : جلا وطن

دیسے : (دیسنا = دکھائی دینا) دکھائی دے

دیکھیں : دیکھنے سے

دین : دینا

دیوا : چراغ

دیورا : دیا ۔ چراغ

ذیہہ : دے ۔ دیتا ہے

ڈ

ڈاین : چڑیل

ڈُلے : (ڈُلنا = ہلنا) ہلے

ڈنبر : دھوم دھام ۔ کشادہ

ڈنڈوت : تسلیم ۔ کورنش

ڈوہ : (ڈھونا) ڈھو

ڈھانکیا : ڈھانکا ۔ چھپایا ۔

ر

راتوا : رات

راج بند : قیدی ۔ غلام

راج تھل : راج گدی

راج دل : شاہی فوج ۔ رعایا

راکھ : (راکھنا = رکھنا) رکھ

راکھنیں : رکھنے کے لئے

راماں : راماتن ۔ داستان

رانیں : رانی

راواں : طوطا

راوت : شہنشاہ ۔ مہاراجہ

رادہ : راجہ

رائے : راجہ

رائے جوگ : بادشاہ کے لائق

رائے دَل : شاہی فوج

رت بھید : ایک علم کا نام

رتن : موتی

رُچ : خواہش

رچاوے : سجائے ۔ بنائے

رَچنہار : بنانے والا ۔ خالق

رَچیا : (رچنا ، مصدر ، پیدا کرنا ۔ بنانا) پیدا کیا ۔ بنایا۔

رُک : درخت

رکت : خون

رُکھ (روکھ) درخت ۔ پیڑ۔

رکھپال : محافظ۔

رَلی : کھیل

روچند : حیرانی کی بات

رُوم : سلطنتِ روما

رنواس : محل سرا

روپ بھان : حسن کا سورج

روج : روگ ۔ بیماری

روچند : حیرانی کی بات

روگ : بیماری

روندھتی : (روندھنا ۔ کچلنا) کچلتی

رُوی : سورج

رَہس : کھیل کود ۔ اختلاط

رَہس ناری کیا : عورت سے اختلاط یعنی زنانی سے ملا

رَہسی : رہے گا

رہنہار : رہنے والا

رِیت : طریقہ ۔ قاعدہ ۔ دستور

رِیس : طریقہ ۔ تقلید۔

ذ

ذنب : ایک غیر مرئی ستارہ کا نام ہے جس کا مقام قطب جنوبی میں ہے ۔ دُم دار ستارہ

س

سات : ساتھ

ساچا : سَچا

ساد : (سواد) مزہ ۔ لطف

سار : طرح

ساسان جم : ساسانی بادشاہ جمشید

ساک : ساکشی ۔ گواہ

ساکھ : سمجھ ۔ قیاس کر ۔ دوستی ۔ نصیحت

ساکھ ہو کر : (ساکھ ہونا ۔ تصدیق ہونا) تصدیق ہو کر ۔ سچائی کے ساتھ

سال : تکلیف

سانجھ : سمجھ ۔ خیال کر۔

سانچ : سچ ۔ سچائی کے ساتھ

سانچسی : سچ مچ

ساندرے ساندرے : آہستہ آہستہ

ساہ : ساہوکار

سبد : لفظ

سُبُدھ : عقلمند

سُبُدھی : عقلمند

سبھالوک : دربار عام

سبیت : عمدہ

سَپت : سارا۔ سارے

سَپت : سات۔ ہفت۔

سمپورن : تمام۔ کامل۔ پورا

ست : سچ۔

ستاہت : سچائی

ست بھید : ایک علم کا نام

ستّھر : فنا۔ برباد

ستونت : سچّا

ستال : چھینک

سُجات : عالی نسل

سُجان : عقلمند

سچوتی : سچائی۔ راستی

سدھ : نصیحت۔ عقل کی بات۔ خدا رسیدہ لوگ

سدھ ساچے : عقلمند اور سچے

سُدھ لیڈلی : (سُدھ لینا : راستہ لینا) راستہ لوں۔

سُدھال : خوش وضع

سراہ : سراہنا۔ تعریف کرنا۔

سرب : تمام۔ ہر ایک۔

سَرپ : سانپ، رینگنا

سرجیا : (سرجنا : پیدا کرنا) پیدا کیا۔

سرشت : پیدا کیا

سرکھنڈ : پیشانی

سُرگ : (سورگ) جنّت

سُرنگ : خوش رنگ

سروپ : خوبصورتی

سَری : سَر

سَرے : (سرنا : مناسب ہونا، سزاوار ہونا۔ لائق ہونا)

مناسب ہو، لائق ہو، سزاوار

سرے : (سرنا : مکمل ہونا، پورا ہونا) مکمل ہو۔

پورا ہو۔

سریا : (سرنا : پیدا کرنا) پیدا کیا۔ انجام پایا۔

سریر : جسم۔

سسا : چاند

سستر : شستر

سکال : تمام

سکت : طاقت

سُکرت : اچھا کام

سُکھی : خوش

سُل : بھالنس

سِلک : عزت سلوک

سلکی : (سنگی) مجلسی ۔ درباری ۔ صاحب عزت

سلگی : مجلسی ۔ درباری

سِلے : (سلنا ؛ چھبنا) چبھے

سمند : سمندر

سُنا : سونا ۔ قیمتی دھات

سُنار : حسین عورت

سنتر : ستر

سنجا : سنجھا ؛ شام تک

سنجری : بادشاہی

سنجوگ : مرتبع ۔ اتفاق

سنجریا : پھیلا

سندیہہ : شک

سنکھپال : ایک قسم کا ہتھیار

سنگ : سنگت

سنگہ : سنجیر

سنگھات : سنگت ۔ ساتھ

سنگھاسن : تخت ۔ پالکی ۔

سنمکھ :
سن مکھ : } سامنے

سُنا : سونا ۔ مشہور قیمتی دھات

سُنن ہار : سننے والا

سنتور : طریقہ ۔ طرح ۔ ڈھب

سنوریا : محبوب

سنبھاریا : یاد کیا ۔ سنبھالا

سو : وہ ۔ تو

سودھئے : سودھنا ۔ جستجو کرنا ۔

سُور : ۱ بہادر ۲ سورج

سُوکس : خشکی ۔

سوکپن : رقابت

سوکھے : سکھائے

سوکھہ : شکھ ۔ خوشی

سوکی : سوکھی

سُول : درد ۔ تکلیف ۔ سولی ۔ کانٹا

سولادے ۔ سُلادے

سول : (سو) وہ

سول : قسم

سوہار : مناسب

سوہائی ہوئی : ایسا ہی ہوا

سوہے : بھائے ۔ پسند ہو ۔

سُہار سکے : برداشت کر سکے

سہائی : ایسی ہی

سہس : ہزار

سہنسر پایئے : ہزار پا ، کنکھجورا

سُہن : عمدہ

سیہنڈ : سینڈ ۔ ایک خاردار جھاڑی

سیہے : زیب دے ، اچھا معلوم ہو ۔ زیبا

سیاناں : عقلمند ۔ ذی فہم ۔ سمجھدار

سیت : سردی

سیتی : سے

سیتیں: سے
سیس: ستر
سیندوری کرون: حیاتی کرون
سینک: تنکا
سیو: سیوا۔ خدمت
سیوا دھرون: خدمت کرون
سیوٹ: آخر۔ نتیجہ۔ کامیاب۔ انتہا۔ حد درجہ
سیوگی: غلام

ش

شنک: شک و شبہ
شنکا: شک و شبہ

ط

طبیلا: طویلہ

غ

غلولے: گولے

ق

قِفا: پیچھ

ک

کابڑی: کپڑے والا۔

کالپسترا: زیب۔ دھوکا۔
کات: تعوذ
کاترائی: مشکلات۔ الجھنیں
کانٹ: کاٹ
کاج: کام
کاڑ: (کاڑنا۔ نکالنا) نکال
کاڑھوں: (کاڑھنا۔ نکالنا) نکالوں
کال: کل
کانپ: بانس یا لکڑی کی پتلی سی کھپچی
کانکرا: کنکر
کانون: قانون
کاوڑی: بزدل
کبُدھی: بے وقوف
کبَل: کم طاقت۔ کمزور
کبی: کبھی
کپال: پیشانی۔ بستر
کپٹ: دغابازی
کپٹ بھاؤ: بدنیتی
کِت: کہاں
کُتا: کُت
کِت انگ: کس طرح
کتک: کتنے
کجات: کم ذات

کچان : بے وقت
کھجورا : کنکھجورا
کچھ : کچھ
کچھو : کچھ
کدل : طاقتور
کدھیں : کبھی
کڈھنگ : بداطواری
کرت : کام
کرتار : خالق
کرچے : (کرچنا) کم ہونا، کم ہو
کرسوں : کروں۔ کرسکتا ہوں
کُرنگ : بُرا رنگ
کرن ہار : کرنے والا
کریں : کر
کساؤ : پسینہ
کسپٹ : کچرا۔ کثافت
کستوری : مُشک
کسمل : تکلیف۔ دُکھ
ککڑ : مُرغا
کلپ : قوّتِ مردی کی دوا
کل کل ہونا : شور شرابا
کلنتر : خدا، قادرِ مطلق
کلنگ : سپاہی
کلہ : کلاہ، تاج۔ ٹوپی
کمن : کیس

کن : کان
کناسی : وحشت
کنبلی : کملی
کنبھال : کمہار
کنجال : (کنجال) کائی
کنجہ کرن : ہندوستان کے ایک قدیم راجہ کا نام
کندم کردن : روشن کردن
کندوری : دسترخوان۔ فاتحہ کا کھانا
کُنڈل : گھیرا۔ حلقہ
کنشٹ : (کنشٹھ) سب سے چھوٹا۔ ادنیٰ
کُنک : گیہوں۔ ذرّہ
کنور : شہزادہ
کوبھیس : بُرا حال۔ بدحال
کوپ : غصّہ۔ رنجش
کوپ بھاؤ : غصّے سے
کوِت : کبت۔ شعر
کُوتا : کُتّا
کوترا : کُتّا
کُوتک : بُرا کام
کُوتے : کُتّے
کوٹ : کوٹ کر۔
کوچریاں : گلی کوچے
کوڈھا : ٹیڑھا
کوڑبانی : احمقانہ بات۔ جھوٹی بات
کول : قول۔

کوَنْ : کَون
کوہ : کنواں
کوئے : کوئی
کویسن : جستجو کرنا
کہ : یا
کھان : کان ۔ ذخیرہ
کھاندے : کاندھے (واحد کاندھا)
کھانڈ : کھنڈ ۔ حصّہ
کھپر : ٹکڑا
کھپر : پیالہ ۔ کچکول
گھپند : گہری تاریکی
کھتر : کھتا
کھتری : بہادر ۔ سپہ چیلن
کھڑگ : تلوار
کھڑگ دھاد : تلوار کا دھنی
کھڑگ گھاؤ : تلوار کا زخم
کھگل : بے جان
کھن : کھانا
کھند : (کندھا) کندھا
کھنڈا : (کھانڈا) تلوار
کہنہار : کہنے والا
کھورس کیا : مار ڈالا
کھوٹ : بُرائی ۔ نقصان

کھونٹ : کنارہ ۔ طرف
کے : کر
کیتا : کیا
کھیدی : (کھیدنا ۔ نکالنا ۔ مار بھگانا) مار بھگائی
کیرا : کا
کیری : کی

گ

گادھرا : گدھا
گاڑھ (گاڑھنا ۔ گاڑنا ۔ بلند کرنا) بلند کرے
گال : گالی ۔ بول ۔ بات
گانٹ : گانٹھ
گانٹھ دینا : گرہ لگانا
گانڈا : گنا
گپت : پوشیدہ ۔ خفیہ
گپتار : پوشیدہ ۔ خفیہ
گج : ہاتھی
گج بھار : ہاتھی کا بوجھ
گدلا : میلا ۔ ناراض ۔ بدلا ہوا
گراس : نوالہ ۔ لقمہ
گرب : غرور ۔ خود بینی
گرڈ : ایک جانور جو ہندوؤں کے خیال میں وشنو کی سواری میں تھا
گرڈوا : بہادر ۔ گراں ڈیل

گسائیں: آقا۔ مالک
گگن: آسمان
گن: گُن
گجوڑ: مل کر
گمن: جانا
گن اَوگن: نیکی بدی۔
گند: (گندھ)؟
گندا: ناچیز۔ حقیر۔
گنوارہ: جاہل۔ بے وقوف۔ گنوار
گُو: فضلہ۔ پاخانہ
گوت: قبیلہ
گوڑ: گور۔ جسم
گون پال: گوپال۔ کرشن کا لقب
گھات: داؤ۔ نقصان
گھاتکی: گھات کرنے والا۔ نقصان رساں
گھال: (گھالنا۔ چھوڑنا۔ ڈالنا) ڈال۔ چھوڑ۔ ڈال کر
گھالیں: (گھالنا۔ ڈالنا) ڈالیں۔ رکھیں
گھاؤ: زخم
گھٹ: کم، کمی
گھٹنات: فکر۔ اندیشہ
گھروس: (گھروسنا۔ گھسیٹنا) گھسیٹ کر
گھرے: آ مانگے۔ چاہے۔
گھڑی: وقت۔ پل
گھن: آسمان
گھناتے: بڑھائے۔ زیادہ کرے۔

گھن مٹا: چرچا
گھنٹ: گھٹ۔ دل
گھنی: زیادہ۔ بہت
گہوں: وقت
گیان: دانائی۔ عقل۔ فہم

ل

لاب: نفع
لاکھ: فائدہ
لانپ جھانپ: اختلاط
لاؤ: لایا، لائے
لاہ: فائدہ۔ نفع۔ لالچ
لک:
لک لک: لق لق۔ ایک آبی پرندہ
لکھا کھوں: لاکھوں
لکھن: لکھیں
لگ: تک
لگ لگ: لق لق۔ ایک آبی پرندہ
لگوں: تک
لُوپ: چھپا کر
لُوپ گیا: (لوپ جانا۔ چھپ جانا) چھپ گیا
لُوچ: تکلیف۔ رنج
لوچ: حلق سے اُتارنا۔ نگلنا
لوڑے: (لوڑنا۔ خواہش کرنا) چاہے، خواہش کرے۔
لوک: دنیا۔ مخلوق

لون : نمک

لوہ : لوہا

لوہال : لوہار

لبھے : قیمت

لیجئے : لیا جائے

لیک : لکھ

لیکھ : حساب

لیکھیا : (لیکھنا = لکھنا) لکھا۔ شمار کیا

لینیں : لینے

لیوں : لوں

لیہ : لے۔ لیتا ہے

م

ماٹ : مٹکا۔ برتن

مائی : مٹی

مادھی : مادہ

مارت گیا : مارا گیا

مارگ : راستہ

ماس : مہینہ۔ گوشت

ماکھی : شہد

ماگ : (مارگ) راستہ۔ طرف

مانک : موتی

مانہہ : (تلفظ ماں) میں

ماؤ : سماتا

مائی : ماں

مائے : ماں

میت : میتر۔ دوست

مت : عقل

مچھندر : تندرست و توانا

مد : شراب

مُدرا : علامت۔ نشان

مدھر : میٹھا

مرجاد : حد

مرن : مرنا

مرو : مرے

مس : روشنائی

مشالا : مشعل

مکٹ : تاج

مکٹھن : تاج

مکھ : منہ

مکھ پانین : (مکھ پانی) آبرو۔ عزت

من : دل۔ جی۔ باطن

من بھگیا : دل ٹوٹ گیا۔ نفرت ہوگئی

منج تے سرے : مجھ سے برداشت ہو

منجھار : بیچ میں۔ درمیان

منڈان : کائنات۔ منظر

مسندر : محل

مندھر : مسندر

منکا : (من کا) دل کا

من لوپت : دل میں پوشیدہ

من لوب : دل میں لالچ

منوکت : روح - باطن - جو دل میں ہو

مَنہ : میں

موا : مرا

موت : مرنا

موٹ : مُشت - مُٹھی

موٹھ : مُٹھی

مُورک : مُورکھ - نادان

مول : قیمت - مول - جڑ

موہ : محبت - لالچ

مہاں بل : بڑی طاقت والا

مہریا : ہماری

میالوپ : پوشیدہ مہربانی

میاں : مہربانی

میترپنا : دوستی

میراج : میرا ہی "ج" تاکیدی

میگ : بادل

مِین : ادنیٰ - ذلیل - کم درجہ کا -

ن

نابات : (نبات) مصری

نات : (ناتھ) مالک - سوامی

ناد : آواز

ناگر : باشندہ - ہوشیار

ناؤ : نام

نایک : سردار - سرہنگ - فوجی افسر

نِت : ہمیشہ

نچائے : نہ چاہیے

نچھوڑی جئے : نہ چھوڑیے

نِدان : آخرکار - انتہا -

نرادھار : بے سہارا

نراسی : نااُمید

نرجیو : مُردہ

نردھار : بے سہارا

نِرَس : پھیکا - بے مزہ - خراب

نَرک : دوزخ

نرملا : صاف

نِروپ : جس کا کوئی روپ نہ ہو

نِس : رات

نسنگ : بے تعلق - جُدا

نکت : (نکھت) آخرکار

نکرسوں : نہ کروں گا

نکو : نہیں

نکھ : ناخن

نِکھنڈ : مکمل

نچنت : مطمئن - اطمینان کے ساتھ

نوکھنڈ : تمام دُنیا

نونو : غرور۔

نھاں : ننھا۔ چھوٹا

نھیں : ننھا۔ چھوٹا

نوار : نبیڑ۔ ختم

نواؤ : (نوانا۔ جھکانا) جھکاؤ

نُول : عجیب۔ انوکھا

نھاس : (نھاسنا۔ بھاگنا) بھاگ

نہ سر ہو کپاس : نہ سر روئی کی طرح سفید ہو

نہوسی : نہوگا۔ نہیں ہوتا

نیاؤ : انصاف

نیب : نیم

نیٹ : صاف۔ استقلال

نیر : پانی

نیڑے : نزدیک۔ پاس

نیکا : عمدہ

و

واج : تیزی

وادو : بات

وارتا : خبر۔ کیفیت۔ افواہ۔ بات

وِراس : بدمزہ۔ بے ذائقہ

ورام : آرام

ورتمان : زمانۂ موجودہ۔ حال

ورشتی : بارش

وک : بگلا۔ سفید

وندی : قیدی

ونس : جنس۔ خاندان

ویرا : جدا

ویل : وقت۔ گھنٹہ

ہ

ہارسی : ہارتا ہے۔ ہارے

ہاک : (ہانکنا۔ شور کرنا) شور ہنگامہ

ہان : نقصان

ہانک : تجلی

ہت : ہاتھ

ہتّ پن : ہمدردی

ہتو : ہمدردی

ہتونت : مہربان۔ دوست

ہری : لاج۔ شرم

ہست : ہاتھ۔

ہمیں : جسم

ہنڈول : (ہنڈنا۔ گھومنا مارا مارا پھرنا) مارا مارا پھروں۔

ہنکار : (ہنکارنا۔ بلانا) بلا کر لا۔

ہنکاری : بلاتا ہے۔ بلاوے

ہنکارن کردن : بُلاوَن
ہنکاریا : (ہنکارنا ، بلانا ۔ پکارنا) بلایا ۔ پکارا
ہنگ : طریقہ
ہُنمان : ہنومان جی ۔ ہندوؤں کا ایک دیوتا
ہول : چِتا
ہَوں : میں
ہیاں : دِل
ہیم جات : سونا
ہین : ادنیٰ ۔ حقیر

ہیوہ : شوق ۔ محبت
ہئیں : دِل ۔ باطن

ی

یتنی : اِتنی
یتی : اتنی
یَشَ : شہرت ۔ ناموری
یکس : ایک
یکنگ : ایک ساتھ ۔ ہم صحبت
یَہی : یہی

ضمیمہ نمبر ۱

تعارف
سلاطینِ بہمنی

پہلا بادشاہ : علاء الدین حسن بہمن شاہ — ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء — ۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء

مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" میں جو اشعار "مدح سلطان علاء الدین بہمنی نور اللہ مرقدہ" کے عنوان کے تحت ملتے ہیں وہ اسی بادشاہ کی شان میں لکھے گئے ہیں۔ یہ بادشاہ بہمنی سلطنت کا بانی ہے۔ تاریخوں میں مذکور ہے کہ یہ علاء الدین خلجی کے مشہور سپہ سالار ظفر خاں کا بھانجا تھا جو ۶۹۸ء میں منگولوں سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا اور خلجی خاندان کے خاتمے کے بعد اس کا خاندان افلاس کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ خاندان ملتان میں آباد تھا۔ بھانجے کا نام بھی ظفر خاں تھا جو تلاشِ معاش میں ملتان سے دہلی آیا اور اپنی صلاحیت، محنت اور فہم و فراست سے ترقی کرتے کرتے امیر صدہ بن گیا۔ جب امیرانِ صدہ محمد تغلق کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے تو اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں ظفر خاں پیش پیش تھا۔ محمد تغلق کی شکست اور امیرانِ صدہ کی کامیابی کے بعد ۱۳۴۷ء میں پہلے اسمٰعیل مخ ناصر الدین شاہ کے لقب سے تختِ سلطنت پر متمکن ہوا لیکن دو سال بعد امیرانِ صدہ نے ظفر خاں کو بادشاہ منتخب کر لیا جو علاء الدین حسن بہمن شاہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا اور بہمنی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ علاء الدین حسن بہمن شاہ ایک علم دوست بادشاہ تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے : محمد خاں، داؤد خاں، احمد خاں، محمود خاں۔

دوسرا بادشاہ : محمد شاہ — ۷۵۹ھ / ۱۳۵۸ء — ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء

محمد شاہ ایک اچھا منتظم اور صاحبِ تدبیر بادشاہ تھا۔ اس نے نہ صرف سلطنت کے انتظام کو مستحکم کیا بلکہ دستورِ سلطنت بھی بنایا۔ اس کے وزیر اور خسر سیف الدین غوری نے "نصائح الملوک" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ مجاہد شاہ اور فتح خاں۔

تیسرا بادشاہ مجاہد شاہ — ۷۷۶ھ / ۱۳۷۵ء — ۷۷۹ھ / ۱۳۷۸ء

انیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کی مدتِ سلطنت صرف تین سال ہے۔ داؤد شاہ نے سازش کر کے

اسے قتل کرادیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔

چوتھا بادشاہ: داؤد شاہ ۷۷۹ھ/۱۳۷۸ء — ۷۷۹ھ/۱۳۷۸ء

چاہ کندن را چاہ در پیش۔ ابھی سلطنت کرتے ایک ماہ پانچ دن ہی گزرے تھے کہ مجاہد شاہ کی بہن روح پرور آغا نے اسے قتل کرادیا۔

پانچواں بادشاہ: محمد شاہ ثانی ۷۷۹ھ/۱۳۷۸ء — ۷۹۹ھ/۱۳۹۷ء

یہ علاء الدین حسن بہمن شاہ کے بیٹے محمود خاں کا لڑکا تھا۔ اس کے دورِ حکومت میں بہمنی سلطنت نے بہت ترقی کی۔ امن و امان قائم رہا۔ فضل اللہ انجو اس کے استاد تھے۔ اس بادشاہ کے زمانے میں بہت سے علماء دکن میں جمع ہوگئے تھے۔ اسی کے زمانے میں حافظ شیرازی کو بھی دکن آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن وہ سمندر کے طویل سفر کی وجہ سے نہ آسکے۔ اور شکریہ کے طور پر ایک غزل لکھ کر بھیج دی جس کے صلے میں ایک ہزار اشرفیاں حافظ شیرازی کو بھجوائی گئیں۔ حافظ کی غزل کا مطلع یہ ہے:

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد ٭ مے بفروش دلق ماکزیں بہتر نمی ارزد

محمد شاہ ثانی کے دو بیٹے تھے۔ غیاث الدین اور شمس الدین۔

چھٹا بادشاہ: غیاث الدین ۷۹۹ھ/۱۳۹۷ء — ۷۹۹ھ/۱۳۹۷ء

سازش سے شراب پلاکر، اسے اندھا کر دیا گیا۔ مدتِ سلطنت ایک ماہ بیس روز ہے۔

ساتواں بادشاہ: شمس الدین ۷۹۹ھ/۱۳۹۷ء — ۸۰۰ھ/۱۳۹۷ء

پانچویں بادشاہ محمد شاہ ثانی کا دوسرا بیٹا۔ اسے فیروز شاہ نے اندھا کر کے قلعہ بیدر میں قید کر دیا۔

آٹھواں بادشاہ: فیروز شاہ ۸۰۰ھ/۱۳۹۷ء — ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء

یہ علاء الدین حسن بہمن شاہ کے لڑکے احمد خاں کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کا دوسرا بھائی احمد شاہ ولی بہمنی ہے۔ محمد شاہ ثانی نے ان دونوں بھائیوں کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا تھا۔ میر فضل اللہ انجو ان کے معلم تھے۔ خود بھی عالم تھا اور علماء کا قدردان بھی۔ شاعر بھی تھا اور عرفی و فیروزی تخلص کرتا تھا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اسی کے عہد میں (۸۱۵ھ / ۱۴۱۳ء) میں گلبرگہ تشریف لائے۔ ۱۴۰۱ء میں فیروز شاہ نے تقی الدین انجو کی قیادت میں تیمور لنگ کے پاس سفارت بھیجی۔ جواب میں تیمور نے

فیروز شاہ کو تحفے بھجوائے اور تحریری فرمان کے ذریعہ دکن، گجرات اور مالوہ فیروز شاہ کو عطا کئے۔ فیروز شاہ کے دو بیٹے تھے، حسن خان اور مبارک خان

نواں بادشاہ: شہاب الدین احمد شاہ ولی بہمنی ۸۲۵ھ / ۱۴۲۲ء — ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء

حضرت گیسو دراز نے فرمایا تھا کہ فیروز شاہ کے بعد احمد خاں بادشاہ ہوگا۔ فیروز شاہ اپنے بیٹے حسن خاں کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا اور احمد خاں کو اندھا کر دینا چاہتا تھا۔ دونوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ فیروز شاہ ہار گیا۔ احمد خان احمد شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اسی مہینے فیروز شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اسی سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط پڑا۔ دوسرے سال بھی قحط کے آثار نمودار ہوئے اور انسان و جانور بھوک سے مرنے لگے۔ سب نے دعائیں کیں جو بے اثر رہیں۔ بادشاہ نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر نماز استسقا ادا کی اور گڑگڑا کر دعا مانگی۔ اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور چھم چھم مینہ برسنے لگا۔ اس واقعہ کے بعد سے وہ عوام میں احمد شاہ ولی کے نام سے مشہور ہوا۔ زندگی میں سب اس کی ولایت کو مانتے تھے۔ مرنے کے بعد زندگی سے زیادہ اس کی ولایت کی قدر کرنے لگے۔ یہ ایک ذی علم بادشاہ تھا۔ اسی کے زمانے میں گلبرگہ کے بجائے بیدر کو ۱۴۲۹ء میں پایۂ تخت بنایا گیا اور اسی بادشاہ کے زمانے میں فخر دین نظامی نے اپنی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" تصنیف کی۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ مثنوی بیدر ہی میں لکھی گئی۔ اس عہد کے ایک بڑے شاعر شیخ آذری نے "بہمن نامہ" لکھنا شروع کیا۔ احمد شاہ حضرت نعمت اللہ کا بھی معتقد تھا۔ اسی کی درخواست پر انہوں نے اپنے پوتے شاہ نور اللہ ابن شاہ خلیل اللہ بت شکن کو بیدر روانہ کر دیا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد شاہ خلیل اللہ بت شکن بھی تشریف لے آئے۔ بادشاہ نے ان کے بیٹوں شاہ نور اللہ اور شاہ حبیب اللہ سے اپنی بیٹیاں بیاہ دیں۔ اس کی مدت سلطنت ۱۴ سال ہے۔ احمد شاہ ولی بہمنی کے تین بیٹے تھے: علاء الدین، محمد خاں اور داؤد خاں۔

دسواں بادشاہ: علاء الدین احمد شاہ ثانی ۸۳۹ھ / ۱۴۳۵ء — ۸۶۲ھ / ۱۴۵۸ء

اس بادشاہ کی مدت سلطنت سترہ سال ہے۔ دکنی و غیر دکنی کے درمیان کش مکش کا سلسلہ اسی بادشاہ کے زمانے میں شروع ہوا اور اسی تفرقہ کی بنا پر سلطنت میں ضعف پیدا ہو گیا جو آئندہ رنگ لایا اور یہ عظیم سلطنت پارہ پارہ ہو کر پانچ سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ ہمایوں، حسن خان اور یحییٰ خاں۔

گیارھواں بادشاہ: ہمایوں شاہ ۸۶۲ھ / ۱۴۵۸ء — ۸۶۵ھ / ۱۴۶۱ء

اس بادشاہ کی مدت سلطنت چار سال ہے۔ یہ بہت ظالم و جابر بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو قید میں ڈال دیا۔

بیدر کی بغاوت میں کوتوال کو لوہے کے پنجرے میں بند کر کے ہر روز اس کا ایک عضو کاٹا گیا۔ دوسرے باغیوں کو درندوں کے سامنے ڈلوایا گیا۔ اپنے بھائی حسن خاں کو شیر کے سامنے ڈلوا دیا اور خود محل کے بالاخانے پر بیٹھا تماشا دیکھتا رہا۔ اس نے بہمن شاہ کی تمام اولاد کو بھی ایک ایک کر کے قتل کرا دیا۔ شاہ حبیب اللہ اسی کے زمانے میں شہید ہوئے۔ اس کے مرنے پر لوگوں نے خوشیاں منائیں۔ کسی شاعر نے کہا،

ہمایوں شاہ مرد درست عالم ٭ تعالیٰ اللہ زہے مرگ ہمایوں

اس کے تین بیٹے تھے ؛ نظام شاہ، محمد شاہ اور احمد شاہ

بارھواں بادشاہ : نظام شاہ $\frac{\text{۸۶۵ھ}}{\text{۱۴۶۱ء}}$ $\frac{\text{۸۶۷ھ}}{\text{۱۴۶۳ء}}$

تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۸ سال تھی۔ خواجہ جہاں ترک اور خواجہ محمود گاواں، ہمایوں شاہ کی وصیت کے مطابق، نگراں بنائے گئے اور اس کی بیوی مخدومہ جہاں (والدہ نظام شاہ) مشیر خاص مقرر کی گئی۔ اس بادشاہ کی مدت سلطنت صرف دو سال ایک ماہ ہے۔

تیرھواں بادشاہ : محمد شاہ لشکری $\frac{\text{۸۶۷ھ}}{\text{۱۴۶۳ء}}$ $\frac{\text{۸۸۷ھ}}{\text{۱۴۸۲ء}}$

اپنے بھائی نظام شاہ کی وفات کے بعد ۹ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ خواجہ جہاں، خواجہ محمود گاواں اور مخدومہ جہاں پہلے کی طرح کام کرتے رہے۔ اس کی تعلیم کا معقول انتظام کیا گیا تھا۔ اس کا دور سلطنت بہمنی سلطنت کا بڑا دور شمار ہوتا ہے۔ لیکن فرقہ وارانہ کشمکش زہر کی طرح ساری سلطنت کے رگ و پے میں سرایت کرتی رہی اور اس کے تدارک کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ خواجہ محمود گاواں ساری سلطنت کو سنبھالے ہوئے تھا۔ سیف الدین غوری کے بعد محمود گاواں بہمنی سلطنت کا دوسرا بڑا وزیر تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی سے اس کی خط و کتابت تھی۔ محمد شاہ نے سازشیوں کے بہکانے پر محمود گاواں کو $\frac{\text{۸۸۶ھ}}{\text{۱۴۸۱ء}}$ میں قتل کرا دیا اور اسی کے ساتھ بہمنی سلطنت کے در و دیوار بھی گرنے لگے۔

چودھواں بادشاہ : محمود شاہ $\frac{\text{۸۸۷ھ}}{\text{۱۴۸۲ء}}$ $\frac{\text{۹۲۴ھ}}{\text{۱۵۱۸ء}}$

محمد شاہ کا بیٹا محمود شاہ تقریباً بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کے زمانۂ سلطنت میں صوبے دار طاقت پکڑنے لگے اور سلطنت کی مرکزیت کمزور پڑنے لگی۔ جگہ جگہ بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس بادشاہ کی مدت سلطنت ۳۷ سال ہے لیکن آخری دنوں میں وہ صوبے داروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا تھا۔

پندرھواں بادشاہ:	احمد شاہ ثالث	۹۲۴ھ / ۱۵۱۸ء	۹۲۷ھ / ۱۵۲۱ء
سولہواں بادشاہ:	علاء الدین شاہ سوم	۹۲۷ھ / ۱۵۲۱ء	۹۲۸ھ / ۱۵۲۲ء
سترھواں بادشاہ:	ولی اللہ	۹۲۸ھ / ۱۵۲۲ء	۹۳۱ھ / ۱۵۲۵ء
اٹھارواں بادشاہ:	کلیم اللہ	۹۳۱ھ / ۱۵۲۵ء	۹۳۴ھ / ۱۵۲۷ء

یہ سب کٹھ پتلی بادشاہ تھے۔ صوبے دار کم و بیش خود مختار ہو چکے تھے۔ ان کی مدتِ سلطنت علی الترتیب دو سال ایک ماہ، ایک سال تین ماہ، تین سال اور تین سال ہے۔

اور اس طرح وہ دریا جو علاء الدین حسن بہمن شاہ کے زمانے میں چڑھنا شروع ہوا تھا فرقہ وارانہ کش مکش و نفرت، ملکی و غیر ملکی کے جھگڑوں، بادشاہوں کی عیاشی، کردار کی پستی اور ظلم و جبر کے باعث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خشک ہو گیا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

ضمیمہ نمبر ۲

شخصیات
(جن کا ذکر مثنوی میں آیا ہے)

۱- محمد صلی اللہ علیہ وسلم شعر نمبر ۳۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کے خاندان کا سلسلہ حضرت ابراہیمؑ سے ملتا ہے۔ آپ ان کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؐ کا تعلق عرب کے معزز قبیلہ قریش کی ایک اہم شاخ بنو ہاشم سے تھا۔ آپؐ کے والدِ ماجد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ والد کی وفات کے چار ماہ بعد پیدا ہوئے۔ ابھی چھ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور جب آٹھ سال کے ہوئے تو دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔ دادا کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے پرورش کی۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ سے عقد ہوا اور اسی زمانے میں آپ غارِ حرا میں جا کر شب و روز عبادات میں مصروف رہنے لگے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیلؑ نے رسالت و پیغمبری کی بشارت دی۔ رسالت سے پہلے بھی آپ پاکباز، صادق اور امین مشہور تھے۔ چنانچہ صفا کی چوٹی پر کھڑے ہو کر جب آپ نے اہلِ قریش کو پکارا اور سب جمع ہو گئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر ایک لشکر جرار جمع ہے اور تم پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ ہے تو کیا تم مجھ کو صادق سمجھو گے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تجھ کو "الصادق الامین" پایا ہے تو جو کچھ کہے گا حق اور صداقت پر مبنی ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے دعوتِ اسلام دی اور ان کی زندگی کا وہ دور شروع ہوا جو تکالیف و مصائب سے پُر ہے۔

آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں جن پر کلامِ الٰہی وحی کی صورت میں نازل ہوا۔ قرآن رشد و ہدایت ہے؛ محمدؐ راشد و ہادی۔ قرآن نے جو کچھ کہا محمدؐ نے اس کو کر دکھایا۔ آپ کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ تھی۔ آپؐ نے قرآن کے ذریعہ عقیدۂ توحید پر روشنی ڈالی جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ ایک ایسی ہستی کا نام ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی اس کا ہمتا و ہمسر۔ توحید کے ساتھ رسالت کے بنیادی عقیدہ کی اصلاح کی اور بتایا کہ تعلیم کے لیے معلّم کی شخصیت کا بڑا دخل ہے۔ انسان نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا بلکہ بشر اور انسان ہے۔ قرآن کی تیسری بنیادی اصلاح یومِ آخرت ہے کہ جب ہر انسان کے اعمال کا حساب ہو گا اور انسان اپنے کردار کی جزا و سزا پائے گا۔ اسی کو یوم القیامہ یا یوم الحساب کہتے ہیں۔ نبوت کے تیرہویں سال میں آپؐ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ اس سے کچھ عرصے پہلے آپؐ معراج پر تشریف لے جا چکے تھے۔ اور معجزہ شق القمر بھی مکہ معظمہ ہی میں ظہور میں آ چکا تھا۔ ہجرت کے بعد انؐ کا پیغام

اور دینِ اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور اسی کے ساتھ مختلف جنگوں کا آغاز ہوا جن میں سے جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ خندق وغیرہ آنحضرتؐ کی زندگی کی اہم جنگیں ہیں۔ ۱۱ھ میں وفات پائی۔[1]

آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے جس کا ہر واقعہ محفوظ ہے۔ ثابت قدمی، استقلال، محبت، حسنِ اخلاق و حسنِ سلوک، بے نیازی، فقیری، باعمل زندگی، مساوات، حقوقِ انسانیت، عدل و انصاف، صداقت و امانت کے ذریعہ آپؐ نے انسانیت کو ایک ایسا درس دیا جو ہمیشہ زندہ و باقی رہے گا۔

۲۔ ابوبکرؓ — شعر نمبر ۲۵

نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور صدیق عتیق لقب تھا۔ والد کا نام عثمان تھا۔ راست بازی، حق پرستی اور اخلاص کی وجہ سے آپ کو صدیق اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ قبیلۂ قریش کی شاخ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے تو تجارت کرنے لگے۔ بردباری، تدبّر، امانت، دیانت اور حسنِ اخلاق کے باعث آپ سارے علاقے میں شہرت رکھتے تھے۔ آپ آنحضرتؐ کے ہم عمر تھے۔ اور بچپن ہی سے دونوں کے تعلقات گہرے تھے۔[2] مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا۔ قریش کے معزز لوگوں میں صرف ابوبکر صدیق ایسے تھے جنھوں نے رسولِ خدا کا ساتھ دیا۔ حج کعبہ کے موقع پر جب لوگ مکّہ میں جمع ہوتے تو آپ رسول اللہ کے ساتھ ساتھ ایک ایک خیمے میں جا کر ان کا اور اسلام کا تعارف کراتے۔ اس طرح ہزاروں عرب رسول اللہ کے مذہب سے واقف ہو گئے۔ یہ حضرت ابوبکر کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قریش کے کئی معزز لوگ ایمان لے آئے جن میں عثمان غنیؓ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ کے نام نمایاں ہیں۔ جب آنحضرتؐ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکر نے اپنی ساری دولت اسلام کے لئے وقف کر دی۔[3] آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کا زمانۂ خلافت ۱۱ھ تا ۱۳ھ تقریباً سوا دو سال ہے۔ ہجرت کے سفر میں آپ آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ قرآن مجید میں آپ کی رفاقت کا ذکر آیا ہے۔[4] ہر جنگ میں آپ شریک رہے۔ ۹ھ میں آنحضرتؐ نے آپ کو امیرِ حج مقرر کیا تھا۔ بیماری کے زمانے میں امامت کے فرائض بھی آپ ہی نے انجام دیے تھے۔ اپنے زمانۂ خلافت میں آپ نے فتنوں کو دبایا۔ ملکی انتظام کو بہتر بنایا اور ملک شام فتح کیا۔ عراق اور ایران کی طرف بھی

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے قصص القرآن جلد چہارم ص۲۲۳ تا ص۲۱۹ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء

[2] تاریخ اسلام حصہ اول از شاہ معین الدین ندوی ص۲۲ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۲ء

[3] حضرت ابوبکر کے سرکاری خطوط مولفہ خورشید احمد فارق ص۴ ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۶۰ء

[4] ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (قرآن مجید)

شکر بھیجے۔ آپ کا ایک بڑا کارنامہ تدوینِ قرآن ہے۔ آپ کے دور کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں کوئی کام ایسا نہیں ہونے پایا جو رسول اللہ کے زمانہ میں نہ ہوا ہو۔[1] ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۲۔ عمرؓ شعر نمبر ۴۵

آپ کا نام عمرؓ کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا۔ والد کا نام خطّاب تھا۔ آپ قریش کی شاخ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ تقریباً ۵۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ شہ سواری، نیزہ بازی اور فنِ سپہ گری میں مہارت رکھتے تھے۔ فنِ خطابت میں بھی کمال رکھتے تھے۔ بڑے عالی دماغ اور شکوہ و دبدبہ کے انسان تھے۔[2] ابتدائی زمانے میں آپ اسلام کے شدید دشمن تھے ایک دن آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں کسی نے کہا کہ پہلے بہن بہنوئی کی خبر تو لو جو مسلمان ہو چکے ہیں غصہ سے بھرے ہوئے بہن کے گھر پہنچے اور بہنوئی کو مارنا شروع کر دیا۔ بہن نے جو قرآن مجید پڑھ رہی تھیں کہا کہ تم کچھ بھی کرو ہم اسلام نہیں چھوڑیں گے۔ عمرؓ نے کہا اچھا جو کچھ تم پڑھ رہی ہو مجھے بھی سناؤ۔ قرآن مجید کی آیات سنیں تو ایسا اثر ہوا کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور پھر جا کر خانۂ کعبہ میں نماز ادا کی۔ آنحضرتؐ نے اس جرأت و حوصلہ مندی پر انہیں فاروق کا لقب دیا۔ ہجرت کے بعد حضرت عمرؓ تمام بڑے بڑے معرکوں میں شریک رہے۔ قبولِ اسلام کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی طرح اپنا جان و مال سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے تدبر، حق پرستی، اصابت گوئی، انتظامی صلاحیت سے اسلام کو بے حساب فائدہ پہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ آپ کا زمانہ خلافت کا بہترین زمانہ تھا۔ ان کے زمانۂ خلافت میں فتحِ عراق، فتحِ شام، فتحِ مدائن، فتحِ ایران اور فتحِ فلسطین و مصر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت عمرؓ کا زمانۂ خلافت ۱۳ھ سے ۲۳ ہجری تقریباً ساڑھے دس سال ہے۔ ۶۳ سال کی عمر میں ایک ایرانی غلام نے نمازِ فجر ادا کرتے ہوئے قاتلانہ حملہ کیا۔ کچھ عرصے بعد آپ وفات پا گئے۔[3] آپ کے دس سالہ دورِ خلافت میں ایران و روم کی عظیم الشان سلطنتوں کے پرزے اڑ گئے۔ اور ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ ان ساری فتوحات میں ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں آیا۔ سنِ ہجری کا آغاز بھی حضرت عمرؓ نے کیا۔ عدل و انصاف اور مساوات و اخوت پر مبنی نظامِ حکومت کی وجہ سے سارا معاشرہ خوشحال ہو گیا اور اسلام تیزی کے ساتھ پھیل کر ہر طبقے کے لئے قابلِ قبول ہو گیا۔ اسی وجہ سے ان کا دورِ خلافت اسلام کا دورِ زرّیں کہلاتا ہے۔

---

[1] تاریخِ اسلام حصہ اول ص ۱۳۱ از شاہ معین الدین ندوی۔

[2] تاریخِ اسلام حصہ اول از شاہ معین الدین ص ۱۵۴

[3] ایضاً ص ۳۰۰

عثمانؓ　　　　شعر ۴۵

۴۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ۲۳ھ میں حضرت عثمان مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا نام عثمان اور والد کا نام عفان تھا۔ ہجرت نبوی سے ۴۸ سال پہلے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ قریش کی شاخ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ کی دو بیٹیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے آپ کے ساتھ ہوا۔ اسی لیے آپ "ذوالنورین" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اپنی دولت اور جود و سخا کی وجہ سے "غنی" کے لقب سے بھی موسوم کیے جاتے ہیں۔ ہجرت کے بعد آپ تمام غزوات میں شریک تھے۔ آپ نے اپنا جان و مال سب کچھ اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ غزوۂ تبوک میں حضرت عثمانؓ نے آدھی یا تہائی فوج کے اخراجات خود برداشت کیے۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد بھی دیئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں خراسان، جرجان، بلخ، ماوراء النہر، آذربائیجان، آرمینیا، طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔ ان فتوحات کے بعد ایک طرف تیونس، مراکش، الجزائر کے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ اور دوسری طرف اسلامی حکومت کی حدود اسپین، چین اور ہندوستان سے جا ملیں۔ آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں بحری بیڑا تیار ہوا جس نے شام کے ساحل پر رومیوں کے بیڑے کو شکست دی۔ اسی زمانہ میں رومیوں نے اسکندریہ پر حملہ کر دیا تھا وہاں بھی رومیوں کو شکست ہوئی۔

حضرت عثمان کے زمانے میں جب یہ اطلاع ملی کہ مختلف علاقوں کے مسلمان قرآن مجید کو مختلف قرأت سے پڑھتے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوبکر والا نسخہ منگوا کر اس کی بہت سی نقلیں تیار کرائیں۔ اور مختلف علاقوں میں بھجوا دیں۔ قرآن مجید آج تک اسی قرأت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

فیاضی، نرم دلی، جود و سخا، صبر و تحمل، حیا اور مہمان نوازی میں آپ بے مثال تھے۔ آپ کا دورِ خلافت ۲۳ھ سے ۳۵ھ تک رہا اور ۸۲ سال کی عمر میں آپ بھی شہید کر دیئے گئے۔

علیؓ　　　　شعر نمبر ۴۵

حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ لقب اسد اللہ۔ ابوطالب کے بیٹے اور آنحضرتؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے اپنی چہیتی بیٹی فاطمہؓ کا عقد بھی آپ کے ساتھ کیا۔ ابتداء سے لے کر وفات تک آپ آنحضرتؐ کے شریک رہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد قدرتاً حضرت علیؓ خلافت کے متوقع تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کے کچھ عرصے بعد یہ آزردگی دور ہو گئی۔ اور آپ دونوں خلفاء کے زمانے میں مجلسِ شوریٰ کے رکن رہے[۱]۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۳۵ھ میں آپ خلیفہ ہوئے۔ اس وقت ہر طرف فتنہ و فساد نے سر اٹھا

---

[۱] تاریخ اسلام حصہ اول از شاہ معین الدین ندوی۔ معارف پریس اعظم گڑھ ص ۳۰۲

رکھا تھا اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا ضروری ہے۔ لیکن حضرت علیؓ کی مجبوری یہ تھی کہ "ایسی جماعت کے ساتھ کیا کروں جس پر میرا کوئی قابو نہیں ہے"۔[1] مخالفوں نے اس مسئلہ کو سیاسی مسئلہ بنا دیا۔ امیر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود پیراہن اور ان کی بیوی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں آویزاں کردیں جس سے لوگوں کے جذبات اور بھڑک اٹھے۔ جنگِ جمل اور امیر معاویہ سے جنگ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جب امیر معاویہ کی فوجیں شکست کھانے لگیں تو انہوں نے اپنے سپاہیوں کو قرآن مجید دے کر آگے بڑھایا اور اعلان کیا کہ بہتر ہے اللہ کے کلام سے فیصلہ کریں۔ دونوں طرف سے حَکَم مقرر ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری اور امیر معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص۔ دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ اور خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ ابوموسیٰ نے منبر پر کھڑے ہو کر اس امر کا اعلان کر دیا۔ لیکن عمرو بن العاص نے کہا کہ ابوموسیٰ نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں لیکن اپنے آدمی معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں۔ اس سے اختلاف اور بڑھ گیا۔ اسی زمانے میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گیا جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ دونوں کا مخالف تھا انہیں خوارج کہا جاتا ہے۔ نہروان کے مقام پر حضرت علیؓ نے خارجیوں کو شکست دی۔ اسی زمانے میں امیر معاویہ نے مصر اور یمن پر قبضہ کر لیا اور حضرت علیؓ کے زیرِ نگیں دوسرے مقبوضات کی طرف بھی پیش قدمی شروع کر دی۔ غرض کہ مسلسل خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو گئی۔ ۴۰ھ میں دونوں کے درمیان صلح ہو گئی جس کی رو سے شام، مصر اور مغرب کا علاقہ امیر معاویہ کی حاکمیت میں آ گیا اور حجاز، عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علیؓ کی خلافت میں رہا۔ اسی سال ایک خارجی عبدالرحمٰن ابنِ ملجم نے نمازِ فجر کے وقت کوفہ کی مسجد میں حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس کے تین دن بعد ۶۳ سال کی عمر میں وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

حضرت علیؓ کا سارا دورِ خلافت خانہ جنگیوں میں گزرا لیکن اس کے باوجود سیستان اور کابل میں کچھ فتوحات حاصل ہوئیں اور بحری راستے سے کوکن پر بھی حملہ ہوا۔ حضرت علیؓ بہادری، جانبازی اور علم میں یکتائے روزگار تھے۔ آج بھی "یا علیؓ" کا نعرہ میدانِ جنگ میں ایک نئی روح پھونک دیتا ہے۔

۶۔ حاتم

شعر نمبر ۷۳

حاتم طائی کا نام اپنے جود و سخا کی وجہ سے ایسے ہی ضرب المثل بن گیا ہے جیسے صبرِ ایوبؑ یا خزانۂ قارون۔ حاتم طائی زمانۂ جاہلیت کا ایک شہسوار اور صاحبِ دیوان شاعر تھا جو چھٹی صدی عیسوی کے نصفِ ثانی سے لے کر ساتویں

---

[1] طبری جلد ۶ بحوالہ تاریخ اسلام حصہ اول ص۳۰۵

صدی کے آغاز تک زندہ رہا۔ وہ آنحضرتؐ کی پیدائش سے تقریباً نو سال پہلے مرچکا تھا۔ اس کا مزار بلادِ طے کے ایک پہاڑ کے اوپر تھا۔[1] آنحضرتؐ کے دورِ رسالت میں حاتم طائی کا بیٹا عدی موجود تھا اور آنحضرتؐ کا شدید مخالف تھا آپؐ نے حضرت علیؓ کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور عدی شکست کھا کر مع اپنے اہل و عیال ملکِ شام بھاگ گیا۔ اس کی بہن سفانہ گرفتار ہو کر آنحضرتؐ کے سامنے پیش ہوئی۔ سفانہ نے کہا کہ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ آنحضرتؐ نے اُسے چھوڑنے کا حکم دیا اور اس پر بہت کچھ احسان کیا۔ سفانہ نے ملکِ شام جاکر اپنے بھائی سے آنحضرتؐ کی بہت تعریف کی اور دونوں بہن بھائی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حاتم طائی اپنی بہادری، اپنی سخاوت اپنے ایفائے عہد اور رحم کی وجہ سے مشہور ہے۔ ابنِ اعرابی نے لکھا ہے کہ حاتم طائی شاعر تھا اور فیاض تھا۔ جیسے اعلیٰ درجہ کے اشعار تھے ویسی ہی اس کی فیاضی تھی۔ جو کہتا کرتا، لڑتا تو غالب رہتا۔ کوئی دستِ سوال پھیلاتا تو اُسے دیتا۔[2]

۷ - ابراہیم ادھم

شعر نمبر ۲۱۵

ابراہیم بن ادھم بلخ کے رہنے والے تھے۔ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ یہ دوسری صدی ہجری کے صوفیائے کبار میں شمار ہوتے ہیں۔ ۱۶۰ اور ۱۶۶ ہجری کے درمیان وفات پائی۔ روایت ہے کہ ابراہیم بن ادھم بلخ کے شہزادے تھے۔ ایک روز وہ شکار کھیل رہے تھے کہ آواز آئی: "اے ابراہیم! تجھے جانوروں کا پیچھا کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا"۔ یہ سُن کر ابراہیم کے اندر ایسی تبدیلی آئی کہ اپنا سب کچھ گڈریوں کو دے دیا اور گڈریوں کا لباس پہن کر زہد و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا۔ ان کے متعلق بہت سی روایات مشہور ہیں لیکن یہ سب بہت بعد میں ان کی ذات سے منسوب کر دی گئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی شخصیت افسانہ بن گئی ہے۔ ابراہیم بن ادھم زاہد باعمل تھے۔ قناعت کا یہ عالم کہ جو کچھ ملتا اسی پر گذر کرتے۔ محنت مزدوری سے کماتے اور رزقِ حلال کھاتے۔ ان کا کہنا تھا "فقر ایک خزانہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان میں رکھ چھوڑا ہے اور وہ یہ خزانہ ان لوگوں کے سوا جن سے وہ محبت کرتا ہے کسی کو عطا نہیں کرتا"۔ "اللہ کو پہچاننے والے کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت نیکی اور عبادت کی فکر میں رہتا ہے اور اس کا بیشتر کلام حمد و ثنا پر مشتمل ہوتا ہے"۔ ترکِ دنیا اور نفس کشی ان کی فکر کے بنیادی اصول ہیں۔[3] مولانا فریدالدین عطارؒ[4] نے لکھا ہے کہ:-

---

[1] اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ جلد ۷ ص ۵۳۲ دانشگاہ پنجاب لاہور

[2] مضامینِ شرر جلد سوم ص ۱۹۰ گیلانی الیکٹرک پریس بک ڈپو۔ ہسپتال روڈ۔ لاہور

[3] دائرۂ معارفِ اسلامیہ جلد اول ص ۳۵۴ - ۳۵۵ دانشگاہ پنجاب لاہور

[4] تذکرۃ الاولیا ص ۶۹ مطبع محمدی بمبئی ۱۲۸۰ھ

"ابراہیم ادھمؒ متقی وقت بود صدیق روزگار و در انواع معاملت و اصناف حقائق خطی تمام داشت و مقبول ہمہ بود بسیار مشائخ دیدہ و با امام اعظم ابوحنیفہ صحبت داشتہ بود۔"

مولانا فریدالدین عطار نے ابراہیم بن ادھم کے بارے میں بہت سی روایات نقل کی ہیں جن سے درویشی، فقیری، قناعت زہد و تقویٰ، عبادات اور ترکِ دُنیا کا اظہار ہوتا ہے۔ معتصم نے ابراہیم ادھم سے پوچھا۔

"کہ چہ پیشہ داری۔ گفت دنیا را بطالبانِ دُنیا گذاشتہ ام و عقبیٰ را بطالبانِ عقبیٰ و در ین جہاں ذکرِ خدا گزیدہ ام۔"[1]

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ

"چوں آخر عمر او بود ناپیدا شد چنانکہ معین خاک او پیدا نیست بعضے گویند در بغداد است بعض گویند در شام است و بعضے گویند در جوار لوط پیغمبر است۔"[2]

ای۔ جی۔ براؤن[3] نے تاریخ ادبیات ایران میں عطار کے حوالے ہی سے ابراہیم بن ادھم کی روایات اور اقوال نقل کئے ہیں۔

۸۔ رام شعر نمبر ۹۶۸

سری رام یا سری رام چندر جی، ہندو دیومالا کے مطابق راجا دشرتھ کے سب سے بڑے بیٹے، سورج بنسی خاندان کے راجا، والی اجودھیا تھے۔ اُنہیں وشنو جی کا ساتواں اوتار بھی مانا جاتا ہے۔ بعض علماء رام کو مصر، اشوریہ اور فلسطین سے بھی منسوب کرتے ہیں۔[4] رگ وید میں ان کا ذکر آیا ہے۔ رامائن میں رام چندر جی کی مفصل داستانِ حیات درج ہے۔

راجا دشرتھ لاولد تھے۔ اولاد کے لئے انہوں نے اشومیدھ یگیہ[5] کیا۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور کچھ عرصے بعد اُن کی

---

[1] تذکرۃ الاولیاء ص ۹۱ مطبع محمدی بمبئی ۱۲۸۰ھ

[2] ایضاً ص ۸۹

[3] لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد اول ص ۴۲۵ مطبوعہ کیمبرج ۱۹۶۴ء

[4] AN ENCYCLOPEDIC SURVEY OF HINDUS-TAN: HINDU WORLD By BENJAMIN WALKER: GEORGE ALLEN & UNWIN LTD VOL II P. 278

[5] وہ عبادت جس میں گھوڑے کی قربانی کی جاتی تھی۔

تین بیویوں کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ کوشلیا کے بطن سے سری رام، کیکئی کے بطن سے بھرت جی اور سُمترا کے بطن سے لکشمن جی اور ستر گھنا پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے سری رام میں عظمت کے آثار نمایاں تھے۔ سولہ سال کی عمر میں رشی وشوامتر کو راکشسوں سے نجات دلائی۔ وشوامتر راجا جنک کے دربار میں تھا لے گئے۔ راجا کے ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کا نام سیتا تھا۔ راجا جنک نے عہد کیا تھا کہ جو شخص شیوجی کی کمان کو موڑ دے گا اپنی بیٹی سیتا کی شادی اُس سے کر دے گا۔ سری رام نے سوئمبر کے دن کمان کو توڑ دیا اور اس طرح ان کی شادی سیتا سے ہو گئی۔

واپسی پر راجا دشرتھ سری رام چندر جی کو تخت پر بٹھانا چاہتے تھے لیکن رانی کیکئی کے اصرار پر وہ بھرت جی کو تخت نشین کرنے پر راضی ہو گئے اور یہ وعدہ بھی کیا کہ رام چندر جی کو چودہ برس کے لئے بن باس دے دیں گے۔ سری رام سیتا جی اور لکشمن جی کے ساتھ بن باس پر چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد راجا دشرتھ وفات پا گئے۔ بھرت جی نے چاہا کہ سری رام چندر جی کو تخت پر بٹھا دیں لیکن سری رام اس پر راضی نہیں ہوئے اور آخر میں طے پایا کہ بن باس کی مدت پوری ہونے تک بھرت جی قائم مقام راجا کی حیثیت سے حکومت کریں گے اور رام چندر جی کھڑاؤں تخت پر رکھیں گے۔

دس برس تک جنگلوں میں گھومتے گھومتے یہ چھوٹا سا قافلہ اگستی مُنی کے مقام پر پہنچا۔ اس علاقے کو راکششوں نے تاراج کر رکھا تھا۔ وہاں راون کی بہن شورپ نکھا رام چندر جی پر عاشق ہو گئی لیکن ساری کوشش کے باوجود وہ اُنہیں رام نہ کر سکی۔ ایک دن غصے میں آکر اُس نے سیتا پر حملہ کر دیا۔ طیش میں آکر لکشمن جی نے اس کے کان ناک کاٹ لئے۔ کچھ عرصے بعد شورپ نکھا راون کے پاس گئی۔ اور اپنی بے عزتی اور سیتا کے حسن کا ذکر کیا۔ راون راکششوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور دھوکے سے سیتا جی کو اُٹھا کر لنکا لے گیا۔ سری رام اور لکشمن جی سیتا جی کو تلاش کرتے رہے مگر بے سود۔ اس موقع پر ان کی ملاقات ہنومان جی سے ہوئی۔ انہوں نے سری رام چندر جی کی دل و جان سے مدد کی۔ سیتا جی کو تلاش کرتے کرتے سمندر پار لنکا پہنچے۔ اور سیتا جی کا پتا لگایا۔ اس کے بعد رام چندر جی نے بندروں کی فوج سے راون پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں راون کے سب بیٹے مارے گئے۔ راون بھی قتل ہوا اور سیتا جی آزاد ہو گئیں۔ لیکن سیتا جی چونکہ راون کے ساتھ رہ چکی تھیں اس لئے رام چندر جی نے انہیں اپنی رانی بنانے سے انکار کر دیا۔ سیتا جی نے خود کو آگ میں ڈال کر اپنی بے گناہی کا ثبوت دیا لیکن اس پر بھی رعایا نے سیتا جی کو گھر لانے پر اظہار ناراضی کیا۔ رام چندر جی نے سیتا جی کو اپنی بقیہ عمر والمیکی کے آشرم میں گزارنے کے لئے کہا۔

سیتا جی اس وقت حاملہ تھیں۔ آشرم میں اُن کے توام لڑکے پیدا ہوئے اور پندرہ سال بعد جب یہ لڑکے اجودھیا آئے تو رام چندر جی نے انہیں پہچان لیا اور سیتا جی کو بلانے کے لئے کہا۔ سیتا جی نے اپنی بے گناہی کا ثبوت دینے کے لیے کہا کہ اے زمین! تو میری بے گناہی کی تصدیق کرنے کے لیے پھٹ جا۔ زمین پھٹ گئی اور سیتا جی اس میں سما گئیں۔ سیتا جی کے زمین میں سما جانے پر سری رام چندر جی نے دیوتاؤں سے کہا کہ وہ اب زندہ رہنا نہیں چاہتے اور پھر دریائے سرجو پر جا کر وشنو جی میں داخل ہو گئے۔ رام چندر جی اپنی بہادری، استقامت، نیک دلی، ایثار اور پاکبازی کے مثالی نمائندہ ہیں۔

لکھمن یا لکشمن

شعر نمبر ۶۶۸

سری رام چندر جی کے سوتیلے بھائی "راجہ دشرتھ کے بیٹے"۔ لکشمن 'رانی سُمترا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ لکشمن جی کو بھی وشنو جی کا اوتار مانا گیا ہے۔ لیکن "ادھیاتم رامائن" میں انہیں شیش ناگ کا اوتار مانا گیا ہے۔ رام چندر جی اور لکشمن جی کی محبت مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر آڑے وقت میں وہ اُن کے ساتھ رہے اور کام آئے۔ بن باس میں وہ اُن کے ساتھ تھے۔ راون کی بہن شورپ نکھا نے جب سیتا جی پر حملہ کیا تو غصے میں آکر لکشمن جی نے اُس کے ناک کان کاٹ لئے تھے۔ جب کال اور سری رام چندر جی کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی تو لکشمن جی دربانی کر رہے تھے۔ راکششوں سے جنگ ہوئی تو وہ ساتھ تھے راون سے جنگ ہوئی تو لکشمن جی نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شادی سیتا جی کی چچازاد بہن اُرمیلا سے ہوئی تھی۔ غرض کہ لکشمن جی محبت، خلوص، رفاقت اور ایثار کے پیکر تھے۔

ہنونت یا ہنومان جی

شعر نمبر ۶۶۸

ہندو دیو مالا میں انہیں بھی دیوتا مانا جاتا ہے اور ہنونت یا ہنومان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ رانی رنجنی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ راون کے خلاف جنگ میں انہوں نے سری رام چندر جی کی مدد کی اور اُن کی مدد ہی سے رام چندر جی نے فتح حاصل کی۔ ہنومان جی میں ایسی طاقت موجود تھی جو صرف دیوتاؤں میں تصور کی جاسکتی ہے مثلاً ہندوستان سے لنکا تک پھیلے ہوئے سمندر کو انہوں نے ایک چھلانگ میں پار کر لیا۔ بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ کوہ ہمالہ کو اُٹھا کر لے گئے۔ آسمان سے بادلوں کو پکڑ لائے۔

پہاڑ کی طرح قد، اونچا ڈیل ڈول، گرم سونے کی طرح چمکتا ہوا سرخ زرد رنگ، لعل کی طرح سُرخ چہرہ، بے حد لمبی دُم۔ ہنومان جی نے سری رام چندر جی کے بڑے بڑے کام کئے۔ رام چندر جی کا خط سیتا جی تک پہنچایا۔ راون کے باغ کو تباہ کیا اور جب راون نے اُن کی دُم میں روئی باندھ کر انہیں جلانا چاہا تو انہوں نے اپنی دُم سے ساری لنکا کو جلا دیا۔ اسی لئے انہیں "لنکا داہی" بھی کہا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران جب اُن کی فوج کے بہت سے بندر زخمی ہو گئے تو وہ ہمالیہ پہاڑ سے جڑی بوٹیاں لائے جن سے وہ سب شفایاب ہو گئے۔ لکشمن جی کو جڑی بوٹی سونگھا کر ہوش میں لائے۔ ہنومان جی سحر اور جادو میں بھی کامل تھے۔ اسی لئے انہیں "یوگ چر" بھی کہا جاتا ہے۔ ہنومان جی ودیا کرن (صرف ونحو) کے ماہر اور بڑے عالم تھے۔ اس علم میں اُن کو نواں درجہ دیا گیا ہے۔ رامائن میں اُن کے علم کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ سری رام چندر جی جب اجودھیا واپس آئے تو ہنومان جی اُن کے ساتھ تھے۔ خدمات کے صلے میں ہنومان کو ہمیشہ رہنے والی جوانی اور غیر فانی زندگانی عطا کی گئی۔ رام چندر جی کی داستانِ حیات میں ہنومان اہم مرکزی کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ بے لوث

محبت اور خدمت کے مثالی نمائندے ہیں۔

۱۱۔ راون شعر نمبر ۱۷۰

راون ـــــ راکششوں کا راجا، والی لنکا، وشرو کا بیٹا، نیکشا کے بطن سے پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ راون رشی پلستیہ کا پوتا تھا اور پلستیہ سب راکششوں کا جد امجد ہے۔ راون باپ کی طرف سے برہمن تھا وہ بڑا عالم اور مذہبی رسومات کا بڑا ماہر تھا۔ "یجروید" کے متن کی از سر نو ترتیب بھی راون سے منسوب کی جاتی ہے۔ ریاضت و عبادت کے ذریعے اُس نے غیر معمولی طاقت حاصل کر لی تھی یہاں تک کہ دیو، دیوتا یا انسان کوئی بھی اُسے ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سارے دیوتاؤں کو زنجیروں میں باندھ کر سری لنکا لے آیا اور مختلف خدمات پر مامور کیا۔ دیوی اندر اُس کے لئے ہار گوندھتی تھی، "اگنی" اس کے لئے کھانا پکاتی تھی۔ اسی طرح برہما، وشنو، شیو، وایو، یایا، ورُونا اور کوریا تاتی، دھوبی، بھنگی اور بہشتی وغیرہ کے فرائض انجام دیتے تھے۔

راون میں غیر معمولی قوتیں تھیں۔ وہ مختلف روپ دھار سکتا تھا۔ اُس کے دس سر اور بیس ہاتھ تھے جسم پر زخموں کے لاتعداد نشان تھے۔ ہندو دیو مالا میں آیا ہے کہ وشنو جی نے راون کو تباہ کرنے کے لئے سری رام چندر جی کے روپ میں جنم لیا۔ راون کی جو تصویر ہندو دیو مالا میں ملتی ہے وہ بہت ڈراؤنی ہے ـــــ دس سر، بیس ہاتھ، آنکھیں تانبے کی طرح سُرخ، دانت چاند کی طرح روشن، رنگ گہرے بادل کی طرح سیاہ۔ طاقت اتنی کہ سمندروں کو حرکت میں لا سکتا تھا۔ پہاڑوں کو اٹھا سکتا تھا۔ اگر ایک سر گر جاتا تو اس کی جگہ دوسرا سر نکل آیا۔ وہ ظلم و جبر، دھوکے، عیاری اور دغابازی کا نمائندہ ہے۔

۱۲۔ ارجُن شعر نمبر ۱۷۱

راجا پانڈو کا لڑکا، ارجن ـــــ رانی کُنتی کے بطن سے پیدا ہوا۔ یہ پانڈو خاندان کا تیسرا راجکمار تھا۔ پانچوں بھائی ـــــ یدھسٹر، بھیم، ارجن، نکل اور سہدیو، دیوتاؤں کے اَنس سے پیدا ہوئے۔ اسی لئے اندر کو ارجن کا باپ کہا جاتا ہے۔ راجا پانڈو کے دو بیویاں تھیں ـــــ کُنتی اور مدری۔ دیو مالا میں آیا ہے کہ ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے راجا پانڈو نے ایک نوجوان ہرن پر تیر مارا جو اس وقت ایک ہرنی کے ساتھ میل کھا رہا تھا۔ مرتے وقت ہرن نے بتایا کہ وہ دراصل ایک رشی تھا اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ جانور "محبت" کی لذتوں سے کیسے لطف اندوز ہوتے ہیں اُس نے ہرن کا روپ دھار لیا تھا۔ ساتھ ساتھ اُس نے پانڈو کو یہ بددعا دی کہ وہ بھی اسی حالت میں مرے گا۔ بددعا کے خوف سے پانڈو اپنی بیویوں سے دُور رہنے لگا اور اُس کے کہنے پر اس کی دونوں بیویاں دیوتاؤں سے ملنے لگیں۔ نتیجے میں کُنتی کے بطن سے یدھشٹر، بھیم اور ارجُن پیدا ہوئے اور مدری کے بطن سے نکُل اور سہدیو۔

ارجن کو "مہابھارت" کا ہیرو کہا جا سکتا ہے۔ وہ ایک بہادر سپاہی، حوصلہ مند اور فیاض انسان تھا، ساتھ ساتھ خوبصورت قد آور، اور ہر دلعزیز بھی تھا۔ کمانداری اور تیر اندازی میں کامل۔ تیروں کی بارش برسانا اُس کا کمال تھا۔ اس میں ایسی قوت موجود تھی کہ وہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہو سکتا تھا۔ ارجن نے فنِ سپاہ گری درُون سے حاصل کیا تھا۔ کمانداری کے کمال ہی کی وجہ سے سوئمبر کے دن وہ دروپدی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دوارکا میں ارجن کی ملاقات سری کرشن جی سے ہوئی تھی اور وہیں اُن کی بہن سے اُس کی شادی ہوئی تھی۔ اگنی دیوتا نے ارجن کو گانڈیو دھنش دیا۔ جب راجا یدھشٹر جوئے میں اپنی سلطنت ہار گئے اور پانچوں بھائی تیرہ برس کے لئے جلاوطن ہو گئے تو ارجن تیرتھ یاترا کے لئے ہمالہ کی طرف چلے گئے اور وہیں وشنو جی سے اُن کا طاقتور ہتھیار "پشوپتھ" حاصل کیا۔ وہیں رہ کر دوسرے دیوتاؤں مثلاً کوویر، ورُون وغیرہ سے بھی اُن کے خاص ہتھیار حاصل کئے۔ یہیں سے اندر دیوتا ارجن کو رتھ میں بٹھا کر اپنے دارالسلطنت امراوتی لے گئے۔ اور ارجن کو فنِ سپاہ گری سکھایا۔ مہابھارت میں ارجن کے رتھ کی رتھ بانی کرشن جی نے کی اور کوروؤں کو شکست دینے میں ارجن نے مرکزی کردار ادا کیا۔ مہابھارت کے بعد جب قربانی کا گھوڑا چھوڑا گیا تو ارجن اس گھوڑے کے ساتھ تھے۔ اس دوران میں انہوں نے بہت سے راجاؤں سے جنگ کی۔ اسی سفر میں ارجن نے ایک کنیز کو، جسے ایک رشی نے پتھر کا بنا دیا تھا، دوبارہ انسانی روپ عطا کیا۔ وہ ایک ایسے ملک سے بھی گزرا جہاں صرف عورتیں ہی میدانِ جنگ میں حصہ لیتی تھیں۔ وہ ایک ایسے دیس سے بھی گزرا جہاں جانور اور انسان پھلوں کی طرح درختوں میں اُگتے تھے۔ ارجن نے سندھ کے راجا سے بھی جنگ کی جس کی سلطنت دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع تھی۔ اسی سفر میں اُس کے اپنے بیٹے نے اُسے قتل کر دیا لیکن اس کی ایک بیوی نے اُسے دوبارہ زندہ کر دیا۔ گجرات سے واپسی پر جب وہ کرشن جی کی وفات کے بعد اُن کے حرم کی سولہ ہزار عورتوں کو لے کر ہستناپور آ رہا تھا تو راستے میں ابھیر قوم نے حملہ کیا اور ارجن کو شکست دی۔ اس کے بعد وہ آخری سفر پر اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمالیہ کی طرف چلا گیا۔ ارجن بہادری اور مردانہ صفات کا نمائندہ ہے۔

۱۴۔ بھیم

شعر نمبر ۲۶۱

راجا پانڈو کا دوسرا بیٹا، یدھشٹر اور ارجن کا بھائی، کُنتی کے بطن سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارجن کے بیان میں لکھا جا چکا ہے راجا پانڈو ایک رشی کی بد دعا کی وجہ سے اپنی بیویوں کے پاس جانے سے ڈرتا تھا اسی لئے یہ پانچوں بھائی دیوتاؤں کے اَنس سے پیدا ہوئے۔ بھیم کو "وایو دیوتا" کا اَنس کہا جاتا ہے۔ بھیم نہایت قد آور، خوبصورت، طاقتور اور بہادر تھا لیکن ساتھ ساتھ تند مزاج اور بے رحم بھی تھا۔ گرز، اگنی اور کشتی میں بے مثال تھا۔ طاقت کا یہ عالم کہ درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا تھا۔ ہاتھ کے تھپڑ کے زور سے ہاتھی کا منہ پھیر دیتا تھا۔ ہوا کا بیٹا ہونے کے تعلق سے بھیم کو "ہنومان کا بھائی" بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں یہ طاقت بھی کہ وہ تیزی کے ساتھ ہوا میں اڑ سکتا تھا۔ اس کی زبردست طاقت سے جل کر

ایک دن دریودھن نے اُسے زہر دے کر گنگا میں ڈال دیا جہاں سے وہ ناگ دیس پہنچا اور دوبارہ زندگی اور طاقت حاصل کر کے ہستنا پور واپس آیا۔ مہابھارت میں اُس نے بڑے بڑے معرکے انجام دیئے۔ پہلے روز وہ بھیشم سے لڑا۔ دوسرے روز مگدھ کے راجا اور اس کے دونوں بیٹوں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔ میدان جنگ میں دروُن سے مقابلہ کیا۔ جنگ کے سترھویں روز دوھساسن کو ہلاک کر کے اس کا خون پیا کیونکہ اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ دروپدی کی بے عزتی کا بدلہ لے گا۔ جنگ میں ہر قسم کے غلط ہتھکنڈے استعمال کرنے کی وجہ سے اسے "بھیم یودھن" بھی کہا جاتا ہے۔

۱۴۔ نکُل

شعر نمبر ۹۶۱

نکُل راجا پانڈو کا چوتھا بیٹا جو مدری کے بطن سے سہدیو کے ساتھ پیدا ہوا۔ یہ بھی نیزہ بازی، تیغ زنی اور فن سپہ گری میں یکتائے روزگار تھا۔ گھوڑوں کے علاج اور ان کی تربیت میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ فن سپہ گری اور گھوڑوں کے علاج کا فن اُس نے درون سے حاصل کیا تھا۔

۱۵۔ سہدیو

شعر نمبر ۹۶۱

راجا پانڈو کا پانچواں اور سب سے چھوٹا بیٹا جو مدری کے بطن سے نکُل کے ساتھ پیدا ہوا۔ یہ بھی نیزہ بازی، تیغ زنی اور فن سپہ گری میں یکتا تھا۔ اُس نے درون سے علم ہیئت و نجوم سیکھا تھا۔ مہابھارت میں یہ بھی شریک تھا۔

۱۶۔ نوحؑ

شعر نمبر ۹۹۶

حضرت آدمؑ کے بعد یہ پہلے نبی ہیں جن پر وحی نازل ہوئی اور رسالت سے نوازا گیا۔[1] اے نوحؑ تو زمین پر سب سے پہلا رسول بنایا گیا ہے۔[2] "تورات" کے مطابق خلق آدمؑ اور ولادتِ نوحؑ کے درمیان ۱۰۵۶ سال کی مدت ہے اور وفاتِ آدمؑ اور ولادتِ نوحؑ کے درمیان ۱۲۶ سال کی مدت ہے۔[3] "قرآن مجید" میں حضرت نوحؑ کے واقعہ کا اجمالی و تفصیلی ذکر ۴۳ جگہ آیا ہے۔[4] حضرت نوحؑ کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید سے ناآشنا ہو چکی تھی۔ اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو دعوتِ حق دی لیکن قوم نے نفرت و حقارت کے ساتھ انکار کیا۔[5] قوم کے سرداروں نے کہا "ہم تو تم میں اس کے سوا کوئی بات نہیں دیکھتے کہ ہماری طرح کے ایک آدمی ہو اور جو لوگ تمہارے پیچھے چلے ہیں ان میں

۱۔ بحوالہ قصص القرآن جلد اول (سوم) حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۵ء ص ۴۳

۲۔ ایضاً ص ۱۴ ۳۔ ایضاً ص ۶۵ ۴۔ ایضاً ص ۴۴

بھی ان لوگوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا جو ہم میں ذلیل و حقیر ہیں اور بے سوچ سمجھے تمہارے پیچھے ہو لئے ہیں۔ ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔[1] حضرت نوحؑ نے انتہائی کوشش کی کہ کسی طرح اُن کی قوم راہِ راست پر آجائے لیکن وہ راہِ راست پر نہیں آئے۔ حضرت نوحؑ نے انہیں دردناک عذابِ الٰہی سے ڈرایا لیکن وہ پھر بھی اسی طرح گمراہ رہے اور قوم کے سرداروں نے کہا کہ اگر عذابِ الٰہی آنے والا ہے تو اُسے جلد لے آ۔ حضرت نوحؑ نے دعا فرمائی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور حضرت نوحؑ کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ اور اُن کے پیروکار عذابِ الٰہی سے محفوظ رہیں۔ جب کشتیِ نوحؑ بن کر تیار ہو گئی تو نوحؑ نے دیکھا کہ زمین کی تہ سے پانی کا چشمہ اُبلنا شروع ہو گیا ہے۔ وحی نازل ہوئی کہ کشتی میں اپنے خاندان کو بٹھاؤ اور تمام جانداروں کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں بٹھاؤ اور اللہ پر ایمان لانے والوں کو بھی اسی کشتی میں سوار کرو۔ جب حکمِ ربّی کی تعمیل ہو گئی تو آسمان سے پانی برسنے لگا اور زمین سے چشمے پھوٹنے لگے یہاں تک کہ تمام قوم غرق ہو گئی۔ اور سفینۂ نوحؑ اسی طرح محفوظ پانی میں تیرتا رہا۔ اور کوہ جودی پر جا کر ٹھہرا۔ پھر رفتہ رفتہ پانی کم ہونا شروع ہوا اور اہلِ سفینہ نے زمین پر دوبارہ قدم رکھا۔ اسی لئے حضرت نوحؑ کو "ابوالبشر ثانی" یا "آدم ثانی" بھی کہا جاتا ہے۔[2] واضح رہے کہ طوفانِ نوح صرف ایک مخصوص علاقے تک محدود تھا جس میں خصوصیت کے ساتھ قومِ نوح آباد تھی۔ اور یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ طوفان عام تھا اور اس نے سارے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ یہ واقعہ آج سے تقریباً سات ہزار سال پہلے ظہور میں آیا تھا۔

۱۷۔ ایوبؑ

شجرہ نمبر ۹۹

حضرت ایوبؑ ایک نبی ہو گزرے ہیں۔ "توراۃ" میں آپ کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا ذکر چار سورتوں میں آیا ہے۔ سورہ نساء، سورہ انعام، سورہ صٓ اور سورہ انبیاء۔ نساء اور انعام میں تو صرف انبیاء کی فہرست میں آپ کا نام مذکور ہے لیکن سورہ انبیاء اور صٓ میں اجمال کے ساتھ ذکر آیا ہے۔[3] توراۃ میں لکھا ہے کہ عُوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دُور رہتا تھا۔[4] شیطان نے ایک دن خدا سے کہا کہ وہ تجھ سے اس لئے ڈرتا ہے کہ تو نے اُسے سب کچھ دیا ہے۔ خدا نے شیطان کو اجازت دی کہ وہ آزما کر دیکھ لے۔ اس آزمائش میں حضرت ایوبؑ کا سارا مال و متاع جاتا رہا۔ پھر سارا خاندان تباہ ہو گیا۔ لیکن حضرت ایوبؑ حرفِ شکا[یت]

---

[1] قرآن مجید سورۂ ھود (ر ۲ تا ۳)

[2] قصص القرآن جلد اول ص ۷۹   [3] ایضاً ص ۸۳

[4] کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، ۱۹۷۰ء، ص ۴۹۳

زبان پر نہیں لائے اور کہا "ننگا میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا۔ خداوند نے دیا اور خداوند نے لیا[1] پھر شیطان نے خدا سے کہا کہ "انسان اپنا سارا مال اپنی جان کے لئے دے ڈالے گا[2]" اب اس نے "ایوبؑ کو تلوے سے چاند تک دردناک پھوڑوں سے دکھ دیا اور وہ کھجانے کے لئے ایک ٹھیکرا لے کر راہ پر بیٹھ گیا[3]" حضرت ایوبؑ یہ دکھ بھی بھوگتے رہے اور کہتے رہے کہ "کیا ہم خدا کے ہاتھ سے سکھ پائیں اور دکھ نہ پائیں[4]" اور پھر ان کی حالت ایسی ہو گئی کہ ان کو گھورے پر پھینک دیا گیا لیکن وہ اس آزمائش پر بھی پورے اترے پھر خدا نے آپ کی دعا قبول کی۔ وہ شفایاب ہوئے اور خدا نے "جتنا اس کے پاس پہلے تھا اس کا دوچند دیا[5]" قرآن مجید میں آیا ہے کہ بے شک ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا[6] صبر ایوبؑ کی ترکیب ادب میں بطور ضرب المثل کے مروج ہے اور آج تک حضرت ایوبؑ صبر کے مثالی نمائندے ہیں۔

حضرت ایوبؑ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ حضرت ایوبؑ کی ماں حضرت لوطؑ کی بیٹی تھیں۔ المسعودی نے لکھا ہے کہ ۳۳۲ھ میں دمشق کے نزدیک آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام تھا[7] سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن[8] میں ان کا زمانہ ایک ہزار قبل مسیح اور سات سو سال قبل مسیح کے درمیان لکھا ہے۔ مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی نے لکھا ہے کہ ایوبؑ کا زمانہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت اسحٰق و یعقوب کے زمانے کے درمیان ہے اور یہ تقریباً ۱۵۰۰ ق م اور ۱۳۰۰ ق م کے حدود میں تلاش کرنا چاہیے[9]

۱۸- قارون

شعر نمبر ۹۹۶

قارون کا نام بخل اور کنجوسی کی وجہ سے ضرب المثل بن گیا ہے۔ قارون بنی اسرائیل کا ایک بہت دولت مند شخص تھا۔ اس کے خزانوں کی کنجیوں کا وزن اتنا زیادہ تھا کہ انہیں بہت سے مزدور مل کر اٹھاتے تھے۔ دولت کی وجہ سے وہ بہت مغرور ہو گیا تھا اور ہر شخص کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ مفسرین اسے حضرت موسیٰؑ کا چچازاد بھائی بتاتے ہیں[10] بعض مورخین لکھتے ہیں کہ وہ قیام مصر کے زمانے میں فرعون کے دربار سے وابستہ تھا اور یہ کثیر دولت اس نے وہیں جمع کی تھی۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ نے اسے نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بے شمار دولت میں سے

۱-۲ کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ۱۹۹۰ء ص۴۹۲۔ ۳-۴ ایضاً ص۴۹۵۔ ۵ ایضاً ص۵۲۸۔

۶ قرآن مجید سورہ ص ۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد سوم ص۵۰۰ دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۹ء

۸ ارض القرآن جلد دوم ص۲۳ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۹ قصص القرآن جلد دوم ص۱۸۰ دارالاشاعت کراچی ۷۷ء ۱۹

۱۰ قصص القرآن حصہ اول ص۵۲۸

غربا اور مساکین کی مدد کر۔ قارون نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! میری یہ دولت تیرے خدا کی دی ہوئی نہیں ہے جب قارون کا غرور اور اس کا لالچ بہت بڑھ گیا تو قدرت نے اس کے سارے خزانوں کو اور ان محلات کو جن میں یہ خزانے محفوظ تھے زمین میں دھنسا دیا۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ آیا ہے کہ "ہم نے قارون اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا۔ پس اس کے لئے کوئی جماعت مددگار ثابت نہیں ہوئی جو خدا کے عذاب سے اس کو بچاتے اور وہ بے یار و مددگار ہی رہ گیا"[1]

توراۃ میں اس واقعہ کا بیان تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے ابھی "یہ باتیں ختم ہی کی تھیں کہ زمین ان کے پاؤں تلے پھٹ گئی اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور ان کو اور ان کے گھر بار کو اور قورح (قارون) کے ہاں کے سب آدمیوں کو اور ان کے سارے مال و اسباب کو نگل گئی۔ سو وہ اور ان کا سارا گھر بار جیتے جی پاتال میں سما گئے۔ اور زمین ان کے اوپر برابر ہو گئی اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے"[2]

---

[1] سورۂ قصص (ع ۹) [2] کتاب مقدس، پاکستان بائیبل سوسائٹی ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۴۲

فہرست ماخذ

قدیم اُردو	مولوی عبدالحق	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۶۱ء
معراج العاشقین	مرتبہ مولوی عبدالحق	حیدرآباد دکن، تاج پریس	۱۳۴۳ھ
اُردوئے قدیم	سید شمس اللہ قادری	لکھنؤ، نولکشور پریس	۱۹۳۰ء
دکن میں اُردو	نصیرالدین ہاشمی	کراچی، اردو اکیڈمی سندھ	۱۹۶۰ء
سیر محمدی	شاہ محمد علی سامانی	الہ آباد، یونانی دواخانہ پریس سبزی منڈی	۱۳۴۷ھ
معراج العاشقین کا مصنف	ڈاکٹر حفیظ قتیل	حیدرآباد، نیشنل پرنٹنگ پریس چارکمان	۱۹۶۴ء
دیباچہ غرۃ الکمال	امیر خسرو	دہلی، مطبوعہ قیصریہ	
مقالات حافظ محمود شیرانی حصہ اول	مرتبہ مظہر محمود شیرانی	لاہور، مجلس ترقی ادب	۱۹۶۹ء
• • حصہ دوم	• •	• • •	۱۹۶۶ء
پنجاب میں اُردو	محمود شیرانی	لاہور، مکتبہ معین الادب	
علمی نقوش	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	کراچی، اعلیٰ کتب خانہ، ناظم آباد	۱۹۵۷ء
کیفیہ	برج موہن دتاتریہ کیفی	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۵۰ء
قدیم اُردو حصہ اول	مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خان	حیدرآباد دکن، شعبۂ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی	۱۹۶۵ء
قدیم اُردو حصہ دوم	• •	• • •	۱۹۶۷ء
قدیم اُردو حصہ سوم	• •	• • •	۱۹۶۹ء
دکنی ادب کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر محی الدین زور	کراچی، اردو اکیڈمی سندھ	۱۹۶۰ء
ہندی ادب کی تاریخ	ڈاکٹر محمد حسن	علی گڑھ، انجمن ترقی اُردو	۱۹۵۵ء
مضامین شرر حصہ سوم	عبدالحلیم شرر	لاہور، گیلانی الیکٹرک پریس جیب ڈپو	۱۹۶۵ء

شاخِ زریں حصہ اول	مترجمیں فرزند	لاہور، مجلس ترقی ادب	۱۹۶۵ء
شاخِ زریں حصہ دوم	از جد سید فائز مجاز		۱۹۶۵ء
دیوانِ حسن شوقی	مرتبہ جمیل جالبی	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۷۱ء
دیوانِ نصرتی	مرتبہ جمیل جالبی	لاہور، سہ ماہی "صحیفہ" شمارہ ۲۱ اور مکتبہ قوسین، کفورنش روڈ	۱۹۶۲ء
دکنی و گجراتی ادب	جمیل جالبی	لاہور (تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند) اردو ادب جلد اول	۱۹۷۱ء
تاریخ بہمنی سلطنت	عبدالمجید صدیقی	حیدر آباد دکن، ادارۂ ادبیات اردو	۱۹۵۲ء
محبوب الوطن	عبدالجبار خاں ملکاپوری	حیدر آباد دکن، فخر نظامی پریس	
تذکرہ سلاطین دکن حصہ اول			
برہان مآثر (فارسی)	سید علی طباطبا	حیدر آباد دکن، مجلس مخطوطات فارسیہ	۱۹۳۶ء
مرآۃ احمدی (فارسی)	مرزا محمد حسن علی محمد خان بہادر، مرتبہ سید نواب علی	کلکتہ، بپٹسٹ پریس	۱۹۳۰ء
تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ) جلد اول۔	مترجم امیر علی	لکھنؤ، نولکشور پریس	۱۹۳۳ء
لباب الالباب جلد دوم	عوفی	کیمبرج یونیورسٹی پریس	۱۹۰۲ء
تذکرۃ الاولیا	شیخ فریدالدین عطار	بمبئی، مطبع محمدی	۱۲۸۰ھ
قرآن مجید		کراچی، تاج کمپنی	۱۹۶۵ء
قصص القرآن جلد اول	حفظ الرحمٰن سیوہاروی	دہلی، ندوۃ المصنفین اردو بازار	طبع چہارم ۱۹۶۵ء
قصص القرآن جلد دوم		کراچی، دارالاشاعت، بندر روڈ	۱۹۶۲ء

قصص القرآن جلد چہارم	حفظ الرحمٰن سیوہاروی	دہلی، ندوۃ المصنفین اردو بازار	طبع ہشتم ۱۹۷۰ء
سیرۃ النبیؐ حصہ سوم	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ، مطبع معارف	طبع سوم ۱۹۴۷ء
تاریخ اسلام حصہ اول	شاہ معین الدین ندوی	" " "	۱۹۵۳ء
حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط	خورشید احمد فارق	دہلی، ندوۃ المصنفین	۱۹۶۰ء
کتاب مقدس		لاہور، پاکستان بائبل سوسائٹی	۱۹۶۷ء
ارض القرآن جلد دوم	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ، مطبع معارف	
ہندو کلاسیکل ڈکشنری	سردار دیوی سہائے	لاہور، مطبع خادم التعلیم پنجاب	۱۸۹۴ء
سمپورن مہابھارت (اردو)	پنڈت سجے گوپال	دلّی، دیہاتی پستک بھنڈار	۱۹۶۸ء
تلسی رامائن (اردو)		" " "	

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد اول	زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب	لاہور، رجسٹرار دانش گاہ پنجاب	۱۹۶۴ء
" " جلد دوم	" "	" " "	۱۹۶۶ء
" " جلد سوم	" "	" " "	۱۹۶۸ء
" " جلد ہفتم	" "	" " "	۱۹۷۱ء

دکنی زبان کا آغاز و ارتقا	ڈاکٹر سری رام، ترجمہ غلام رسول	حیدرآباد، آندھرا پردیش ساہتیہ اکیڈمی	
جامع القواعد	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	لاہور، مرکزی اردو بورڈ	۱۹۷۱ء
نور اللغات۔ جلد اول	نور الحسن نیّر	لکھنؤ، نیر پریس	۱۹۲۴ء
" جلد دوم	" "	" "	
" جلد سوم	" "	" "	تا
" جلد چہارم	" "	" "	۱۹۳۱ء
قدیم اردو لغت	ڈاکٹر جمیل جالبی	مرکزی اردو بورڈ لاہور	۱۹۷۳ء

مخطوطات انجمن ترقی اردو جلد اول	مرتبہ افسر صدیقی امروہوی	کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان	۱۹۶۵ء
〃 〃 〃 جلد دوم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۶۷ء
اردو مخطوطات آصفیہ جلد اول	مرتبہ نصیر الدین ہاشمی	حیدرآباد دکن، خواتین دکنی انسٹی ٹیوٹ	۱۹۶۱ء
〃 〃 〃 جلد دوم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۶۱ء
تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو جلد اول	ڈاکٹر محی الدین زور	حیدرآباد دکن، ادارہ ادبیات اردو	۱۹۴۳ء
〃 〃 〃 جلد دوم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۵۱ء
〃 〃 〃 جلد سوم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۵۷ء
〃 〃 〃 جلد چہارم	〃 〃	〃 〃 〃	۱۹۵۸ء

خزائن رحمت اللہ فارسی (قلمی)	شاہ باجن	مخزونہ کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان
خوف نامہ (قلمی)	نظامی	〃 〃 〃

مجلہ مکتبہ جلد ۵ شمارہ ۱۰	مدیر عبد القادر سروری	حیدرآباد دکن، مکتبہ ابراہیمیہ	اپریل ۱۹۲۸ء
سہ ماہی اردو ادب (مضمون سخاوت مرزا)	مرتبہ آل احمد سرور	علی گڑھ، شمارہ ۲	۱۹۶۶ء
اردوئے معلیٰ (لسانیات نمبر) شمارہ ۴-۵	مرتبہ خواجہ احمد فاروقی	دہلی، دہلی یونیورسٹی	
اردوئے معلیٰ (قدیم اردو نمبر) شمارہ ۹	〃 〃	دہلی، دہلی یونیورسٹی	
اورینٹل کالج میگزین	ایڈیٹر محمد شفیع	لاہور، پنجاب یونیورسٹی	۱۹۳۸ء
اورینٹل کالج میگزین	ایڈیٹر محمد شفیع	لاہور، پنجاب یونیورسٹی	۱۹۳۹ء

انگریزی کتب

	Title	Author	Publication
1.	Indo Aryan & Hindi	S. K. Chatterji	Calcutta 1942
2.	Linguistic Survey o. India Vol 8 & 9	Sir G. A. Greirson	Delhi, Motilal 1968.
3.	Dictionary of Hindustani & English	Shakespear	London Cox 18.
4.	A Smaller Hindustani & English Dictionery	Duncan Forbes	London Crosby, nd
5.	Urdu Classical Hindi & English Dictionery	Platts.	Oxford, OUP, 1968.
6.	Dictionery of Hundustani Language	Duncan Forbes	London India Office 1866
7.	Dictionery English Gujrati.	Shaproiji Edalji	Bombay Union Press 1866.
8.	Literary History of Persia Vol. 1.	E. G. Brown.	Cambridge 1964.
9.	An Encyclopedic Survey of Hinduism: Hindu World Vol. I & II.	Benjamin Walker.	London - George Allen & Unwin 1968

اردو زبان کی پہلی تصنیف

مثنوی کدم راؤ پدم راؤ

مصنفہ

فخر دین نظامی